خطباتِ اسلم

چہارم

اصلاحِ ظاہر وباطن کا حسین امتزاج

دعوتِ فکر وعمل کا ایک عظیم شاہکار

افادات

مفکرِ ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ

(خلیفہ حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب)

مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

مرتب محمد ناظم قاسمی

ناشر

شریف بک ڈپو جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور ضلع سہارنپور

Scanned by CamScanner

فکر انگیز خطبات کا جامع مرقع

اصلاحِ ظاہر و باطن کا حسین امتزاج

دعوتِ فکر و عمل کا ایک عظیم شاہکار

خطباتِ اسلم

جلد چہارم

مفکرِ ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور ضلع سہارنپور

مرتب

محمد ناظم قاسمی

خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور

ناشر

موبائل: ۹۹۲۷۱۳۰۸۳۷،۹۷۱۹۸۶۲۹۸۳ فون: ۰۱۳۲۲،۲۷۸۲۲۷۲

شریف بکڈپو جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور ضلع سہارنپور یوپی پن کوڈ: ۲۴۷۶۶۲

جملہ حقوق محفوظ ھیں

تفصیلات

نام کتاب: خطبات اسلم (جلد چہارم)

مرتب: محمد ناظم قاسمی

باراول: گیارہ سو (۱۱۰۰)

کمپوزنگ: شاہنواز احمد انصاری متعلم شعبہ کمپیوٹر کاشف العلوم چھٹمل پور

سن طباعت: اگست ۲۰۰۶ء

ملنے کے پتے

مکتبہ البلاغ دیوبند

دار الکتاب دیوبند

مکتبہ نعیمیہ دیوبند

مکتبہ ریاض اشرف العلوم گنگوہ

کتب خانہ رشیدیہ سہارنپور

کتب خانہ علمیہ سہارنپور

مکتبہ اسلم چھٹملپور

مکتبہ دعوت الحق چھٹملپور

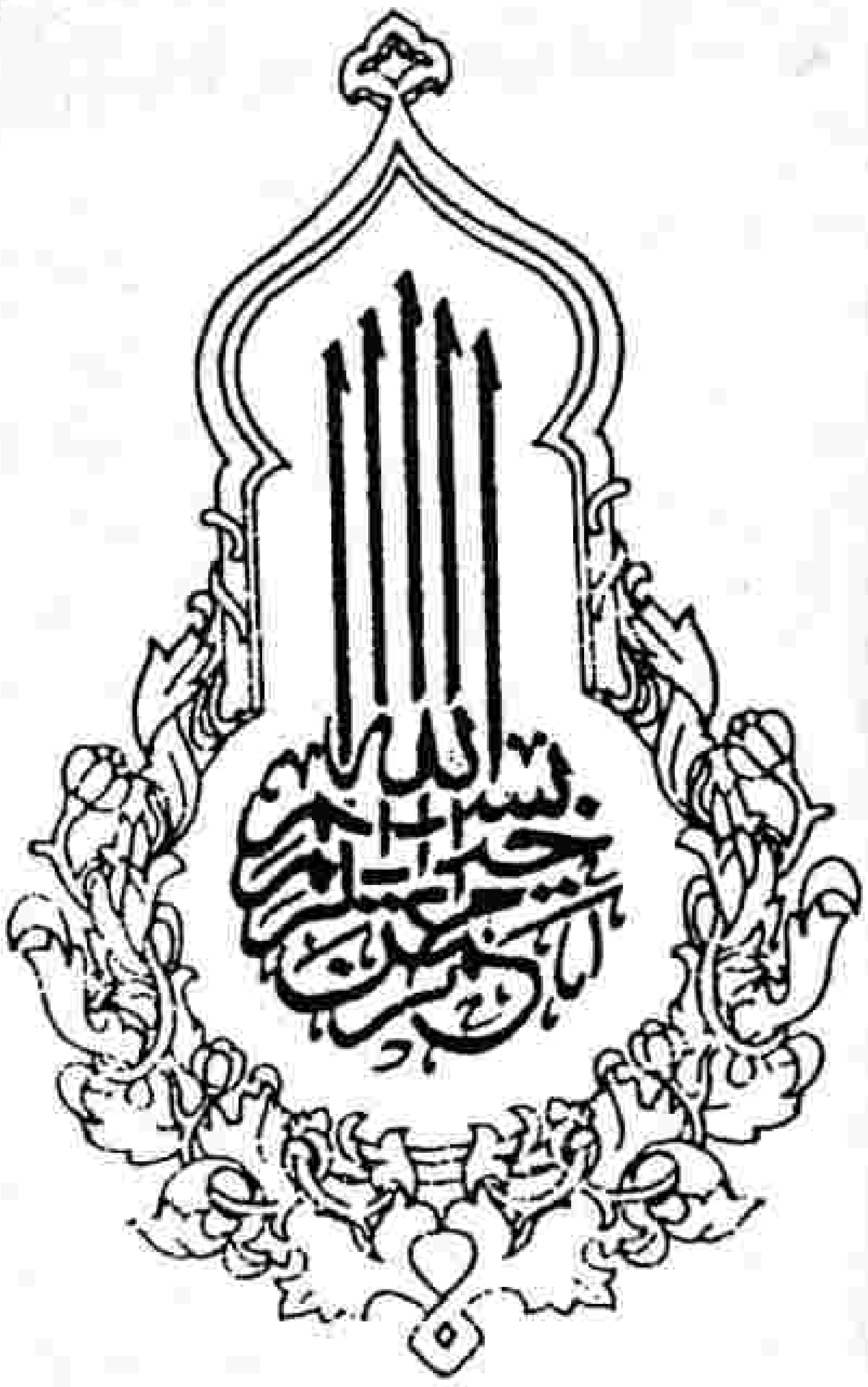

قلب سلیم

فہرست مضامین

مضامین	صفحات
☆ کلمہ کی حقیقت	۲۲
☆ جذبۂ ایثار کی عظیم مثال	۲۳
☆ صحیح القلب لوگوں کا باہمی ایثار	۲۴
☆ اسباب کی حقیقت	۲۵
☆ دل کی نرالی بستی	۲۶
☆ قلب گذرگاہ تجلیات ربانی ہے	۲۷
☆ ایک اچھی تاویل	۲۷
☆ محبوب کے تذکرہ نے دل تڑپا دیا	۲۸
☆ صحبت باولیاء	۲۹
☆ ذکر کی فضیلت	۲۹
☆ ابوحازم تابعیؒ کی نصیحت	۳۰
☆ صحابہؓ کا طرز عمل	۳۱
☆ جنھوں نے دلوں پر محنت کر لی	۳۲
☆ تم بھی دلوں کی بستی آباد کرو	۳۳

مقبول عمل کی پہچان

فہرست مضامین

مضامین	صفحات
☆ تین باتوں کا حکم	۳۶
☆ مقبول عمل کی پہچان	۳۷
☆ بدر میں پہلی مدد	۳۷
☆ شیطان کی مدد	۳۸
☆ غزوۂ بدر میں شیطانی لشکر	۳۹
☆ دوسری اور تیسری مدد	۴۰
☆ چوتھی مدد	۴۲
☆ پانچویں مدد	۴۳
☆ فرشتوں کی امداد کا مقصد	۴۳
☆ اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے	۴۵
☆ جنگ احد میں خاص ہدایات	۴۶
☆ اتباع سنت کے بغیر عمل مقبول نہیں	۴۸
☆ رزق کی فراوانی مقبولیت کی دلیل نہیں ہے	۵۱
☆ جو شخص تبع سنت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب ہے	۵۱
☆ حضرت ابراہیم کے بلند مقام کا سبب	۵۱
☆ القاب من جانب اللہ ملتے ہیں	۵۲
☆ توکل کسے کہتے ہیں	۵۲
☆ حیرت انگیز واقعہ	۵۳

Scanned by CamScanner

زندگی کے چھ سفر

فہرست مضامین — صفحات

☆ انسان ایک مسافر ہے ۵۶
☆ وطن اصلی ۵۶
☆ انسان کا پہلا سفر ۵۷
☆ انسان کا دوسرا سفر ۵۸
☆ دو قطرے بڑے قیمتی ہیں ۵۸
☆ انسان کا تیسرا سفر دنیا کے لئے ۵۹
☆ سلمان فارسی اور فکر آخرت ۶۰
☆ گناہوں سے توبہ کرو ۶۱
☆ حضرت بہلول کو ایک بچے کی نصیحت ۶۲
☆ پاکیزہ روحوں کو خوشخبری ۶۴
☆ انسان کا چوتھا سفر ۶۵
☆ انسان کا پانچواں سفر ۶۵
☆ انسان کا چھٹا سفر ۶۶
☆ مسافر کی طرح زندگی گزاریں ۶۷

وقت کے قدرداں

فہرست مضامین — صفحات

☆ وقت سے زیادہ کوئی چیز قیمتی نہیں ۷۰
☆ وقت کی قدر و قیمت اس سے پوچھو ۷۱
☆ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ۷۲
☆ وقت کو کیسے قیمتی بنائیں ۷۳
☆ نماز اور پابندئ اوقات ۷۴
☆ زکوۃ اور اہتمام اوقات ۷۴
☆ رمضان اور احترام اوقات ۷۵
☆ حج اور التزام اوقات ۷۶
☆ وقت کے قدردانوں کے کمالات ۷۶
☆ اسلاف کے تذکرے ۷۷
☆ علامہ ابن عبدالقیس کا اہتمام ۷۷
☆ داؤد طائی کا تذکرہ ۷۷
☆ علامہ ابن جوزیؒ اور ابوالوفا ابن عقیل ماہر فنون ہیں ۷۸
☆ نظام الاوقات کی پابندی ۷۸
☆ مولانا اعزاز علی صاحب کا طرۂ امتیاز ۷۹
☆ نمونۂ اسلاف ۸۰
☆ مولانا زکریاؒ کی آپ بیتی ۸۰
☆ مفتی مظفر حسین کا حیرت انگیز تذکرہ ۸۱
☆ بادشاہوں کی بادشاہی بھی اسی دم سے قائم تھی ۸۱
☆ پیشگی کام انجام دینے کی عادت ۸۲
☆ ضیاع وقت خودکشی ہے ۸۳
☆ قطرہ قطرہ دریا شود ۸۳
☆ خدارا بیدار ہو جائیے ۸۴

Scanned by CamScanner

استقامت پر انعامی وعدے

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحات
☆ جامع نصیحت ووصیت	۸۷
☆ استقامت کی اہمیت حضرات صوفیاء کی نظر میں	۸۸
☆ فاستقم کما امرت نے آپ کو بوڑھا کردیا	۸۸
☆ طریق حصول استقامت	۸۹
☆ عزم میں پختگی کی ضرورت	۸۹
☆ محبوب اور نیازمند بندہ	۹۰
☆ حضرت فاطمہؓ کیلئے نبی ﷺ کی نصیحت	۹۰
☆ قوت وطاقت میں اضافہ	۹۱
☆ نادر حکایت	۹۱
☆ مشائخ کا نظریہ	۹۳
☆ استقامت پر مرتب ہونے والے ثمرات اور نعامات الٰہیہ	۹۳
☆ پہلا ثمرہ اور انعام	۹۴
☆ دوسرا ثمرہ اور انعام (پیغام بشارت)	۹۴
☆ تیسرا ثمرہ اور انعام (جنت کی نعمتوں کی بشارت)	۹۴
☆ چوتھا ثمرہ اور انعام	۹۵
☆ پانچواں ثمرہ اور انعام	۹۵
☆ چھٹا ثمرہ اور انعام	۹۶
☆ جنت میں سب تمنائیں پوری ہوجائیں گی	۹۶
☆ ساتواں ثمرہ اور انعام	۹۷
☆ استقامت کے پیکر تاریخ کے آئینہ میں	۹۸
☆ آنحضرتؐ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں	۹۹
☆ استقامت وثبات قدمی میں آئیڈیل	۱۰۱
☆ استقامت کی زندہ جاوید مثال	۱۰۳

صبر وشکر

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحات
☆ اوامر ونواہی پر عمل کرنیکا آسان نسخہ	۱۰۸
☆ صبر کی اصلی حقیقت	۱۰۹
☆ صبر کی تین قسمیں ہیں	۱۰۹
☆ صبر عن المعاصی	۱۰۹
☆ صبر علی الطاعۃ	۱۱۰
☆ صبر علی المصائب	۱۱۰
☆ صبر پر عمل کی تاکید	۱۱۰
☆ کون سے صبر میں زیادہ ثواب ملتا ہے	۱۱۱
☆ مصیبتوں پر خوش ہونے والے افراد	۱۱۲
☆ صبر مؤمن کا ہتھیار ہے	۱۱۳
☆ صبر وشکر کا مظاہرہ	۱۱۳
☆ آپ ﷺ صبر کا نمونہ	۱۱۶
☆ قرآن میں صبر کا تذکرہ	۱۱۸
☆ آپ کی مکمل زندگی صبر وحلم عفو ودرگزر کا آئینہ دار	۱۱۸
☆ صابرین کے لئے جنت کی خوش خبری اور مصیبت کے وقت دعا کی تعلیم	۱۲۰
☆ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی فضیلت	۱۲۱
☆ مضمون بشارت	۱۲۲
☆ بے حساب ثواب	۱۲۲

Scanned by CamScanner

☆ مختصر صبر	۱۲۳
☆ ایک معتبر واقعہ	۱۲۳
☆ تمام مصائب کا علاج صبر وصلوٰۃ میں ہے	۱۲۳
☆ نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ	۱۲۵
☆ حکایت یہود کے مشہور نبی کی	۱۲۶
☆ جنتیوں کا پہلا کلام حمد و شکر	۱۲۸
☆ شکر کی فضیلت	۱۲۸
☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکر گزاری	۱۲۹
☆ ایک پتھر کا رونا	۱۳۰
☆ عبرت آموز واقعہ	۱۳۰
☆ بزرگان دین کا طریقۂ شکر گزاری	۱۳۱

وبشر الصابرين

WA BASHIRIS SAABIREEN

تکبر کی مذمت، تواضع کی فضیلت

فہرست مضامین	صفحات

☆ تکبر کی مذمت کا تذکرہ قرآن پاک میں	۱۳۳
☆ تکبر کی مذمت کا ذکر احادیث شریفہ میں	۱۳۶
☆ تکبر نفس کا دھوکہ ہے	۱۳۷
☆ بہت ہی برا بندہ	۱۳۸
☆ متکبرین کی پہچان	۱۳۸
☆ آخرت میں متکبرین کی ذلت ورسوائی	۱۳۹
☆ ولا تمش فی الارض مرحاً	۱۴۰
☆ اسباب تکبر	۱۴۱
☆ پہلا سبب	۱۴۱
☆ دوسرا سبب	۱۴۲
☆ تیسرا سبب	۱۴۲
☆ چوتھا سبب	۱۴۳
☆ پانچواں سبب	۱۴۳
☆ چھٹا سبب	۱۴۳
☆ تکبر کرنے والوں کا دنیا میں برا انجام ہوا	۱۴۳
☆ قارون کا قصہ	۱۴۷

Scanned by CamScanner

۱۴۸

۱۴۸

☆ ایک معمہ

۱۴۹

☆ زکوۃ کے منکر پر اللہ تعالیٰ کا عذاب

۱۵۰

☆ قارون کے لئے نصیحت

۱۵۲

☆ دنیا کا سب سے بڑا متکبر

۱۵۳

☆ جمعیت وکثرت پر ناز کرنا بری چیز ہے

۱۵۴

☆ تکبر کا علاج

۱۵۵

☆ کامیاب انسان

☆ تواضع کا حکم

۱۵۶

☆ اسلام تواضع کا علمبردار

۱۵۶

☆ حضرت عمر فاروقؓ کی تواضع اور خشیت الٰہی

۱۵۷

☆ انتہائی کسرنفسی

۱۵۸

☆ المرء مع من احب

۱۵۸

☆ سبق آموز واقعہ

۱۵۹

☆ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کی ظرافت کا ایک واقعہ

۱۶۰

☆ حدیث قدسی

۱۶۰

☆ بادشاہ کا تکبر تواضع میں بدل گیا

۱۶۱

☆ بیوہ عورت کا واقعہ

سلام، مصافحہ اور معانقہ کا مسنون طریقہ

فہرست مضامین — صفحات

☆ سلام کی فضیلت ۱۶۶
☆ پہلے سلام پھر کلام ۱۶۶
☆ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی نصیحت ۱۶۸
☆ سلام ایک آسمانی تحفہ ۱۶۹
☆ اسلام میں لفظ سلام کی جامعیت ۱۶۹
☆ آیت پاک کی وضاحت ۱۷۰
☆ دوسری قوموں کے سلام کرنے کا طریقہ ۱۷۰
☆ زمانۂ جاہلیت میں سلام کا طریقہ ۱۷۱
☆ اسلامی سلام اور تحیۂ جاہلیت میں فرق ۱۷۲
☆ سلام اللہ کا نام ہے ۱۷۲
☆ حضرت آدم علیہ السلام کا سلام ۱۷۳
☆ سلام کے فضائل وبرکات اور اجر وثواب ۱۷۳
☆ سلام اور جواب سلام میں آنحضرت کا عمل ۱۷۵
☆ سلام مختصر ہونا چاہیے ۱۷۵
☆ سلام میں پہل کرنے کی فضیلت ۱۷۶
☆ سلام کے سلسلہ میں ایک غفلت اور اس کا علاج ۱۷۷
☆ بیس مسلمانوں کو سلام کرنے کا ثواب ۱۷۷
☆ سلام سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اسوہ ۱۷۸
☆ اہل خانہ کو سلام کرنے کا حکم ۱۷۸
☆ خالی گھر میں بھی سلام کرنا چاہیے ۱۷۹
☆ وداعی سلام ۱۷۹
☆ سلام ایک عظیم دعاء ۱۸۰
☆ حضرت معروف کرخیؒ کا واقعہ ۱۸۰

Scanned by CamScanner

☆ کون کسکو سلام کرے	۱۸۱
☆ جماعت میں سے کسی ایک کا سلام کرنا اور جواب دینا پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے	۱۸۱
☆ ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا اور جواب دینا	۱۸۲
☆ کن حالات میں سلام اور جواب سلام ممنوع ہے	۱۸۳
☆ غیر مسلموں کو کس طرح سلام کیا جائے	۱۸۳
☆ شطرنج وغیرہ کھیلنے والے پر سلام کرنا	۱۸۴
☆ چھوٹوں کو سلام کا پابند کرنا بڑوں کی ذمہ داری ہے	۱۸۴
☆ اللہ کا سلام مخصوص بندوں پر	۱۸۵
☆ فرشتوں کا جنتیوں کو سلام	۱۸۶
☆ حدیث کا مفہوم	۱۸۶
☆ مصافحہ کے معنی	۱۸۸
☆ مصافحہ کا مسنون طریقہ	۱۸۸
☆ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت	۱۸۹
☆ مصافحہ کی مثال	۱۹۰
☆ درمیان مصافحہ ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا چاہئے	۱۹۰
☆ مشغولیت کے وقت مصافحہ کا حکم	۱۹۱
☆ آنحضرتؐ کا معمول	۱۹۱
☆ مصافحہ کی فضیلت	۱۹۱
☆ مصافحہ کینہ کی صفائی کا ذریعہ ہے	۱۹۲
☆ معانقہ	۱۹۳
☆ معانقہ کے معنی اور اسکا طریقہ	۱۹۳
☆ معانقہ کس سے کیا جائے	۱۹۴
☆ معانقہ کا ثبوت	۱۹۴
☆ مصافحہ ومعانقہ کی دعاء	۱۹۵
☆ ایک ضروری وضاحت	۱۹۵
☆ خطیب کی گزارش	۱۹۵

طلب علم کے لئے راہنما اصول

فہرست مضامین — صفحات

☆ علوم اصلیہ	۲۰۰
☆ پہلا باب، حسن نیت	۲۰۱
☆ خوش نصیب اساتذہ وطلباء	۲۰۱
☆ صحیح نیت	۲۰۲
☆ نیت کی برکت	۲۰۲
☆ دو بزرگوں کا واقعہ	۲۰۳
☆ باب دوم، اجتناب عن المعصیۃ	۲۰۴
☆ حصول علم کیلئے گناہوں سے بچنا	۲۰۶
☆ گناہوں سے قوت حافظہ میں کمزوری آتی ہے	۲۰۶
☆ ایک طالب علم کا عبرت آموز قصہ	۲۰۷
☆ ادب سے اونچا مقام ملا	۲۰۹
☆ باب سوم اساتذہ کا ادب	۲۱۰
☆ مظاہر علوم کے صدر المدرسین	۲۱۱
☆ استاذ کا حق	۲۱۲
☆ علم میں برکت کا ایک سبب یہ بھی	۲۱۲
☆ سچی محبت وعقیدت کے اثرات	۲۱۳
☆ قابل توجہ امور	۲۱۳

Scanned by CamScanner

☆ صرف تمنا سے علم حاصل نہیں ہوتا ۲۱۳
☆ مجاہدات کا ثمرہ او نچار ہتا ہے، ناز و نعم کا ثمرہ نیچا رہتا ہے ۲۱۵
☆ مثال ۲۱۵
☆ عزتیں علم و عمل کی وجہ سے ملتی ہیں ۲۱۷
☆ حضرت تھانویؒ کا انمول پیغام ۲۱۸
☆ تعلیم و تعلم کا مقصد آخرت سنوارنا ۲۱۹
☆ حضرت معروف کرخیؒ کا ایک واقعہ ۲۱۹

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

عورتوں سے خطاب

فہرست مضامین — صفحات

☆ حضرت ابراہیم کی نمرود کو دعوت ایمان ۲۲۳
☆ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتے ہیں ۲۲۴
☆ نیک عورت دنیا کی سب سے بہترین دولت ۲۲۵
☆ کامیابی کا اصل راز ۲۲۶
☆ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے ۲۲۷
☆ توحید اصل چیز ہے ۲۲۸
☆ زندگی میں ایمان کامیابی کی دلیل ۲۲۹
☆ عورتوں کیلئے دینی تعلیم بے حد ضروری ۲۳۱
☆ عورتوں پر اسلام کا بھاری احسان ۲۳۲
☆ تعلیم کے میدان میں عورت کی قربانی کا ایک بے مثال نمونہ ۲۳۳
☆ ماں کی تلاوت کے اثرات بچے پر ۲۳۷
☆ مشہور واقعہ ۲۳۷
☆ ماں کی عظیم ذمہ داری ۲۳۸
☆ تقویٰ و طہارت اور حلال روزی کا اثر ۲۳۹
☆ ہر بڑی ہستی کے پیچھے ماں کا ہاتھ ۲۴۰
☆ حیاء اور پاکدامنی عنداللہ مقبول ہے ۲۴۲
☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بیوہ ماؤں اور بہنوں کے نام ۲۴۳
☆ خطیب کا آخری پیغام ۲۴۵

Scanned by CamScanner

باسمہ تعالیٰ

****** اپنی بات ******

مفکر ملت حضرت مولانا الحاج محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جامعہ کاشف العلوم

حامداً ومصلیاً امابعد!

اس ذات قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کا انعام و احسان کہ اس نے مجھے اپنے پسندیدہ دین (دین اسلام) کی خدمت کے مواقع عطا فرمائے، یہ سب حضرات اساتذہ اور والدین مرحومین کی توجہات کا عظیم ثمرہ ہے، بالخصوص حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ وبرداللہ مضجعہ کا خصوصی فیض ہے۔

ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

حضرت مفتی صاحب بڑی ہی شفقتوں، محبتوں، کا معاملہ فرماتے تھے، میرے ہی ساتھ نہیں، بلکہ اہل علم علماء، دینی مدارس کے طلباء سے انتہائی محبت فرماتے، علمی انہماک محدثانہ، مفسرانہ ذوق، دعاؤں میں استغراقی کیفیت اور تضرع وزاری، امت کا غم، ہمہ وقت موجزن رہتا تھا، چنانچہ بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھاتے وقت بہت سی آنکھوں نے مشاہدہ کیا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو جاتا، سارا مجمع دم بخود ہو جاتا، حضرت والا کے ان اوصاف کاملہ نے ہی مجھے اس طرف متوجہ کیا کہ خلق خدا کے لئے کچھ کام کروں۔

چنانچہ قرب وجوار، دور دراز سے دینی خدمات کا کوئی موقع میسر آتا ہے، تو میں کبھی گریز نہیں کرتا الا بعذر شرعی، ماشاء اللہ مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی کو مضامین کی ترتیب دینے کا شوق ہے، بعد نماز عصر کی مجالس، خطبات جمعہ، جلسے وجلوس کے بیانات کو ترتیب دے کر خطبات اسلم کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

الحمد للہ اس سے پیشتر تین جلدیں ہر خاص وعام میں مقبول ہوئیں، ماشاء اللہ اب چوتھی جلد اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے منظر عام پر آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی، قارئین کو بھی، خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی توفیق ارزانی فرمائے، نجات اور بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

محمد اسلم خادم جامعہ ہذا

یکم جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

باسمہ تعالیٰ

****** عرض ناشر ومرتب ******

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا کروڑہا بار احسان ہے کہ اس نے خطبات اسلم کی تینوں جلدوں کی ترتیب واشاعت کی توفیق اور ہمت بخشی، اور پھر محض اپنے فضل وکرم سے ان کو خاص وعام میں مقبول فرمایا، بہت ہی قلیل مدت میں ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہو کر ملک، بیرون ملک میں پھیل گئے، تشنگان علوم نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، خطبات کے شہسواروں نے وقعت وعظمت کی نگاہوں سے دیکھا، اہل نظر اور صاحب خطبات اسلم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی (خلفہ حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحبؒ) کے مریدین، متعلقین، محبین اور مخلصین کا بھی دن بدن اصرار بڑھتا رہا، نیز آنجناب کے تلامذہ اور شاگردوں کا حلقہ بھی وسیع ترین ہے، ان کے حوصلہ افزاء فرمائشی خطوط مہمیز لگاتے رہے، دوست واحباب اور بہی خواہوں کے مخلصانہ کلمات اور ہمدردانہ مشوروں نے بارہا اس طرف توجہ مبذول کرائی، ان تمام محرکات کی بنا پر حوصلہ بڑھا، اس لیے تمام فرمائشوں کا احترام کرتے ہوئے جلد چہارم کو ترتیب دیا، ماشاء اللہ اب یہ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، ذات باری تعالیٰ سے امید ہے، کہ سابقہ جلدوں کی طرح یہ بھی مفید ثابت ہوگی، اور بھی حضرات پذیرائی فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

☆ میں بھی قدر دانوں خصوصاً کارکنان جامعہ کاشف العلوم جنھوں نے اس حقیر کی تمام کاوشوں کو سراہا، اور ہر ممکن تعاون پیش کیا۔

☆ ان تمام محبین ومخلصین جنھوں نے مفید مشوروں سے نوازا۔

☆ ان ناقدین ومبصرین جنھوں نے خوبیوں اور خامیوں سے مطلع فرمایا۔

☆ دیوبند، سہارنپور کے وہ اہل کتب خانہ جنھوں نے خلوص وللہیت کے ساتھ خطبات اسلم کو ملک وبیرون ملک میں پھیلایا۔

☆ اور صاحب خطبات اسلم جن کے فیض محبت اور توجہات کے طفیل میں اس کار خیر کے لائق ہوا۔

☆ ان تمام کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں، اور پہلے سے کہیں زیادہ توجہات کا طالب ہوں، اور بارگاہ رب ذوالجلال سے اس کام کے جاری وساری رکھنے کی بھیک مانگتا ہوں۔

محمد ناظم قاسمی

خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم

۲۵؍ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

Scanned by CamScanner

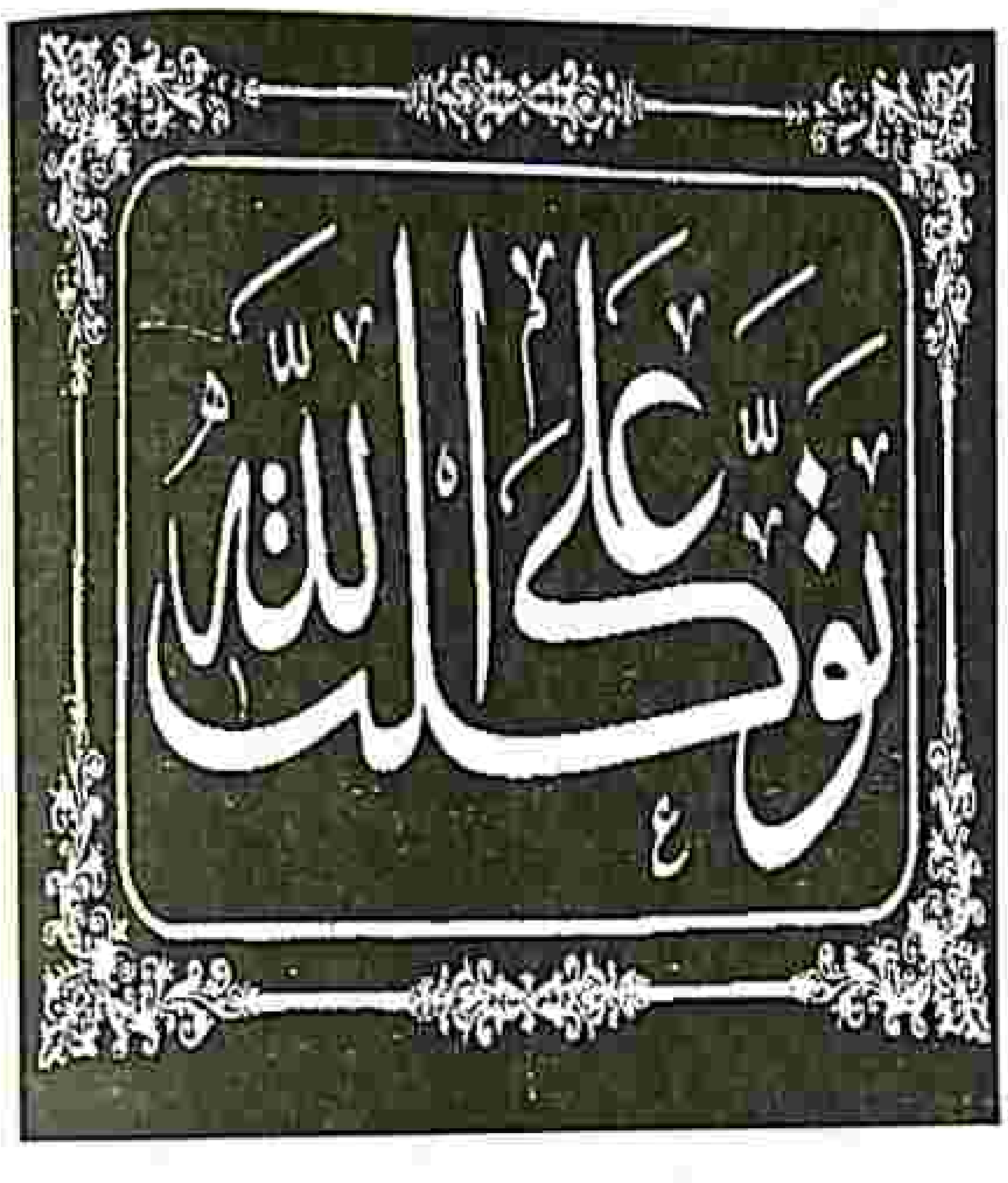

TAWAKKALTU A'LALLAH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قلب سلیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم! (اما بعد)

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یَوْمَ لَایَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۔ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (شعراء)

قَالَ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهُ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ. (حاشیہ جلالین ص: ٣١٥)

ہوا وحرص والا دل بدل دے
مرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے
بدل دے دل کی دنیا بدل دے
خدا یا فضل فرما، دل بدل دے

Scanned by CamScanner

محترم بزرگو اور دوستو..........

ہم یہاں کاشی جامع مسجد میں کلمہ کی نسبت پر جمع ہوئے ہیں، باری تعالیٰ ہمارے مل کر بیٹھنے کو قبول فرمائے، جو نسبت ہمیں یہاں کھینچ کر لائی ہے، وہ نسبت اس کائنات کی روح ہے، جب تک ایک بھی کلمہ گو اور صحیح القلب انسان اس سرزمین پر موجود ہے اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور پوری کائنات کو باقی رکھیں گے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ"، قیامت نہیں آئے گی جب تک اس زمین پر ایک بھی "اللہ اللہ" کہنے والا موجود ہے، ذرا غور تو فرمائیں کہ یہ کلمہ اور اس کا پڑھنے والا کس قدر قیمتی ہے کہ اس کی وجہ سے پورا نظام عالم قائم ہے۔

بے خبر تو جوہر آئینۂ ایام ہے
تو زمانہ میں خدا کا آخری پیغام ہے

کلمہ کی حقیقت

میرے عزیزو اور دوستو..........

یہ کلمہ بڑا وزنی ہے اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت ہمارے دلوں میں اتار دے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب ایک پلڑے میں رکھدئے جائیں اور کلمہ "لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ" ایک پلڑے میں تو کلمہ والا پلڑا بھاری ہو جائے گا، اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں، اس کا معمولی سا اندازہ اس بات سے ہو جاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا آدمی جسکی تمام عمر کفر و شرک میں گزری ہو،

صدق دل سے ایک مرتبہ بھی اس کلمہ کو پڑھ لے اُسکے عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں، حدیث میں آتا ہے: "اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ" آج یہ کلمہ ہماری زبان پر تو ہے، مگر دل اسکی عظمت و حقیقت سے کماحقہٗ ناآشنا ہے، گویا ہمارے دل میں فساد ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

آج پورے عالم میں بگاڑ و فساد ہے انسانی شکلوں میں بھیڑیے اور درندے پھر رہے ہیں، ایک انسان دوسرے انسان کا خون بہا کر خوش ہوتا ہے، دوسرے کی زمین دبا کر فخر کرتا ہے، وجہ یہ ہے کہ دل میں بگاڑ آ گیا ہے، دل کے فساد سے طرح طرح کے فساد جنم لے رہے ہیں، اگر دل کی اصلاح ہو جائے، تو پھر یہ انسان سراپا خیر بن جاتا ہے، خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانے میں سکون محسوس کرتا ہے، مجسمۂ ایثار و قربانی بن جاتا ہے۔

جذبۂ ایثار کی عظیم مثال

صاحب مشکوۃ نے باب جامع المناقب کے تحت بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی فاقہ کشی اور پریشانی ظاہر کی، آپ ﷺ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا، پھر آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ایسا کون شخص ہے، جو ایک رات اس مہمان کی مہمان نوازی قبول کرے، ایک انصاری صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں مہمانی کروں گا، وہ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے کہا کہ یہ مہمانِ رسول ﷺ ہیں، تم سے جو اکرام ہو سکے اس میں کسر اور کوتاہی نہ کرنا، اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا، خوش بخت بیوی امّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے کہا خدا کی قسم بچوں کے لیے کچھ تھوڑا سا رکھا ہے، اسکے علاوہ کچھ

Scanned by CamScanner

بھی نہیں ہے، صحابیؓ کا ایثار و ہمدردی دیکھئے کہتا ہے اے میری شریکِ حیات ہم خود بھوکے رہ سکتے ہیں، بچے بھوکے سو سکتے ہیں، لیکن یہ گوارا نہیں کہ مہمانِ رسول ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچ جائے یا اس کی مہمانی میں کوئی کمی آ جائے، اے میری بیوی...... بچوں کو تو بہلا پھسلا کر سُلا دو، اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لیکر مہمان کے ساتھ بیٹھ جائیں گے، اور تم چراغ درست کرنے کے بہانے اُٹھکر اسکو بجھا دینا، چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی بھوکے رہے صرف مہمان نے کھانا کھایا، جب صبح ہوئی تو ابوطلحہؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ کو بذریعہ کشف یا بذریعہ وحی یہ سارا قصہ معلوم ہو چکا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا کہ فلاں مرد (ابوطلحہؓ) اور فلاں عورت (اُمّ سلیمؓ) کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا اور ان کے اس کام پر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آ گئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے اس عمل سے خوش ہوکر قرآن پاک میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ — اور وہ ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (حشر) — اگرچہ ان پر فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔

صحیح القلب لوگوں کا باہمی ایثار

حضرت ابوجہم ابن حذیفہؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں...... میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا وہ لڑائی میں شریک تھا، اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں، تو پانی پلا دوں گا، اتفاق سے ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے، گویا کہ نزع جیسی حالت تھی، میں نے پوچھا کہ پانی کا گھونٹ دوں، انہوں نے اشارہ سے ہاں کی، اتنے میں دوسرے صاحب نے آہ کی جو قریب ہی پڑے تھے، میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا،

میں ان کے پاس پانی لے کر گیا وہ ہشام ابن ابی العاصؓ تھے، ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب نے آہ کی، جو اسی حال میں دم توڑ رہے تھے، ہشامؓ نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا میں ان کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا ہشامؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے، ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس آیا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو گئے تھے، یہ سب کرشمے تھے دل کے سنورنے کے، ورنہ جب دل میں بگاڑ تھا، کفر و ظلمت سے دل کی دنیا ویران تھی، تو اچھے برے کی کوئی تمیز نہ تھی، فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کا خون کر ڈالتے تھے، قرآن کہتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ. (بنی اسرائیل) — تم اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

لیکن جب دل میں کلمہ آیا معرفت کے انوار سے دل روشن ہوا تو دوسروں کی پیاس بجھانے کی خاطر اپنی جان دیدی۔

اسباب کی حقیقت

قرآن کریم کی جو آیت پڑھی گئی ہے اس میں حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن نہ مال نفع دیگا اور نہ بیٹے کام آئیں گے، "اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ" مگر جو سنوارا ہوا دل لائے گا، وہ اس کے کام آئیگا، اس میں دو چیزوں کی نفی کی گئی ہے، ایک مال کی دوسرے اولاد کی عام طور پر انسان چونکہ دنیا میں انہیں دو چیزوں سے دھوکہ کھاتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ مال ہو تو انسان شیریں دودھ بھی خرید سکتا ہے، مکھن اور پنیر بھی لے سکتا ہے، ناشتہ اور طعام کے لیے اچھی سے اچھی چیز مہیا کر سکتا ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ مال سے انسان عینک تو خرید سکتا ہے، بینائی نہیں خرید سکتا، مال سے انسان اچھا لباس تو خرید سکتا ہے، خوبصورتی نہیں خرید سکتا، مال سے انسان نرم بستر تو خرید سکتا ہے، میٹھی نیند نہیں خرید سکتا، مال سے انسان دوا تو خرید سکتا ہے، صحت نہیں خرید سکتا، انسان لوگوں کی خوشامد تو خرید سکتا ہے، دل کی محبت نہیں خرید سکتا، مال سے انسان کتاب تو خرید سکتا ہے، علم نہیں خرید سکتا، معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر کام مال سے نہیں بنتا، اور آخرت میں تو بالکل ہی کام نہ آئیگا، وہاں صرف وہ دل کام آئیگا جو کفر و شرک اور گناہوں سے پاک صاف ہوگا۔

دل کی نرالی بستی

جب انسان دل کو سنوارنے کی محنت شروع کرے تب پتہ چلتا ہے، کہ اس دل میں کتنا کام باقی ہے، دل کا سنورنا آسان نہیں، مدتیں گزر جاتی ہیں تب جا کر انسان کا دل سنورتا ہے ؎

دل کا اجڑنا سہل سہی بسنا کھیل نہیں بھائی
بستی بسنا کھیل نہیں بستے بستے بستی ہے

جس طرح بستیوں کا بسنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا مدتیں گزر جاتی ہیں تب جا کر وہ آباد ہوتی ہیں، اسی طرح عمریں گزر جاتی ہیں تب جا کر دل آباد ہوتا ہے، بگڑنا بہت آسان ہے، مگر سنورنا بڑا مشکل ہے، گویا کہ اصلاحِ قلب کے لیے بڑے بڑے مجاہدے درکار ہوتے ہیں ؎

مصحفی ہم تو سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

قلب گزرگاہِ تجلیاتِ ربّانی ہے

انسان کا دل تو شاہی محل ہے خدا کا دھیان اور ذکر اس میں ہونا چاہئے ہم نے اس کو بھٹیار خانہ بنالیا ہے، دنیا کا کچرا اس میں بھرا ہوا ہے، پہلے اس کچرے کو نکالو، ذکر کے کیمیکل {Chemical} سے اس کی صفائی کرو، توبہ کے پانی سے گناہوں کے دھبے دھوڈالو، جب دل مجلّیٰ و مصفّیٰ ہوگا تب اس میں معرفتِ الٰہی کے انوارات آئیں گے، مرکزِ سکون و طمانیت بن جائیگا، ذکر میں، تلاوت میں، عبادت میں مزہ آئے گا، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے قرآن کریم کی آیت:

"اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً" (نمل) کے تحت ایک عجیب تمثیل بیان کی، پہلے تو آیت کا ترجمہ سنئے کہ بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کردیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔

ایک اچھی تاویل

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ سورۂ نمل کی یہ آیت بہترین مثال ہے کہ اِنَّ الْمُلُوْکَ سے اللہ رب العزت کی ذات گرامی مراد لی جائے اور قَرْيَةً سے دل کی بستی لے لی جائے، اور اَفْسَدُوْهَا سے انقلاب مراد لیا جائے، اور اَعِزَّةَ سے دنیا کا معزز ہونا مراد لیا جائے، تو اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب اللہ رب العزت کا نام دل کی بستی میں سما جاتا ہے، انقلاب مچادیتا ہے، اور دنیا جو دل میں معزز بنی ہوئی ہے اس کو ذلیل کر کے نکال دیتا ہے۔

لہٰذا دوستو............ اللہ رب العزت کے ذکر میں بڑی برکت ہے،

Scanned by CamScanner

اس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے، دل روشن ومنور ہوجاتا ہے اور دنیا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے، جب دل کی یہ حالت ہوتی ہے تو انسان کی کیفیات ہی کچھ اور ہوتی ہیں۔

محبوب کے تذکرہ نے دل تڑپا دیا

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی بکریاں لیکر جارہے تھے، قریب سے ایک آدمی گزرا اور گزرتے ہوئے پڑھ رہا تھا:

"سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ." یہ سننا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل تڑپ اٹھا۔

ع ہوتی رہے ثنا تیرے حسن وجمال کی

کہنے لگے بھائی یہ الفاظ ایک بار پھر سنا دو، اس نے کہا اس کے بدلے میں کیا دو گے کہنے لگے بکریوں کا آدھا ریوڑ آپ کو دیدوں گا، اسنے یہ الفاظ پھر کہے ایسا لگا جیسے کانوں میں رس گھل گیا ہو، فرمایا ایک مرتبہ اور کہہ دو اس نے کہا اب کیا دو گے، فرمایا بقیہ ریوڑ آپ کو دیدوں گا، فرمایا اچھا بھائی تیسری مرتبہ اور سنا دو، اس نے کہا اب آپ کے پاس دینے کو کیا چیز ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بکریاں چرانے کے لیے ایک چرواہے کی ضرورت پڑے گی، میں تمہارا ریوڑ چرایا کروں گا، جب یہ بات کہی تو کہنے لگا ابراہیم خلیل اللہ مبارک ہو میں تو فرشتہ ہوں، پروردگار نے مجھے اس لیے بھیجا تھا کہ جاؤ میرے خلیل کے سامنے جا کر میرا نام لو دیکھو میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے، پیغمبر کا دل تو اعلیٰ درجہ کا مجلی ومصفیٰ ہوتا ہے، سب کچھ قربان کرنے کے بعد بھی یہی کہتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

صحبتِ با اولیاء

یہ سب کرشمہ ہے دل کے سنورنے کا، دل کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ جو اہل دل ہیں ان کی صحبت اختیار کرو، ان کی مجلس میں بیٹھو،

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ. (توبہ)	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

سونے کی کان سے سونا نکلتا ہے، چاندی کی کان سے چاندی نکلتی ہے، کوئلہ کی کان سے کوئلہ نکلتا ہے، آپ کو اگر سبزی کی ضرورت ہو تو آپ پارچہ فروش کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ سبزی فروش کو تلاش کرینگے، جو دل کے طبیب ہیں دوائے دل ان کے پاس ملے گی، لہذا کچھ وقت ان کے پاس گزارو اور اللہ اللہ کرو پھر دیکھو دل کیسا قیمتی بنتا ہے۔

یہ مثل سچ ہے کہ ہوجاتا ہے صحبت کا اثر
انسان تو کیا در و دیوار بدل جاتے ہیں

ذکر کی فضیلت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ عَمَلًا اَنْجٰى لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى قِيْلَ وَلَا الْجِهَادُ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ. (رواه الطبرانی فی الاوسط ورجالهما رجال الصحيح مجمع الزوائد ج:۱۰، ص:۷۱)	حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا ارشاد نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب سے نجات دلانے والا نہیں ہے، عرض کیا گیا اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد بھی اللہ کے عذاب سے بچانے میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں مگر یہ کہ کوئی آدمی ایسی بہادری سے جہاد کرے کہ تلوار چلاتے چلاتے ٹوٹ جائے پھر تو یہ عمل بھی ذکر کی طرح عذاب سے بچانے والا ہوسکتا ہے۔

اس حدیث کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ دل کو منور روشن بنانے کے لیے ذکر اللہ کی ضرورت ہے، تا کہ اللہ کا ذکر قلب میں خوب سما جائے ذکر اللہ کے انوارات سے دل کی تاریکی دور ہو جائے، قساوت قلبی ختم ہو جائے، اور یہ دنیا کی زیب و زینت جو دل میں رچ بس گئی ہے دل اس سے پاک صاف ہو جائے اور اپنے مولائے حقیقی کی محبت و عظمت دل میں بس جائے۔

ابوحازم تابعیؒ کی نصیحت

سلیمان ابن عبدالملک بنی امیہ کے خلفاء میں بڑی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ والے حاکم تھے، ایک مرتبہ وہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اپنے درباریوں سے کہا کہ کسی بزرگ سے ملاقات کراؤ، لوگوں نے حضرت ابوحازم تابعی کو پیش کیا، سلیمان نے پوچھا کہ ہمیں مرنے سے کیوں ڈر لگتا ہے ابوحازم نے فرمایا اس لیے ڈر لگتا ہے کہ تم نے دنیا کو دل میں بسا لیا ہے، دنیا کی لذتیں تمہارے دل میں بھری ہوئی ہیں اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے، دنیا کی بے ثباتی پر تمہارا دھیان نہیں، ہوائے نفس کی اتباع کر کے فکرِ آخرت کو بھلا دیا ہے آخرت کو تباہ و برباد کر دیا ہے، اس لیے آبادی سے ویرانے کی طرف جانے سے گھبراتے اور ڈرتے ہو، سلیمان نے پھر پوچھا کہ آخرت میں حاضری کس حالت میں ہوگی، ابوحازم نے فرمایا کہ نیک آدمی اس طرح حاضر ہوگا جیسے کوئی پردیسی مسافر اپنے گھر ہنسی خوشی سفر سے واپس آتا ہے، وہ بھی خوش اور اس کے اہل و عیال اور احباب بھی مسرور و شاداں ہوتے ہیں، ایسے ہی نیک سیرت اور صحیح القلب آدمی دنیا کے سفر سے اپنے اصلی گھر (آخرت) میں حاضر ہوگا، اور برا آدمی ایسے آئیگا جیسے کوئی بھگوڑا غلام گرفتار ہو کر اپنے آقا کے سامنے لایا جاتا ہے کہ سزا ملنے کی گھبراہٹ اس پر سوار ہوتی ہے اور خوف و دہشت کے مارے اس کے بدن پر کپکپی طاری رہتی ہے تو برا

آدمی اپنی بداعتقادی اور برے اعمال کے سبب گھبراتا ہوا حاضر ہوگا، یہ سن کر سلیمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، انہوں نے پوچھا کہ اللہ کی رحمت کسکو ملے گی، ابوحازم نے فرمایا:

إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ. (اعراف) یعنی اللہ کی رحمت نیکی کرنیوالوں کے قریب ہے۔

اس گفتگو سے سلیمان بہت متأثر ہوا، خیر القرون کے زمانے میں بادشاہوں کا یہ حال تھا کہ ان کا قلب اللہ کی یاد سے غافل نہ رہتا تھا، دنیا ان کے سامنے کچھ نہیں تھی، آج ہم لوگ کتنے بے خبر ہیں کہ اپنا مقصدِ تخلیق بھول گئے، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائیداری کو ہم جانتے ہیں پھر بھی ہمارا دل اس فانی دنیا میں اس قدر مشغول ہے کہ ہم دنیا کے ہو کر رہ گئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی میں ایمان تھا، ان کے اندر قلب سلیم تھا، اس لیے ان کی زندگی کے جس پہلو پر بھی آپ غور کریں گے تو ان میں ایمان کامل کا جلوہ نظر آئیگا، یہ وہ افراد تھے جن کی زندگی طاعت و بندگی کے سانچہ میں ڈھل گئی تھی، ان کا ہر لمحہ رضائے الٰہی کی تلاش میں گذرتا تھا، ان کی نماز، ان کی عبادت، ان کا مرنا، جینا، ان کا خوش ہونا، غضبناک ہونا سب کچھ اللہ کے لیے ہوتا تھا، وہ دنیا کے کاروبار میں بھرپور حصہ لیتے تھے، تجارت و کاشتکاری سب کچھ کرتے تھے، لیکن کیا مجال کہ کوئی چیز ان کو خدا کی یاد سے غافل کر دے، ان کے دل میں اللہ کی محبت و عظمت سمائی ہوئی تھی، ان کی بندگی کی شان کو قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے:

Scanned by CamScanner

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (نور) — یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

انھوں نے قرآنی احکام پر مکمل طور پر عمل کیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ فتح ونصرت اور کامیابی نے ان کے قدم چومے، خدائی رحمتیں ان پر سایہ فگن رہیں، برکتوں کا ان پر نزول ہوا، اور وہ اقتدار وحکومت کی بلندیوں پر فائز ہوگئے، اس لیے کہ انھوں نے سب کچھ اللہ کے لیے وقف کردیا تھا۔

جنھوں نے دلوں پر محنت کرلی

میرے بھائیو اور بزرگو!

خیر القرون کے واقعات، بزرگوں اور اولیاء کے تذکرے، دلوں کو سنوارنے والے حالات اس لیے سُنائے جاتے ہیں کہ ہم بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلیں، اور ان ہی کی طرح ہم بھی اپنے دلوں کو صاف کریں، اور اس ویران بستی کو اللہ کے ذکر سے آباد کریں۔

☆ سیرت ابوبکر صدیق ﷺ میں لکھا ہے کہ انھوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا سارا مال ومتاع حتیٰ کہ توا، چمٹا، پرانت بھی لاکر حاضر کردیا، حضرت عمر ﷺ نے گھر کا آدھا مال پیش کردیا، حضرت عثمان غنی ﷺ نے چھ سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے خدمت میں پیش کردیے اور مزید ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر نبی ﷺ کے پاس لائے اور ان کو آپ کی گود میں رکھدیا، آپ خوشی کے مارے ان کو اچھال رہے تھے، اور فرمارہے تھے، کہ آج کے بعد عثمان ﷺ سے اگر کوئی گناہ بھی سرزد ہوجائے گا تو ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ (مظاہر حق جدید ج:۷، ص:۵۶۱)

☆ حضرت صفوان بن سلیم زہریؒ تابعی ہیں، ان کا یہ حال تھا کہ چالیس برس

تک اپنا پہلو زمین پر نہیں لگنے دیا، اور کثرت عبادت کا یہ حال تھا، کہ سجدوں کی زیادتی سے ان کی پیشانی میں سوراخ ہوگیا تھا۔

☆ اسی طرح مشکوۃ میں لکھا ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذؓ کے مرنے پر عرش ہل گیا، اور ایک روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ ﷺ کے مرنے پر رحمان ہل گیا، حضرات محدثین نے لکھا ہے، کہ عرش الٰہی اس خوشی میں کہ پاک روح آرہی ہے جھوم اٹھا، آنحضرت ﷺ نے سعد بن معاذ ﷺ کو سید الانصار کا خطاب عطا فرمایا تھا، اور اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد ﷺ کی موت پر ستر ہزار فرشتے اترے اور عرش ہل گیا، حضرت سعد بن معاذ ﷺ کا جنازہ بہت ہلکا تھا، کیونکہ فرشتے اٹھائے لیئے جارہے تھے۔

☆ حدیث میں آگے لکھا ہے کہ اسی دوران حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک عجمی بادشاہ کی طرف سے بہترین ریشمی کپڑے کا جوڑا بطور ہدیہ پیش کیا گیا، تو آپ کے اصحاب اس کپڑے کی نرمی اور خوبصورتی دیکھ کر حیرانی کا اظہار کرنے لگے، آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کپڑے کی نرمی اور خوبصورتی پر کیا تعجب کررہے ہو؟ جنت میں سعد بن معاذ ﷺ کو جو رومال اور کپڑے ملے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ نرم اور خوبصورت ہیں۔

تم بھی دلوں کی بستی آباد کرو

اس لئے میرے بھائیو اگر تھوڑی سی محنت کرکے دل کو بنالیا جائے تو مرتے وقت اللہ کا سلام آئیگا، قبر جنت کا باغ بن جائیگی، حشر کے میدان میں رسول پاک ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی، ایسے لوگ جن کے دل صاف ہوگئے مجلی اور مصفی ہوں گے، وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

دوستو! دلوں کو سنوارنے کی فکر کرو، دلوں پر محنت کرو، دلوں کی دنیا کو

Scanned by CamScanner

اللہ کے ذکر سے آباد کرو، دل بن گیا تو سب کچھ بن گیا، دل بگڑ گیا، تو سب کچھ بگڑ گیا، پورا جسم دل کے تابع ہوتا ہے،

اسی لیے محبوب کبریاﷺ نے فرمایا: "اَلَا اِنَّ مُضْغَةً فِی الْجَسَدِ" سنو جسم میں ایک لوتھڑا ہے، "اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ" جب وہ صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے، "وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ" اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، "اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ" اور یاد رکھو وہ دل ہے۔

اللہ آپ کو بھی اور مجھ گنہ گار کو بھی، ہماری آنیوالی نسلوں کو بھی، دلوں پر محنت کی توفیق دے، دل میں اپنی محبت بسا دے، اور ہم سب کے دلوں کو اپنی محبت اور اپنی یاد سے سرشار فرمادے، ہمارے دلوں میں ایسی محبت پیدا فرمادے، جو دلوں سے نکلنے نہ پائے، اور اپنی یاد کے لیے ہم سبھوں کو قبول فرمالے۔

یاد میں تری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھربار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آمین ☆ آمین ☆ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقبول عمل کی پہچان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ. اَمَّابَعْدُ!

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ صلے وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ. (بینہ)

علم وعمل کی دنیا میں اس طرح گذارا کرتے ہیں
احسان سے مارا کرتے ہیں اخلاق سے جیتا کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

محترم بزرگو اور دوستو!

آج انسان اپنی زندگی میں طرح طرح کے عمل کرتا ہے، اچھے بھی کرتا ہے، برے بھی کرتا ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنے والے عمل بھی کرتا ہے، اور ناراض کرنے والے بھی، خلوص وللہیت کے ساتھ بھی عمل کرتا ہے، اور ریاکاری کے لیے بھی، اعلیٰ درجہ کے بھی کرتا ہے، متوسط اور گھٹیا درجہ کے بھی، گویا کہ یہ انسان مقبول اور غیر مقبول دونوں طرح کے عمل کرتا ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کے یہاں کون سے اعمال مقبول ہیں۔

حضرات گرامی........حق جل مجدہٗ وعم نوالہٗ کے یہاں عمل صالح کی قدر ہے، اور عمل صالح وہ ہے جس میں صحیح نیت بھی ہو، اخلاص بھی ہو، علم بھی ہو یعنی علم نبوت، اور صبر بھی ہو یعنی استقامت، اور مستقل مزاجی کے ساتھ دین پر قائم ہو، آیت شریفہ میں فرمایا جا رہا ہے، کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو نا قابل قبول ہو، اور پہلے نبیوں نے اپنی امتوں کو نہ دیا ہو، بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کو یہ حکم دیتے ہوئے چلے آئے، یعنی تین باتوں کا حکم سارے نبیوں نے دیا۔

تین باتوں کا حکم

اول حکم توحید خالص یعنی کہ صرف اللہ کی عبادت اور بندگی کریں، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یکسو ہو کر اس کی طرف رخ کر لیا، اور خالص اللہ ہی کی عبادت کی، دوسرا حکم یہ ہے کہ اہتمام سے نماز ادا کرو، تیسرا حکم زکوٰۃ ادا کرو، اب سوچنا یہ ہے کہ ہماری عبادت، نماز، زکوٰۃ، اللہ کے یہاں کب مقبول ہوتی ہیں، اور کب مردود ہوتی ہیں، کیونکہ اللہ کو مقبول عمل پسند ہے، مردود عمل پسند نہیں ہے، اس لیے مقبول عمل پہچاننے کی ضرورت ہے۔

مقبول عمل کی پہچان

گرامی قدر دوستو........مقبول عمل کے لیے تین شرطیں ہیں:

(۱) اخلاص نیت، (۲) اتباع سنت، (۳) توکل (یعنی خدا وندی)۔

جب انسان کوئی عمل کرتا ہے، تو اس کو چاہیے کہ اس عمل کو اخلاص کے ساتھ کرے، وہ عمل سنت کے مطابق ہو، پھر اس عمل کو اللہ کے سپرد کر دے، انشاء اللہ یہ عمل عند اللہ مقبول ہوگا، اور اگر عمل میں اخلاص، اتباع سنت اور توکل نہ ہو تو وہ عمل مردود ہوگا، چنانچہ غزوۂ بدر میں اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے اصحاب کا عمل (جہاد فی سبیل اللہ) اخلاص کے ساتھ تھا، اس وجہ سے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو کامیابی ملی، اور فتح مبین کا اعلان ہوا، کیونکہ تینوں شرطیں موجود تھیں، اخلاص بھی اعلیٰ درجہ کا......اتباع سنت بھی کامل و مکمل اور تفویض و توکل بھی مضبوط، آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر میں از اول تا آخر قدم قدم پر اللہ کی عنایتیں، نصرتیں، مددیں شامل حال رہیں۔

بدر میں پہلی مدد

سب سے پہلی مدد کا ذکر باری تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا:

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ". (سورۃ الانفال)

دوستو......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب قریش مکہ کا

Scanned by CamScanner

لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے مکہ سے نکلا تو ان کے دلوں پر ایک خطرہ یہ سوار ہو گیا کہ ہمارے قریب میں قبیلہ بنو بکر ہمارا دشمن ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مقابلہ کے لیے جائیں اور ہمارے پیچھے ہمارے گھروں اور بیوی بچوں پر چھاپہ مار دیں، گویا کہ یہ قریش مکہ دشمنان اسلام ابوسفیان کی فوج تیار ہو کر نکل تو کھڑے ہوئے مگر یہ خطرہ ان کے لیے زنجیر پا بنا ہوا تھا۔

شیطان کی مدد

اچانک شیطان سراقہ ابن مالک کی شکل میں آیا سراقہ ابن مالک اس علاقہ اور قبیلہ کا سب سے بڑا سردار تھا، جن سے حملہ کا خطرہ تھا، سراقہ نے آگے بڑھ کر قریشی نوجوانوں کو خطاب کیا اور دو طرح سے ان کو فریب اور دھوکہ میں مبتلا کر دیا، اور ان سے یوں کہا:

"وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ" آج تمام لوگوں میں تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں، مطلب یہ تھا کہ مجھے تمہارے فریق مخالف یعنی مسلمانوں کی جمعیت، قوت وطاقت کا بھی اندازہ ہے، جن کی تعداد تین سو تیرہ ہے، بے سروسامانی کا یہ عالم ہے کہ صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ ان کے پاس ہیں، اور میں تمہاری قوت وکثرت کو بھی دیکھ رہا ہوں، تم تعداد میں بھی زیادہ ہو، ہتھیاروں سے بھی لیس ہو، لوہے میں ڈوبے ہوئے ہو، اس لیے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، کہ تم بے فکر ہو کر آگے بڑھو، تم ہی غالب رہو گے، کوئی تمہارے مقابلہ پر غالب آنے والا نہیں۔

دوسرا دھوکہ شیطان نے یہ دیا کہ ان کفار قریش سے کہا: "اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ" میں تمہارا حمایتی اور حامی ہوں جو تمہیں بنو بکر وغیرہ کا خطرہ لگا ہوا ہے، تم بے فکر

رہو، یہ قریشِ مکہ سراقہ ابن مالک کی شخصیت سے خوب واقف تھے، اس لیے ان کے دل جم گئے، اور وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے، شیطان اپنے فریب میں کامیاب ہو گیا، قریش مکہ کو مقتل کی طرف یعنی مقام بدر میں بھیج دیا، چنانچہ مشرکینِ مکہ اور مسلمانوں کی دونوں جماعتیں آمنے سامنے مڈھ بھیڑ کے لیے تیار ہو گئیں، تو شیطان پچھلے پاؤں لوٹ گیا، قرآن مجید، فرقان حمید نے "فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ" میں بیان فرمایا ہے۔

غزوۂ بدر میں شیطانی لشکر

سراقہ ابن مالک جو شیطانی لشکر لے کر گیا تھا اور اپنے شیطانی لشکر کی قیادت کر رہا تھا تو اللہ نے ان کے مقابلہ کے لیے فرشتوں کا لشکر جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام کی قیادت میں بھیجا، سراقہ ابن مالک نے جب جبرئیل امین اور ان کے ساتھ فرشتوں کا لشکر دیکھا تو گھبرا اٹھا، اس وقت اس کا ہاتھ ایک جوان قریشی حارث ابن ہشام کے ہاتھ میں تھا، فوراً اس نے اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگنا چاہا حارث نے ٹوکا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ تو اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر حارث کو گرا دیا اور اپنے شیطانی لشکر کو لیکر بھاگ پڑا، حارث نے اسکو سراقہ سمجھتے ہوئے کہا، اے عرب کے سردار! سراقہ تو نے تو یہ کہا تھا کہ میں تمہارا حامی ومددگار ہوں، اور عین میدانِ جنگ میں یہ حرکت کر رہے ہو، تو شیطان نے بشکل سراقہ جواب دیا، "اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ط" میں تمہارے معاہدے سے بری ہوتا ہوں، کیونکہ میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جن کو تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ رہی ہیں، (فرشتوں کا لشکر) اور میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس لیے تمہارا ساتھ چھوڑتا ہوں، شیطان نے فرشتوں کا لشکر دیکھا تو سمجھ گیا

Scanned by CamScanner

کہ یہ فرشتے مسلمانوں کی مدد کو آرہے ہیں اور اب میری خیر نہیں ہے، کہیں میں قیامت سے پہلے ہی نہ پکڑ لیا جاؤں، بہر حال جب یہ دشمنانِ اسلام مکہ پہنچے، تو سراقہ کے پاس جا کر کہا کہ تو نے ہم کو شکست دلائی اس نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں میں میدان کارزار میں تمہارے ساتھ نہیں تھا، میں تو تمہاری شکست کی خبر بھی اب سن رہا ہوں، اس وقت ان دشمنانِ اسلام کو معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا، جو سراقہ کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، معلوم ہوا کہ اس طرح اللہ نے مسلمانوں کی ظاہر امداد فرمائی۔

دوسری اور تیسری مدد

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں ایک مدد یہ فرمائی جب آپ ﷺ اپنے رفقاء (حضرات صحابہ کرامؓ) کے ساتھ میدانِ جنگ میں پہنچے تو اچھا (اونچا) مقام کفارِ مکہ کے قبضہ میں آ چکا تھا، اور نچلا حصہ (ریت والا) جس میں چلنا بھی دشوار تھا، مسلمانوں کے ہاتھ آیا طبعی پریشانی اور فکر بڑھ گئی کہ کیا ہوگا، بعض لوگوں کے دلوں میں شیطان نے یہ وساوس بھی ڈالنے شروع کیے کہ تم لوگ اپنے کو حق پر کہتے ہو، اور اس وقت بھی بجائے آرام کرنے کے نماز تہجد وغیرہ میں مشغول ہو، مگر حال یہ ہے کہ دشمن ہر حیثیت سے تم پر غالب اور تم سے بڑھا ہوا ہے، ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک خاص قسم کی نیند مسلط فرما دی، جس میں ہر مسلمان کو خواہ اس کا ارادہ سونے کا تھا یا نہیں جبراً سُلا دیا، چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ غزوۂ بدر کی اس رات میں ہم میں سے کوئی باقی نہ رہا جو سو نہ گیا ہو، صرف رسول اللہ ﷺ تمام رات بیدار رہ کر صبح تک نماز تہجد میں مشغول رہے، ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ

کو بھی کسی قدر اونگھ آ گئی، مگر فوراً ہی ہنستے ہوئے بیدار ہو کر فرمایا: اے ابوبکرؓ خوشخبری سنو، جبرئیل علیہ السلام ٹیلہ کے قریب کھڑے ہیں، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ. (سورۃ قمر)

عنقریب دشمن کی جماعت ہار جائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔

پھر آپ نے مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ابو جہل کی قتل گاہ ہے یہ فلاں کی، یہ فلاں کی، چنانچہ ٹھیک اسی طرح واقعات پیش آئے۔

دوستو .... اللہ تعالیٰ نے اسی رات میں بہت تیز بارش بھیجی، جس نے میدان جنگ کا نقشہ بالکل پلٹ دیا، قریش مکہ نے جس جگہ پر قبضہ کیا تھا اس میں دلدل اور پھسلن ہو گئی، چلنا مشکل ہو گیا، اور جس جگہ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقیم تھے، ریت کی وجہ سے چلنا دشوار اور مشکل تھا وہاں بارش ہلکی ہوئی جس نے تمام ریت کو جما کر میدان کو نہایت ہموار، خوشگوار بنا دیا، نیز آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ.

(انفال)

اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اونگھ طاری کر رہا تھا، چین دینے کے لیے، اور تم پر پانی برسا رہا تھا تا کہ اس پانی سے تم کو پاک کر دے، اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے، اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے۔

☆ چوتھی مدد

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ معرکۂ بدر کے دن جب مکہ کے ایک ہزار جوانوں کا لشکر ٹیلہ کے پیچھے سے میدان میں آیا تو مسلمانوں کی قلت اور ضعف اور اپنی کثرت وقوت پر فخر کرتا ہوا، متکبرانہ انداز سے سامنے آیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ یہ تیرے جھٹلانے والے قریش فخر وتکبر کرتے ہوئے آرہے ہیں، آپ نے جو فتح کا وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اس کو جلد پورا فرما۔ (روح البیان)

تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ایک مٹھی خاک کی لے کر دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دیں، آپ نے ایسا ہی کیا، ابن حاکم نے بروایت ابن زید نقل کیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ مٹی اور کنکریوں کی مٹھی بھری، ایک لشکر کے داہنے حصہ پر، دوسری بائیں حصہ پر، اور تیسری سامنے کی جانب پھینک دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مٹھی بھر کنکریاں دشمنان اسلام کے لشکر پر اس طرح پھیل گئیں کہ لشکر کا کوئی آدمی باقی نہ رہا، جس کی آنکھوں میں اور چہروں پر یہ دھول اور کنکریاں نہ پہونچی ہوں، جس کا اثر یہ ہوا کہ پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، قرآن نے کہا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (الانفال)	سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے ان کو مارا ہے، اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان، بیشک اللہ ہے سننے والا جاننے والا۔

☆ پانچویں مدد

رسول اکرم ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ رفقاء کی تعداد ۳۱۳ ہے اور وہ بھی اکثر غیر مسلح ہیں اور مقابلہ میں ایک ہزار جوانوں کا مسلح لشکر ہے تو اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں نصرت وامداد کے لیے ہاتھ اٹھائے، آپ دعا مانگتے تھے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ آمین کہتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی دعاء کے یہ کلمات نقل فرمائے ہیں:

☆ یا اللہ مجھ سے جو وعدہ آپ نے فرمایا ہے اس کو جلد پورا فرما۔

☆ یا اللہ اگر یہ تھوڑی سی جماعتِ مسلمین فنا ہوگئی تو پھر زمین میں کوئی تیری عبادت کرنے والا باقی نہیں رہے گا، کیونکہ ساری زمین کفر وشرک سے بھری ہوئی ہے، یہی چند مسلمان ہیں جو صحیح عبادت بجالاتے ہیں۔

☆ آنحضرت ﷺ برابر اسی طرح الحاح وزاری کے ساتھ دعاء میں مشغول رہے، یہاں تک کہ آپ کے شانوں سے چادر بھی سرک گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر چادر اڑھادی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ زیادہ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ کی دعاء ضرور قبول فرمائیں گے، اور اپنا وعدہ پورا فرمائیں گے، اللہ نے آپ کی دعاء کا اس طرح تذکرہ فرمایا:

"اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ". (الانفال)

کہ ہم نے تمہاری فریاد سن لی، اور تمہاری دعاء قبول کی، اور وعدہ فرمایا کہ ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا، جو لگاتار یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں گے۔

Scanned by CamScanner

چنانچہ اولاً ایک ہزار فرشتوں سے مدد کا وعدہ فرمایا، پھر تین ہزار ہوگئے، پھر پانچ ہزار ہوگئے، قرآن نے کہا: "اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ".

(آل عمران)

آیات سے پتہ چلتا ہے کہ جتنی مدد کی ضرورت ہوگی اللہ تعالیٰ اُتنی ہی فرشتوں کی تعداد میں اضافہ فرماتے رہیں گے۔

جس درجہ کا اخلاص، صبر وتقوی، توکل واعتماد ہوگا، اسی درجہ کی مدد آئے گی، چنانچہ غزوۂ بدر میں اخلاص وللٰہیت ہی کا اثر رہا ہے، کہ فرشتے مدد کے لیے کھڑے رہے، کبھی سامنے سے ظاہر ہوکر، کبھی آواز سے، کبھی کسی اور طریقہ سے، چنانچہ اللہ نے فرشتوں سے فرمایا:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ. (انفال) ان کی گردنوں کو مارو، اور ان کے پور پور پر مارو۔

احادیث میں ہے کہ فرشتے نے کسی مشرک پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا تو اس کا سر خود ہی بدن سے جدا ہوگیا، بعض صحابہ نے حضرت جبرئیل امین کی آواز بھی سنی، "اَقْدِمْ حَیْزُوْم" فرمارہے ہیں، اور بعض لوگوں نے خود ملائکہ کا مشاہدہ بھی کیا ہے، کہ سفید عمامے باندھے ہوئے ہیں۔

فرشتوں کی امداد کا مقصد

دوستو...... یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو وہ طاقت بخشی ہے کہ ایک ہی فرشتہ پوری بستی کا تختہ الٹ سکتا ہے، جیسا کہ قوم لوط کی زمین تنہا جبرئیل امین نے الٹ دی تھی، تو پھر فرشتوں کی اتنی بڑی تعداد

ہزار، تین ہزار، ۵ ر ہزار، بھیجنے کی کیا ضرورت، اس کا جواب اللہ نے اپنے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: "وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ" (انفال)

فرشتوں کے بھیجنے میں مقصد ...... اللہ کا میدان جنگ ختم کرانا نہیں ہے، بلکہ مجاہدین مسلمین کی تسلی اور تقویت قلب اور بشارت فتح دینا مقصود ہے، نیز مسلمانوں کے قلوب کی تثبیت اور جماؤ مقصود تھا۔

دوستو......... انسان محسوسات کا عادی ہے، اس لیے برائے نام فرشتوں کا بہانہ بنادیا گیا، یا فرشتوں کو ظاہری سبب بنایا گیا، یا مسلمانوں کا جوش بڑھانے کے لیے فرشتوں کی کمک اور فوج بھیجی گئی، اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے لشکر سے ملک فتح کراتے تو دنیا میں کفر کا اور کافر کا نام ونشان تک بھی موجود نہ رہتا، حکومت وسلطنت تو رہی درکنار اس کی طاقت تو بہت بڑی ہے، وہ تو بغیر فرشتوں کے بھی فتح ونصرت دے سکتا ہے، اور فرشتوں کی مدد بھی اسی کے تابع ہے، اس لیے مسلمان کی نظر صرف اسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف ہٹنی چاہیے، کیونکہ وہ بڑی قدرت اور حکمت والا ہے۔

اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے

حضرات گرامی!

اللہ کی ایک عادت ہے، اور ایک قدرت ہے، بعض امور تو وہ اپنی قدرت یعنی بغیر اسباب کے مہیا فرمادیتے ہیں، اور بعض امور اپنی عادت یعنی اسباب کے ساتھ پورے فرماتا ہے، (کچھ امور تو تشریعی طور پر اور کچھ تکوینی طور پر)، چنانچہ اللہ نے اپنی قدرت کے سبب غزوۂ بدر میں ایک مدد یہ فرمائی کہ ابوجہل اللہ سے خود یہ دعا مانگ رہا ہے، اے اللہ جو ہم میں سے

Scanned by CamScanner

قرابتوں کا قطع کرنے والا، اور شریعت کے خلاف کام کرنیوالا ہو اس کو ہلاک فرما، اور ہم میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو آج اس کو فتح و نصرت دے، اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (سورۃ الانفال)	اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو دیکھ لو تمہارے سامنے فتح آ گئی اب اگر آئندہ کو باز آ گئے تو تمہارے لیے بہتر ہے اور تمہاری جماعت ذرہ برابر تمہارے کام نہ آئیگی،

اگرچہ وہ جماعت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اور تحقیق اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

چنانچہ غزوۂ بدر میں مکمل طور پر حضرات صحابۂ کرام ﷺ نے اخلاص...... اتباع سنت، تقویٰ و توکل پر عمل کر کے دکھا دیا، اس لیے اللہ نے اس عمل کو مقبول فرمایا اور فتح مبین سے نوازا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جنگ احد میں خاص ہدایات

توحید کے متوالو اور سنت کے شیدائیو، تقویٰ اور توکل کو زندگی میں لانیوالو، سنو............ اگلے سال شوال ۳ھ میں غزوۂ احد پیش آیا اس میں مسلمانوں کو بجائے فتح کے شکست ہوئی، شکست کا سبب اتباع سنت کا مفقود ہونا تھا، نبی صلی ﷺ نے جو ہدایات اور نظام قائم کیا تھا اس پر حضرات صحابہ ﷺ پورے نہ اتر سکیں اس لیے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے میدان جنگ میں پہونچنے کے بعد بنفس نفیس فوجی قاعدے سے صفیں ترتیب دیں صف آرائی اس طرح کی کہ احد کو پشت کی جانب رکھا، حضرت مصعب ابن عمیر ﷺ کو جھنڈا عنایت کیا، حضرت زبیر ابن عوام ﷺ کو افسر مقرر کیا، حضرت حمزہ ﷺ کو اس فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے، پشت کی طرف سے احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے آئینگے، اس لیے حضرت عبداللہ ابن جبیر ﷺ کو پچاس تیر اندازوں پر افسر مقرر فرمایا، اور یہ ہدایت فرمائی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں بلکہ اپنی جگہ قائم رہیں، اور لڑنے والوں کی فتح و شکست سے تعلق نہ رکھیں، تم غالب آ جاؤ یا مغلوب ہو جاؤ۔

چنانچہ ہوا یہ کہ جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کا پلہ بھاری ہو گیا، یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں ابتری پھیل گئی، مسلمان سمجھے کہ فتح ہو گئی، ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے، اب بلا ضرورت یہاں کھڑے رہنے سے کیا فائدہ، اس سے بہتر ہے کہ مال غنیمت جمع کرنیکا ثواب......... لگے ہاتھوں حاصل کر لیا جائے کہ: "ہم خرما و ہم ثواب" کے مصداق ہو جائیں، اس لیے دوسری طرف متوجہ ہو گئے، صرف عبداللہ بن جبیر ﷺ گیارہ ساتھیوں کے ساتھ مورچہ پر ڈٹے رہے، لیکن خالد کے لشکر کا ریلہ نہ روک سکے، اور مورچہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا، اب آگے بھی کفار پیچھے بھی کفار، آنحضرت ﷺ پر تیروں اور پتھروں کی بوچھار ہوئی، یہاں تک کہ دندان مبارک شہید ہو گیا، پیشانی پر زخم آیا، چہرۂ انور میں خود کی کڑیاں گھس گئیں، اسی افراتفری میں ایک گڑھے میں گر کر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے، اسی غل غپاڑہ میں کسی نے پکار کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ خاکم بدہن شہید ہو گئے۔

Scanned by CamScanner

اس وحشت ناک خبر نے مسلمانوں کے رہے سہے ہوش وحواس، ثبات واستقلال کو متزلزل کر کے رکھدیا، اور جو جہاں تھا وہیں سراسیمہ ہوکر رہ گیا، الحاصل یہ کہ جنگ احد میں نبی کریم ﷺ کی ہدایت پر عمل نہ ہونے کی بنا پر شکست ہوگئی، مال غنیمت کا حاصل کرنا بری چیز نہیں تھی، مگر نبی ﷺ کے حکم کی مخالفت ہو رہی تھی، اتباع سنت میں کمی واقع ہو رہی تھی، اس لیے اللہ نے گوارا نہ کیا، کہ میرے حبیب ﷺ کی مخالفت ہو، جنگ کا پانسہ ہی پلٹ کر رکھ دیا، معلوم ہوا کہ مقبول عمل کے لیے اتباع سنت ضروری ہے۔

دوستو...... ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے، کہ نعوذ باللہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے احکام کی مخالفت کی، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لغزش ہوگئی، بھول چوک ہوگئی، اجتہادی غلطی ہوگئی، بتقاضۂ بشریت مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے۔ (مقرباں را بیش بود حیرانی والا معاملہ ہوگیا)۔

اتباعِ سنت کے بغیر عمل مقبول نہیں

دوستو......... یاد رکھو اگر ہمارا عمل سنت کے خلاف ہے، ہماری عبادت سنت کے خلاف ہے، ہماری نمازیں سنت کے خلاف ہیں، ہماری ادائیگی زکوٰۃ سنت کے خلاف ہے، ہمارا رہن سہن، لین دین، سنت کے خلاف ہے، تو سمجھو ہمارا یہ عمل عند اللہ مقبول نہیں ہے، بلکہ مردود ہے۔

☆ مثلاً ہم ظہر کے چار فرض کے بجائے پانچ یا تین فرض پڑھنے لگیں، اور یہ سمجھیں کہ پانچ میں اور زیادہ ثواب ملیگا، مگر ہرگز نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے چار فرض پڑھے ہیں، اس لیے چار ہی پڑھنے ہوں گے، یہی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوں گے۔

☆ ایک آدمی پیشاب پاخانے کے لیے بیت الخلا میں جاتا ہے اگر وہ

پہلے بایاں پاؤں داخل کرے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالیں، دعا پڑھ کر داخل ہو، دعا پڑھ کر نکلے، تو ہمارا یہ معمولی عمل بھی عند اللہ مقبول ہو جائیگا، شیطانی وساوس سے محفوظ رہیگا، داخل ہونے کی دعا "اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" اور نکلتے وقت "غُفْرَانَکَ" کہے یا یہ دعا پڑھ لے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ" یا دونوں پڑھ لے۔

دوستو.............. بہت سی چیزیں معمولی سی لگتی ہیں، بے وزنی معلوم ہوتی ہیں، ہمیں ان کی قدر دانی کی فکر نہیں ہوتی حالانکہ ان کے عمل کرنے پر بے انتہاء فوائد اور ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

☆ مثلاً شوہر اپنی بیوی سے جب صحبت (ہمبستری) کرتا ہے، تو سنت کی طرف بالکل بھی خیال نہیں کرتا، حالانکہ صحبت کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی سے صحبت (ہمبستری) کرے، اس وقت دونوں کو چاہیے وہ اپنی نیت درست کریں، کہ ہم ہمبستری اس لیے کر رہے ہیں کہ اللہ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے، اور اس عمل کے ذریعہ نیک صالح اولاد عطاء فرمائے، جو دین وسنت کے زندہ کرنے کا سبب بنے، ہماری نجات کا ذریعہ ہو، اور اس وقت یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا.	اے اللہ تو شیطان کے شر سے ہم کو بچا اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی بچا۔

☆ بخاری ومسلم میں اس دعا کے بعد منقول ہے کہ جب وہ بچہ پیدا ہوگا، تو انشاء اللہ وہ ہمیشہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

☆ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ہمبستری

Scanned by CamScanner

کرتے وقت خدا کا ذکر نہ کرے، یعنی یہ دعا نہ پڑھے، تو شیطان اس پر اپنا اثر دکھاتا ہے، بالکل مرد ہی کی طرح اس عورت سے وہ ہمبستری کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے نطفہ سے پیدا ہونے والی اولاد میں شیطان بھی شریک ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں باری تعالیٰ عز اسمہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ. (بنی اسرائیل)

اور ساجھا کرلے ان کے مال میں اور اولاد میں بھی۔

یہی وجہ ہے کہ آج کل ہماری نسلوں میں جو عام بے راہ روی، فتنہ وفساد اور مختلف قسم کی برائیاں پائی جاتی ہیں وہ اسی اجنبی خون کی شرکت کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ امین۔

☆ اسی طرح آدمی جب لیٹنا چاہے، تو اسے اتباع سنت کا خیال رکھنا چاہیے، ہاں اگر ہم لوگ چت لیٹ جائیں تو یہ بھی لیٹنا ہی کہلاتا ہے اور بائیں کروٹ پر لیٹ جائیں تو یہ بھی لیٹنا ہی ہے، ہاں اگر ہم داہنی کروٹ پر لیٹیں تو یہ لیٹنا سنت کے مطابق ہوجاتا ہے، اس لیٹنے پر ثواب مرتب ہوگا، اور یہ عمل عند اللہ مقبول ہوگا۔

☆ اسی طرح ہم لوگ جب کھانا کھائیں تو دسترخوان بچھا کر اور "بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ" پڑھکر داہنے ہاتھ سے کھائیں اور اپنے آگے سے کھائیں، "سبحان اللہ، الحمد للہ"، دورانِ لقمہ کبھی کبھی پڑھتے رہیں، ادب وسلیقہ کو ملحوظ رکھیں، کھانے کی، پینے کی، سونے کی، جاگنے کی اور لباس پہننے کی سنتوں کا اہتمام کریں تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ہمارے یہ اعمال عند اللہ مقبول ہوجائیں گے۔

دوستو.......... آج کل ہمارے اعمال اخلاص سے، اتباع سنت

سے خالی ہوتے ہیں اور ہم اس کو کمال اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی تصور کرتے ہیں، حالانکہ یہ بڑے ہی خسارہ اور نقصان کی دلیل ہے۔

رزق کی فراوانی مقبولیت کی دلیل نہیں ہے

جیسے ایک امیر رئیس آدمی ہے اس کے یہاں رزق کی فراوانی بھی ہے حشم وخدم، شان وشوکت کا مالک بھی ہے مگر اس کی زندگی کے افعال، اعمال، اخلاق اتباع سنت سے خالی ہیں، یاد رکھئے یہ اللہ کی طرف سے استدراج اور ڈھیل کی علامت ہے، عند اللہ یہ رزق کی فراوانی، خدم وحشم، شان وشوکت مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔

جو شخص متبعِ سنت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب ہے

کمالات اشرفیہ میں لکھا ہے کہ درود شریف جس قدر پڑھا جائے موجب برکت ہے، بہت سے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جتنا کثرت سے درود پڑھا جائے گا اُتنا ہی وہ حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا خواہ وہ متبعِ سنت ہو کہ نہ ہو حالانکہ یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے۔

دوستو...... غور سے سنو اگر کوئی آدمی عمر بھر بھی حضور ﷺ کی زیارتِ منامی سے مشرف نہ ہو مگر وہ متبعِ سنت ہو تو وہ شخص رسول اللہ ﷺ کا محبوب ہے اور جو شخص روزانہ تمام شب مشرف بزیارت رہتا ہو، مگر اتباع سنت سے محروم ہو تو وہ شخص حضور اقدس ﷺ کے نزدیک مبغوض ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلند مقام کا سبب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلند مقام کا سبب بھی دو ہی چیزیں تھیں اخلاص اور حسنِ عمل، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام مخلص بھی اعلیٰ درجہ کے تھے اور

Scanned by CamScanner

محسن (یعنی متبع شریعت) بھی اعلیٰ درجہ کے تھے آپ کسی سے لیتے نہیں تھے، بلکہ دیتے تھے، اللہ کے علاوہ کبھی کسی سے سوال نہیں کرتے تھے، اسی لیے اللہ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا، خلیل کہتے ہیں جس کی محبت میں کوئی خلل نہ ہو۔

القاب من جانب اللہ ملتے ہیں

اللہ نے ہر نبی کو اس کے مقام ومنصب کے لائق مُناسب خطابات دیئے ہیں، کسی کو صفی اللہ، کسی کو نجی اللہ، کسی کو کلیم اللہ، کسی کو روح اللہ، کسی کو ذبیح اللہ، کسی کو خلیل اللہ، آپ کو بھی خلیل اللہ اور حبیب اللہ اور "وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ" (انبیاء) کا لقب ملا، حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حکیم الامت کا لقب کہاں سے ملا تو آپ نے فرمایا ایک دفعہ دہلی کے کسی مکتبہ والے نے لکھا تھا، حکیم الامت مجدد الملت اس وقت سے ہی یہ لقب پڑ گیا، یہ سب اخلاص اور اتباع سنت کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

توکل کسے کہتے ہیں

گرامیٔ قدر حضرات!

خلوص وللہیت اور اتباع سنت کے ساتھ ساتھ توکل پر بھی نظر رکھنی چاہیے، توکل کہتے ہیں کہ انسان اپنے معاملات اور کاموں کو خدا کے سپرد کردے اور رضائے الٰہی پر کامل اعتماد کرے، کہ جو کچھ تقدیر میں لکھ دیا گیا وہ مٹ نہیں سکتا۔

دوستو................توکل دین کے ہر ہر شعبہ میں جاری ہوگا خواہ اعتقادات وعبادات ہوں، یا معاملات واخلاقیات ہوں، جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں تو تینوں شرطوں کو ملحوظ رکھیں (۱) اخلاص بھی ہو یعنی محض اللہ کی خوشنودی کے لیے نماز پڑھے اپنی ذاتی غرض اور مفاد پیش نظر نہ ہو، نشو ونما، اور ریاکاری

کے لیے نہ ہو، (۲) اتباع سنت بھی ہو یعنی نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر نماز پڑھیں، نبی نے جس طرح قیام کیا اسی طرح ہم بھی قیام کریں، نبی ﷺ نے جس طرح رکوع، سجود، قعود کیا اسی طرح ہم بھی کریں، اس کے بعد پھر اپنی اس نماز کو اللہ کے سپرد کردیں، کہ اے اللہ میں نے خلوص وللّٰہیت، اور اتباع سنت کا مکمل دھیان رکھا ہے، اب اس فریضہ کو آپ کے سپرد کرتا ہوں، آپ اس کو قبول فرمالیں، انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ہماری یہ نماز عنداللہ مقبول ہوگی۔

اسی طرح حج، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کی ادائے گی کے بعد اس فریضہ کو اللہ کے سپرد کردیں، انشاء اللہ مقبول ثمرات ظاہر ہوں گے۔

حیرت انگیز واقعہ

توکل کی تائید میں ایک حیرت انگیز واقعہ آپ لوگوں کو سناتا ہوں تاکہ عبرت حاصل کرنے میں آسانی پیدا ہوجائے۔

سنو...... مشکوٰۃ میں روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ نے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور اس نے گھر والوں پر محتاجگی اور فقر وفاقہ کے آثار دیکھے تو وہ یہ دیکھ کر اپنے خدا کے حضور اپنی حاجات پیش کرنے اور خلوص ومحبت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں عرض ومناجات کرنے کے لیے جنگل کی طرف چلا گیا، حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق مانگنا شروع کیا، ادھر بیوی نے جب یہ دیکھا کہ شوہر کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور مارے شرم کے وہ گھر سے باہر چلا گیا، تو وہ اٹھی اور چکی کے پاس گئی، اور اس نے چکی کو پاک صاف کرلیا اس امید سے کہ شوہر باہر سے کچھ لے کر آئیگا میں اسکو پیس کر روٹی بنالوں گی وہ عورت تنور کے پاس گئی، اور تنور کو گرم کیا، اور خدا سے دعا کی الٰہی ہم تیرے محتاج ہیں، تیرے غیر سے ہم نے اپنی امید منقطع کرلی ہے، تو خیر الرّازقین ہے، اپنے پاس سے ہمیں رزق عطا فرما، اس کے

Scanned by CamScanner

بعد وہ چکی کے پاس جا کر دیکھتی ہے کہ چکی کا گرائنڈ یعنی (نالی) آٹے سے بھری ہے، راوی کہتے ہیں کہ جب وہ عورت آٹا گوندھ کر تنور کے پاس گئی تا کہ روٹی پکائے تو تنور میں روٹیاں خود بخود پک رہی تھیں، اللہ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے، کچھ دیر کے بعد جب خاوند عرض ومناجات اور دعا سے فارغ ہو کر گھر آیا تو بیوی سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تمہیں کسی سے کچھ غلہ وغیرہ مل گیا تھا، جو تم نے یہ روٹیاں تیار کر رکھی ہیں، بیوی نے کہا ہمیں خدا کی طرف سے ملا ہے، یعنی عام طریقہ کے مطابق کسی انسان نے ہمیں نہیں دیا ہے، بلکہ یہ رزق محض غیب سے اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے، خاوند نے جب یہ سنا تو بہت تعجب کیا اور وہ چکی کے پاس گیا اور چکی کو اٹھا کر دیکھا کہ آخر اس میں آٹا کہاں سے آرہا ہے، یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے سن کر فرمایا: سنو اگر وہ شخص اس چکی کو نہ اٹھاتا تو وہ چکی مسلسل قیامت کے دن تک گردش میں رہتی، اور اس سے آٹا نکلتا رہتا۔

میرے محترم ساتھیو!

یہ ہے اخلاص اور اتباع سنت اور توکل والے عمل کی برکت، کہ اللہ نے غیب سے رحمتوں کے دروازے کھول دیئے، بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو بہانہ بنادیتے ہیں، جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے پاؤں کو بیت اللہ کے سامنے زمین پر مار رہے تھے، کہ پانی کا چشمہ جاری ہوگیا، جسے آب زمزم کہتے ہیں، آج ساری دنیا سیراب ہو رہی ہے، اسی طرح اگر یہ چکی اٹھائی نہ جاتی شاید اسکے آٹے سے ساری دنیا سیراب ہو جاتی، ساری دنیا فائدہ اٹھاتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر ہر عمل میں اخلاص، اتباع سنت اور توکل علی اللہ کا خوگر بنادے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

وما توفیقی الا باللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی کے چھ سفر

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم امابعد!

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم كُنْ فِی الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ. (بخاری)

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بہ انداز بہار آئی ہے

انسان ایک مسافر ہے

محترم بزرگو اور دوستو!

آقائے مدنی سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں اس طرح زندگی گذارو جیسا کہ ایک مسافر ہوتا ہے، مختصر سامان سفر جو نہایت ضروری ہو ساتھ رکھتا ہے، اسٹیشن یا سرائے میں تھوڑی دیر قیام کرتا ہے، پھر روانہ ہو جاتا ہے، جب آدمی ۴۸ میل کی نیت سے گھر سے روانہ ہوتا ہے، تو وہ مسافر بن جاتا ہے، اگر وہ پوری زندگی بھی سفر میں رہے اور پندرہ روز بھی ٹھہرنے کی نیت نہ کرے تو وہ مسافر ہی رہیگا، جب تک کہ لوٹ کر اپنے گھر جو اس کا آبائی وطن (اصلی وطن) ہے، رہنے سہنے کا ٹھکانہ ہے، نہیں آئیگا، مسافر ہی رہیگا۔

وطن اصلی

میرے عزیزو......... ہم سب مسافر ہیں کیونکہ ہمارے جد امجد سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنی قدرت سے پیدا کیا، اور جنت میں رہنے کا ٹھکانہ دیا، "وَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا" (القرآن) ہم نے کہا اے آدم تیرا اور تیری بیوی کا ٹھکانہ جنت ہے، اس میں رہو سہو، جہاں سے مرضی ہو کھاؤ پیو، جنت تمہاری ہے لیکن اسباب پیدا ہوئے اور پھر جنت سے سفر کر کے انسان دنیا میں آ گیا، اس اعتبار سے جنت ہمارا وطن اصلی (آبائی وطن) ہے، اور جنت بنی ہی ہمارے لیے ہے، اب جب تک لوٹ کر جنت میں نہ چلیں جائیں گے ہم حالت سفر میں ہیں۔

انسان کا پہلا سفر

میرے بھائیو......... علامہ ابن جوزیؒ بحر الدموع نامی ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ انسان کی زندگی کے چھ سفر ہیں، پہلے سفر کا نقشہ قرآن کریم نے اس طرح کھینچا ہے: "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ" (اعراف) اور ان سے اس وقت کا واقعہ ذکر کیجئے جب کہ آپ کے رب نے عالم ارواح میں سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے خود ان کی اولاد کو اور اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا، اور ان کو سمجھ عطا کر کے ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا، کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے اس عقل خداداد سے حقیقت امر کو سمجھ کر جواب دیا، کہ کیوں نہیں واقعی آپ ہمارے رب ہیں، حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور دیگر مخلوقات حاضر تھیں سب کو گواہ بنا کر سب کی طرف سے فرمایا ہم سب اس واقعہ کے گواہ ہیں اور یہ اقرار اور یہ شہادت سب اس لیے ہوا تا کہ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے، یہ انسان کا پہلا سفر ہے، کہ اللہ رب العزت نے اول سے آخر تک جتنے بھی انسان آنے والے تھے سب کو چیونٹیوں کی شکل میں نکالا سب نے اللہ کو پہچانا پھر سوال کیا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب سے پہلے ہمارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جواب دیا بے شک آپ ہمارے رب ہیں، پھر ساری مخلوق نے کہا واقعی آپ ہمارے رب ہیں، اب دنیا میں جو بھی آتا ہے، وہ مسافر ہوتا ہے،

اور مسافر کے گھر پیدا ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ "کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ" بچہ کسی مسلمان کے گھر پیدا ہو یا کافر کے، اسی اقرار وفطرت پر پیدا ہوتا ہے، پیدا ہونے کے بعد والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، ورنہ اس کی فطرت وہی دین حنیف ہے، وہی اقرار واعتقاد ہے، اس کے بعد اللہ نے انسانوں پر اپنا یہ فضل فرمایا کہ اس پہلے سفر کے عہد کو یاد دلانے کے لیے پیغمبر بھیجے، قرآن پاک اور دوسری کتابیں نازل فرمائیں، اب قیامت کے دن کوئی عذر نہیں چلے گا، اور یہ کہنا عذاب سے نجات نہیں دیگا کہ ہم تو بے خبر تھے، "اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غَافِلِیْنَ".

انسان کا دوسرا سفر

انسان کا دوسرا سفر اس وقت شروع ہوتا ہے جب نطفہ باپ کی صُلب سے نکل کر رحمِ مادر میں آجاتا ہے، اس سفر کی مدت عام طور سے نو مہینے ہوتی ہے، اللہ کی قدرت دیکھئے کہ پانی کے ایک قطرہ پر کیا جلوہ گری فرمارہے ہیں، نہ ماں کو پتہ نہ باپ کو پتہ، کب یہ قطرہ خون بستہ ہوا، کب گوشت کا لوتھڑا ہوا، کب ہاتھ پیر بنے، کب اس جسم کے دوسرے انمول اجزاء بنے، شیخ سعدیؒ نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔

دہد نطفہ را صورت چوں پری
کہ کردست بر آب جلوہ گری

دو قطرے بڑے قیمتی ہیں

حق تعالیٰ شانہٗ نے پانی کے دو قطروں کو بڑا قیمتی بنایا ہے، ایک قطرہ وہ جو ابرِ نیساں (برسنے والا بادل) سے برس کر صدف میں بند ہوگیا، اور ایک

قطرہ وہ جو رحمِ مادر میں جا کر بند ہوگیا۔

ازاں قطرہ لولوئے لالہ کند
وزیں صورتے سروبالا کند

جو قطرہ صدف میں بند ہوا، اس کا تو قیمتی موتی بن گیا، اور دوسرے قطرے سے انسان پیدا ہوا، پری سا چہرہ عطا کیا، حسین وجمیل نقش ونگار سے چہرہ کو آراستہ کیا، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عالمِ شکم کی مدت پوری کر کے انسان نے اِس عالمِ دنیا اور اِس عالمِ رنگ وبو میں قدم رکھا، ماں کے پیٹ سے دنیا کے پیٹ میں آگیا۔

انسان کا تیسرا سفر دنیا کے لیے

اب تک کے سفر غیر اختیاری تھے، دنیا میں آکر انسان شریعت کا مکلّف ہوگیا، اب قدم قدم پر امتحان ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ	موت وحیات ہے ہی اس لیے
لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً.	کہ انسان کو آزمایا جائے، اور دیکھا جائے کہ کون نیک عمل کرتا ہے۔

انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض بنا کر پیدا نہیں کیا، اس کو ارادہ کا اختیار دیا، ہدایت اور گمراہی کے راستے کھول کھول کر بیان کئے، یہ تیسرا سفر سب سے اہم سفر ہے، تمام اسفار کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب ہے، اس پوری کائنات کے تانے بانے کا مقصد یہی سفر ہے، پہلے دو سفر اس سفر کی وجہ سے ہوئے، اور آنیوالے تین سفر اسی سفر کی کارکردگی پر منحصر ہیں، جیسا یہ سفر ہوگا آنیوالے سفروں میں راحت وآرام یا ناقابلِ بیان تکالیف.............. وہ اسی سفر پر

منحصر ہیں، اگر دنیا میں آ کر اپنے مقصد حیات کو سامنے رکھ کر مرضی مولا کے مطابق زندگی گذاری، شریعت کی روشنی میں شاہراہ زندگی پر چلتا رہا، تو باری تعالیٰ دونوں جہاں میں عزت کی زندگی عطا فرمائیں گے:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا. (نساء)	مومن مرد ہو یا عورت جو بھی عمل صالح کرے گا، اللہ پاک فرماتے ہیں، ہم اُن کو جنت میں داخل کریں گے، اور ان کا حق ضائع نہیں ہوگا تل بھر بھی۔

جو اس سفر میں تقویٰ کے ساتھ چلے گا، اس کے لیے خوش خبری ہے،

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ"

جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اور پرہیزگار بن کر رہے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہم اسے ہر تنگی سے نکال دیں گے، ایسے مقام سے روزی عطا کریں گے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا، اگر ہم نے اس سفر کو کھانے پینے اور سونے کی نذر کر دیا تو پھر نہ یہاں سکون، نہ وہاں سکون، عقلمند آدمی وہی ہے، جو اس دنیا میں رہ کر آخرت کو کامیاب بنالے۔

سلمان فارسیؓ اور فکر آخرت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے، کسی نے کہا رونے کی کیا بات ہے؟ تم جا کر حضور پاک ﷺ سے ملو گے، آپ کا وصال اس حال میں ہوا تھا کہ وہ تم سے راضی تھے اور تم ان سے، .... فرمانے لگے میں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں، نہ دنیا چھوٹ جانے کے غم سے، بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہم سے

ایک عہد لیا تھا، کہ ہم دنیا سے صرف اتنی ہی ضرورتیں پوری کریں جتنا کہ ایک مسافر توشہ رکھتا ہے، میں اس عہد کو پورا نہ کر سکا، اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، گھر کا سامان دیکھا گیا تو وہ دس درہم سے کچھ زائد تھا، یہ تھی وہ کل کائنات جس کی زیادتی پر وہ رو رہے تھے، مؤرخین نے ان کی وفات سے پہلے کا ایک حال لکھا ہے، کہ انہوں نے تھوڑا سا مشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ اس کو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو، کیونکہ میرے پاس ایک ایسی جماعت آرہی ہے، جو نہ انسان ہے نہ جن (فرشتے)۔

گناہ سے توبہ کرو

حاضرین گرامی!

یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اس تیسرے سفر کے ایک ایک سانس کو آخرت کے لیے گذار دیا پھر بھی رو رہے تھے، کہ ہماری پوری زندگی غفلت میں گذر گئی۔

دوستو............ اللہ پاک روزانہ اعلان کرتے ہیں اے دن کے گنہ گار رات ہونے سے پہلے توبہ کر، اور اے رات کے گنہ گار دن ہونے سے پہلے توبہ کر، اپنے گناہوں پر ندامت کے ساتھ رو، گناہوں کو چھوڑ اور آئندہ کے لیے پختہ عزم کر لے کہ اللہ کو ناراض نہیں کروں گا، ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچوں گا۔

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
ایک بار خطا ہوجاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

جو آدمی آخرت کی فکر اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے غموں سے بے فکر کر دیں گے، اگر دنیا کی فکر کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا تو اللہ کو پروا نہیں کونسی وادی میں جا کر ہلاک ہو جائے، کس سنامی طوفان میں غرق ہو جائے۔

Scanned by CamScanner

تیرے غم کی جو دولت ہے
غم دوجہاں سے فراغت ہے

حضرت بہلول کوایک بچے کی نصیحت

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں: کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی سڑک پر جارہا تھا راستہ میں چند لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے، اور ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا رورہا تھا، مجھے یہ خیال ہوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں، یہ ان کی وجہ سے رورہا ہے، میں نے اس سے کہا بیٹا میں تجھے اخروٹ اور بادام خرید کردوں گا، تو بھی ان سے کھیلنا، اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کر کہا ارے بیوقوف کیا ہم کھیلنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں، میں نے کہا پھر کس کام کے لیے پیدا ہوئے ہیں، کہنے لگا علم حاصل کرنے کے لیے، اور عبادت کرنے کے لیے، میں نے تعجب سے اسے دُعا دی، کہ اللہ جل شانہٗ تیری عمر میں برکت کرے، تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی، کہنے لگا حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: "اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ" (مؤمنون) کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار ہی پیدا کردیا ہے، اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے، میں نے کہا بیٹا تو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے، مجھے کچھ نصیحت کر، اس نے چار شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے، آج یہ گیا، کل وہ گیا، ہر وقت چلنے کے لیے دامن اٹھائے دوڑ کے لیے تیار رہتی ہے، بس نہ تو دنیا کسی زندہ کے لیے باقی رہتی ہے، اور نہ کوئی زندہ دنیا کے لیے باقی رہتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں، جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں، بس کر بے وقوف جو دنیا

کے ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، ذرا غور کر اور دنیا سے اپنے لیے کوئی آخرت میں کام آنے والی اعتماد کی چیز لے لے، یہ اشعار پڑھ کر اس لڑکے نے آسمان کی طرف منہ کیا، اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اس کے رخساروں پر جاری تھی، اور پھر یہ دو شعر پڑھے۔

يَا مَنْ اِلَيْهِ الْمُبْتَهِلِ
يَا مَنْ عَلَيْهِ الْمُتَّكِلِ
يَا مَنْ اِذَا مَا آمِلٍ
يَرْجُوْهُ لَمْ يَخُطَّ الْاٰمَلِ

اے وہ پاک ذات جس کی طرف عاجزی کی جاتی ہے، اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے، اے وہ پاک ذات کہ جب اس سے کوئی شخص امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہوسکتا، اس کی امید ضرور پوری ہوتی ہے.......... یہ شعر پڑھ کر وہ بے ہوش ہوکر گر گیا، میں نے جلدی سے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا، اور اپنی آستین سے جو اس کے منہ پر مٹی لگ گئی تھی، پونچھنے لگا، جب اس کو ہوش آیا، تو میں نے کہا بیٹا ابھی سے تمہیں اتنا خوف کیوں ہوگیا، ابھی تم بہت چھوٹے بچے ہو، ابھی تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا گیا، کہنے لگا، بہلول ہٹ جاؤ، میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا کہ جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہے، تو پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں ہی چولھے پر رکھتی ہے، اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہے، چھوٹی لکڑیوں کے ذریعہ بڑی لکڑیاں آگ پکڑ لیتی ہیں، مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ نہ رکھ دیا جاؤں، میں نے کہا

صاحبزادے تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو، مجھے کوئی مختصری نصیحت کرو، اس پر اس نے کچھ شعر پڑھے، جن کا خلاصہ یہ ہے، کہ میں غفلت میں پڑا رہا، اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکے آرہا ہے، اگر میں آج نہ گیا، تو کل ضرور چلا جاؤنگا، میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم نرم لباس سے آراستہ کیا، حالانکہ میرے بدن کے لیے قبر میں جاکر گلنے اور سڑنے کے سوا چارۂ کار نہیں، وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے، جبکہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہونگا، اور میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا، اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا، اور میرا یہ حسن و جمال سارا کا سارا جاتا رہے گا، اور بالکل مٹ جائے گا، حتی کہ میری ہڈیوں پر نہ گوشت رہے گا، نہ کھال رہے گی، اب بڑا طویل سفر سامنے ہے، اور توشہ ذرا بھی ساتھ نہیں، اور میں نے اپنے عیب چھپانے کے لیے پردہ ڈال لیا، حالانکہ قیامت کے دن مالک الملک کے سامنے ظاہر ہوں گا، موت کے وقت بھی تنہا رہ جاؤں گا، قبر میں اکیلا ہی جاؤں گا، کسی جگہ بھی کوئی معین و مددگار نہ ہوگا، بس اے وہ پاک ذات جو اکیلی ہے، وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا، .... اتنا سنکر حضرت بہلول بھی غش کھا کر گر گئے، بڑی دیر میں ہوش آیا، تو وہ لڑکا جا چکا تھا۔

پاکیزہ رُوحوں کو خوشخبری

میرے عزیزو!

یہ فکر اور یہ خیال بھی سرمایۂ حیات ہے، ایسے لوگوں کو مرنے سے پہلے فرشتے آکر خوشخبری سناتے ہیں، "اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا" اور کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح تو پاکیزہ جسم میں تھی، چل اس رب تعالیٰ کی

طرف چل جو تجھ سے راضی ہے، اور تو اس سے راضی ہے ۔

دونوں جانب اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

انسان کا چوتھا سفر

بہر حال اس تیسرے سفر کو کامیابی و کامرانی کی کنجی سمجھو اور چوتھا سفر ہے کہ دنیا کے پیٹ سے قبر کے پیٹ میں جانا ہے، قبر میں تین سوالات ہوں گے، "مَنْ رَّبُّكَ" تیرا رب کون ہے؟ "مَنْ نَّبِيُّكَ" تیرا نبی کون ہے؟ "مَا دِيْنُكَ" تیرا دین کیا ہے؟ اگر دنیا میں انسان نے اس پر محنت کی ہوگی، تو پھر قبر میں ان سوالوں کا جواب دینا آسان ہے، اگر محنت نہ کی ہوگی تو .... پھر انسان گھبرائے گا اور کہے گا "هَا هَا لَا اَدْرِيْ" ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا، اسی لیے قبر کے بارے میں یہ بات بار بار سنتے ہیں، کہ:

اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ. کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

میرے محترم دوستو!

اگر ہمارے اعمال اچھے ہیں تو یقیناً ہمیں جنت ملے گی اور اگر ہمارے اعمال برے ہیں تو ظاہر ہے کہ دوزخ ملے گی۔

انسان کا پانچواں سفر

پانچواں سفر قبر کے پیٹ سے حشر کے میدان تک ہے، حشر کا میدان اچھے اچھوں کو خون کے آنسو رونے پر مجبور کردیگا، کیونکہ وہ حساب و کتاب کا

Scanned by CamScanner

میدان ہے، حساب حقوق اللہ کا بھی ہوگا، حقوق العباد کا بھی، نہ وہاں کوئی رشتہ دار کام آئیگا، اور نہ کوئی دوست، "یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ" بیٹا باپ کا نہیں، بیٹی ماں کی نہیں، بیوی شوہر کی نہیں، بھائی بھائی کا نہیں، وہاں تو صرف اور صرف وہ اعمال ہی کام آسکیں گے جو دنیا کے پیٹ میں رہ کر کیے ہوں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ. (مؤمنون)

اس دن اعمال کا وزن کیا جائے گا جس کے اعمال بھاری اور وزنی ہوئے وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کے اعمال پلڑے میں ہلکے ہوگئے، سمجھ لو اس نے اپنے آپ کو گنوادیا۔

ایک حدیث میں آتا ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا، جو ہر ایک انسان کو لاکر ترازو کے پاس بیچوں بیچ کھڑا کریگا، پھر نیکی وبدی تولی جائیگی، اگر نیکی بڑھ گئی تو...... بہ آواز بلند اعلان کریگا کہ فلاں ابن فلاں نجات پا گیا اب اس کے بعد ہلاکت اس کے پاس بھی نہیں آئیگی، اور اگر بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا، اور سب کو سنا کر کہے گا، کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہلاک ہوگیا، اب وہ بھلائی سے محروم ہوگیا۔

انسان کا چھٹا سفر

اور چھٹا سفر ہوگا، حشر کے میدان سے جنت یا جہنم کی طرف...... جنت کی نعمتوں کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ خَطَرَتْ" ایسی نعمتیں جنہیں نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا، نہ ان کی کیفیت کی تعریف کانوں نے سنی اور ان کی خوبصورتی اور معیار کی بلندی کا خیال بھی کسی دل سے نہ گذرا ہو، اور قرآن نے اپنے الفاظ میں یوں کہا، جنت کے بارے میں: "وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ" جنت میں ہر وہ چیز مہیا اور میسر ہوگی، جس کی آپ خواہش کریں، اور یہ مہمان نوازی اس کریم ذات کی طرف سے ہوگی جس کی مہربانیوں کے طفیل آپ جنت میں ہوں گے، اور جنت کی سب سے بڑی نعمت اللہ پاک کا دیدار ہوگا، جہنم کا تذکرہ بالکل اس کے برعکس ہے: "فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا هِیَهْ نَارٌ حَامِیَةٌ" جہنمی شخص کو ھاویہ ملے گی، حاویہ بدن کو جھلسا دینے والی چیز ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی آگ کی لپٹ اتنی تیز ہوگی کہ پہلے وار میں ہڈیوں کا گوشت پوست جلادے گی، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

مسافر کی طرح زندگی گذاریں

میرے بھائیو...... خلاصہ اس پوری گفتگو کا یہ ہے، انسان روز اول سے سفر کر رہا ہے، اور جنت یا جہنم تک سفر کرتا رہے گا، ایسے شخص کو مسافر ہی کہنا چاہیے؛ مسافر کسی جگہ دل نہیں لگاتا، بلکہ اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، اور آگے چل دیتا ہے، یہ دنیا بھی ایک مسافر خانہ ہے، یہاں کا قیام صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے ہے، اگر اطاعت کی تو انشاء اللہ

Scanned by CamScanner

آنے والے سفر بخیر وخوبی پورے ہوں گے، ورنہ تو سوائے حسرت وافسوس اور پچھتاوے کے کچھ نصیب نہ ہوگا، اللہ کے لیے اپنے کو سنبھالیں اور پھونک پھونک کر قدم رکھیں، اللہ ہم سب کو اپنی رضا والے اعمال کی توفیق دے۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ

جیسی کرنی ویسی بھرنی، نہ مانے تو کرکے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے، نہ مانے تو مر کر دیکھ

تیری کرنی کے ملیں گے تجھ کو پھل
جو بوئے گا آج تو کاٹے گا کل

وقت کے قدرداں

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين. اما بعد!

اعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا۔ (فرقان)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ اَوْ كَمَا قَالَ عليه الصلوة السلام. (رواه البخارى)

Scanned by CamScanner

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا دور دورہ دکھاتا نہیں
غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
کہ آنا نہ ہوگا یہاں بار بار
بڑی غفلت میں گذری عمر عزیز اب تک
کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت یوں ہی گذر جائے

وقت سے زیادہ کوئی چیز قیمتی نہیں

گرامی قدر حضرات علماء کرام، دانشوران قوم وملت، مختلف مکاتب ومدارس سے آئے ہوئے طلباء.............. آپ نے ہمارے بزرگوں سے مختلف موضوعات پر بہت سی شاندار تقاریر یں سماعت کیں ہیں، اس لئے اہل علم کی موجودگی میں اب مزید کچھ کہنے کی جسارت نہیں ہو رہی ہے، پھر بھی منتظمین کا اصرار اور آپ حضرات کی پُر شوق توجہات دیکھکر طبیعت میں اس طرف میلان پیدا ہوا، کہ عمومی طور پر تمام انسانوں اور خصوصی طور پر تمام اہل علم کو وقت کی قدر و قیمت کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے، حالانکہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ بھی قیمتی چیز کوئی دوسری نہیں ہے، عربی کا ایک مقولہ ہے جو بہت مشہور ہے، "الوقت اثمن من الذهب والفضة" کہ وقت سونے اور چاندی سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس نے یہ جملہ ایجاد کیا، شاید اس سے کوئی چوک ہوگئی، یا پھر اسے وقت کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں تھا، اس وجہ سے کہ سونے اور چاندی کی قیمتیں متعین ہیں، اور وقت کی قیمت متعین نہیں یہ تو

انمول ہے، آج تک کوئی ایسا آلہ نہیں بنا جس سے وقت کی قیمت کا اندازہ لگایا جا سکے، اس روشنی میں اگر یوں کہدیا جائے کہ انسان کی زندگی میں وقت کی قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز نہیں ہے، تو صحیح ہوگا۔

وقت کی قدر و قیمت اس سے پوچھو

اس لئے کہ وقت کی قیمت اس سے پوچھو جو بستر علالت پر پڑا ہو، اور زیر علاج ہو، اگر کوئی ناسمجھ اس سے یوں کہے کہ حضور آپ کے بستر پر پڑے رہنے سے تجارت کا بڑا نقصان ہو رہا ہے، یا حکومت کے کام رک رہے ہیں، لہذا آپ چلئے اور دیکھ بھال کیجئے، تو آپ خود سوچئے کہ مریض کیا جواب دے گا کہ بیوقوف تجھے تجارت اور حکومت کی پڑی ہے اور یہاں مجھے جان کے لالے پڑے ہیں۔

جب میری صحت ہی نہیں رہے گی تو حکومت اور تجارت کا کیا کروں گا، "جان بچی سو لاکھو پائے"، تندرست ہو گیا تو تجارت اور حکومت بعد میں دیکھ لیں گے، پہلے تو صحت ہے۔

میرے عزیزو!

وقت کی قیمت اس شخص سے پوچھو جو بستر مرگ پر پڑا ہو اور جسے یہ یقین ہو جائے کہ چند منٹوں اور چند لمحوں میں میری زندگی ختم ہو جائے گی، لہذا جو کہنا ہے وہ کہہ لے، اور جو وصیت کرنی ہے وہ کر دے، گناہوں سے توبہ کرنی ہے سو کر لے۔

اب آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھکر بتایئے کہ ایسے وقت میں اگر اہل وعیال اور رشتہ دار اس سے یہ کہیں کہ حضور مرنے سے پہلے فلاں زمین میرے نام

کر دیجئے، فلاں کاروبار اور فلاں حویلی میرے نام کر دیجئے، تو آپ بتائیے کہ مرنے والے کو کیسا لگے گا، کہ یہ لوگ میرے دین وایمان کے دشمن اپنی جھولیاں بھرنے میں لگے ہیں، ان میں سے کسی کو اس بات کی پرواہ نہیں، کہ میں گناہوں سے توبہ کرلوں، یا مرنے سے پہلے کوئی ضروری وصیت کر دوں، جتنا ہو سکے کلمہ پڑھ لوں، اللہ کو یاد کرلوں ندامت کے آنسوں بہالوں، حاضرین سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرالوں۔

دوستو .... وہ وقت مرنے والے کے لئے کتنا قیمتی ہوگا، وہ وقت ایک ایک سیکینڈ کو سوچ سمجھ کر گذارے گا، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ یہ چند لمحے، چند سیکینڈ میرے مرنے کے بعد آنے والی زندگی میں بڑی تبدیلی لا سکتے ہیں، اس لئے وہ دنیا کی نہیں آخرت کی فکر کریگا، اور یوں کہنے پر مجبور ہوگا۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

واقعتاً وقت کی قیمت کو صحیح معنی میں یہی لوگ بتا سکیں گے، اسی بات کو میرے آقا و مولا تاجدار مدینہ محمد عربی ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے: "نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ" صحت اور فراغت سب سے قیمتی نعمتیں ہیں، جس نے ان کو ضائع کر دیا، اس نے اپنا سب کچھ لٹا دیا، اور جس نے ان کی قدر کرلی وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب وکامران ہو گیا۔
دوسری جگہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عن عَمْرِو بنِ مَيْمُونِ الأَوْدِيِّ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قبل شُغْلِكَ وحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ. (رواه الترمذي مرسلا)

عمر ابن میمون اودی ؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور صحت کو بیماری سے پہلے، اور مالداری کو محتاجی سے پہلے، اور فرصت کو مشغولیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

وقت کو کیسے قیمتی بنائیں

میرے دوستو خاص طور سے عزیز طلباء!

اب سوال یہ نہیں ہے کہ وقت کتنا قیمتی ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ وقت کو قیمتی کیسے بنایا جائے، وقت کو کیسے کام میں لایا جائے، اس کا آسان جواب یہ ہے کہ ہر کام کے لیے ایک وقت ہوتا ہے، اور ہر وقت کے لیے ایک کام ہوتا ہے، گویا کہ پابندئ اوقات، نظام الاوقات، انضباط اوقات اور اس کام کو متعین وقت پر کرنا ضروری ہے،، اس لیے ٹال مٹول یا سستی کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے، .... دیکھو ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں میں بھی وہ لوگ ہیں جن کا تعلق تعلیم وتعلم اور درس وتدریس سے ہے، شب وروز اسلامی اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، اس لیے یہ حقیقت ہم پر خوب واضح ہے کہ اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے، اور اس کا پورا نظام وقت کی قدر و قیمت سے عبارت ہے۔

نماز اور پابندیٔ اوقات

نماز کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا: "اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا" نماز تمام مسلمانوں پر اس کے متعین اوقات میں فرض ہے، اور وہ اوقات ایسے متعین ہیں کہ آپ چاہے کتنی بھی بڑی شخصیت کے مالک ہوں علامۃ الدہر ہوں، پوری دنیا کے میر کارواں ہوں، آپ نماز کے اوقات تبدیل نہیں کر سکتے، یا نماز کے اوقات میں پس وپیش نہیں کر سکتے، کیونکہ اس کے اوقات متعین ہیں، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ...... اللہ تعالیٰ ان ہی اوقات میں بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اس لیے اوقات متعین کئے گئے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے ہر وقت کے لیے ایک کام مقرر کیا ہے، جو اسی قت میں انجام دینا ہے، جس نے وقت کو یونہی ضائع کردیا اور مقررہ وقت پر کام نہیں کیا وہ اللہ کا مجرم اور گنہ گار ٹھہرے گا، اور اس مخصوص وقت کو ضائع کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ وہ دنیا وآخرت میں سزا کا مستحق ٹھہرے گا، جب تک تلافیٔ مافات نہ کرے، تو یہ اسلام میں وقت کی پابندی اور وقت کی قدر وقیمت کا احساس قدم قدم پر ہوتا ہے۔

زکوٰۃ اور اہتمام اوقات

دوسری مثال زکوۃ کی ادائیگی کی ہے کہ سال بھر میں زکوۃ ادا کرنا ضروری (فرض) ہے، اگر اپنے مال کی زکوۃ ادا نہ کی تو وہ شخص گنہ گار ہوگا، مال کی برکتیں ختم ہوجائیں گی، اللہ کی امان سے مال نکل جائیگا، اور مرنے کے بعد کی سزاؤں کے متعلق ارشاد ربانی ہے: "یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ

جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ" (توبہ) زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کو متنبہ کیا گیا، کہ قیامت کے دن جہنم میں ایسے لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائیگا، اس وجہ سے کہ انہوں نے متعین وقت آجانے کے بعد زکوۃ نہیں دی، یہ سزا ان لوگوں کے لئے ہے جن پر زکوۃ فرض ہونے کا متعین وقت ہوگیا، اس سے پہلے ہرگز نہیں، یہ ہے وقت کی پابندی...... وقت پر کام اور وقت کی قدر۔

رمضان اور احترام اوقات

ایک اور مثال رمضان کے روزوں کی ہے، سال بھر میں صرف رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں، جس نے ماہِ رمضان کی اس طرح قدر کی کہ اس نے روزہ رکھ لیا، اللہ نے اس کے لیے بشارت دی کہ میں روزہ دار کو خود بدلہ دونگا، یا اس کا بدلہ میں خود ہوں، اتنی بڑی بشارت صرف اور صرف اسی روزہ دار کے لئے ہے جو رمضان کے روزے رکھے، باقی گیارہ مہینے روزے رکھتا ہے یہ بشارت ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے لئے اللہ نے ایک وقت متعین کیا ہے، جس نے وقت کی قدر کرلی وہ کامیاب ہوگیا، ساری خوشخبریاں اور بشارتیں اور خوش نصیبیاں اسے حاصل ہوگئیں، اور جس نے اسے ضائع کردیا وہ خالی ہاتھ رہ گیا، "وہ مقام کبھی حاصل نہیں کرسکتا"، جو مقررہ وقت پر ہوتا، چنانچہ ماہ رمضان کا روزہ جان بوجھکر بغیر عذر شرعی کے اگر کسی نے چھوڑ دیا تو ساری عمر روزہ رکھتا رہے ایک روزہ کے برابر ثواب نہیں مل سکتا۔

Scanned by CamScanner

چنانچہ صراحت کے ساتھ حدیث میں موجود ہے۔

عن ابی هریرة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَلَامَرَضٍ لَمْ یَقْضِهٖ صَوْمَ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ۔ (رواه احمد والترمذی وابوداؤد)

نبی کریم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزے کو افطار کردے غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

حج اور التزام اوقات

اسی طرح حج کے ایام متعین ہیں آپ ایام حج کے علاوہ پورے سال عرفات ومنی ومزدلفہ میں پڑے رہیں، لیکن ممکن ہی نہیں کہ آپ کا حج ادا ہوجائے یہ اس وجہ سے کہ آپ نے وقت کو ضائع کردیا، اور وقت کی قدر نہ کی، اللہ نے ہر وقت کے لیے ایک کام اور ہر کام کے لئے ایک وقت متعین کیا ہے۔

وقت کے قدردانوں کے کمالات

اس لیے میرے عزیزو!

ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زندگی میں وقت سب سے قیمتی شی ہے، اس کے قدر کرنے والے سر اٹھا کر چلنے کے حقدار ہیں، آج یورپی ممالک اور مغربی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدردان ہے، زندگی کو نظام کے تحت گذارنے کا پابند ہے، علم وفن اور سائنس وٹیکنالوجی میں ان کی ترقیوں کا ایک ظاہری سبب وقت کی قدردانی ہے، جن قوموں نے وقت کی اہمیت کو سمجھا انھوں نے صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کردیا،

فضاؤں پر قبضہ کرلیا، عناصر کو مسخر کرلیا، ستاروں پر کمندیں ڈالدیں، زمانے کی زمام قیادت سنبھال لی، لیکن جو قومیں وقت کو ضائع کردیتی ہیں ....

یادرکھو! وقت ان کو ضائع کردیتا ہے، پھر ایسی قومیں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوجاتی ہیں، دین ودنیا کے اعتبار سے خسارہ میں پڑجاتی ہیں۔

اسلاف کے تذکرے

میرے بھائیو!

ہمارے لیے شکر کا مقام ہے، کہ ہمارے اسلاف نے وقت کی قدر پہچانی، اور اپنے کارناموں سے نہ صرف ہمارے لیے بلکہ پوری قوم کے لیے، پوری انسانیت کے لیے ایسا تابناک ماضی، ایسے نقوشِ راہ، اور اس سلسلہ میں ایسے حالات وواقعات تاریخ کے حوالہ کرگئے جس کی نظیر اخلاف کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین ہے۔

☆ علامہ بن عبدالقیس کا اہتمام

مشہور تابعی عامر ابن عبدالقیسؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے ایک مرتبہ کسی نے کوئی بات کرنی چاہی تو فرمانے لگے سورج کی گردش روک دو، تو تم سے بات کرنے کے لیے وقت نکال لوں، اور کہا میں لایعنی لوگوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

☆ داؤد طائیؒ کا تذکرہ

داؤد طائیؒ روٹی کے بجائے چورہ استعمال کرتے تھے، اور فرماتے کہ دونوں کے استعمال میں کافی فرق ہے، روٹی کھاتے، چباتے کافی وقت لگ

جاتا ہے جن کو چھیلنے کے استعمال سے بچتا ہوا وقت نکل آتا ہے کہ ایسا میں
پچاس آیتیں تلاوت کی جا سکتی ہیں۔

☆ علامہ ابن جوزیؒ اور ابوالوفاء ابن عقیلؒ ماہر فنون ہیں

علامہ ابن جوزیؒ نے ابوالوفاء ابن عقیلؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی سب سے بڑی تصنیف الفنون کے نام سے مشہور ہوئی، جو آٹھ سو جلدوں میں مکمل تھی، کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس سے بڑی کتاب نہیں لکھی گئی، اور علامہ ابن جوزیؒ اپنے بارے میں خود لکھتے ہیں کہ میری عمر اسی سال کی ہوئی مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی کسی کے ساتھ فضول بیٹھا ہوں، بلکہ اپنے وقت کو قیمتی سرمایہ سمجھتا رہا اور میری لکھی ہوئی کتابیں اگر آخری عمر میں شمار کی تو میری ان انگلیوں نے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں، جب وقت مرگ آ پہنچا تو وصیت کی کہ میرے غسل جنازہ کا پانی ان تراشوں اور برادہ سے گرم کیا جائے، جو حدیث لکھنے کے لئے قلم بنانے کے سبب جمع ہو گیا تھا، ایسا ہی کیا گیا۔

☆ نظام الاوقات کی پابندی

میرے دوستو!

آپ لوگوں نے حضرت تھانویؒ کا نام بارہا سنا ہوگا، ان کا ایک واقعہ سنئے جس سے معلوم ہوگا کہ نظام الاوقات کی پابندی پر ان کی کیسی گرفت تھی، چنانچہ لکھا ہے کہ آپ کا انضباط اوقات نہایت حیرت انگیز تھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک مشین ہے جو ہر وقت چل رہی ہے، کسی وقت بیکار نہیں، اوروں کو چھوڑیے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ جو آپ کے استاذ تھے، ایک بار مہمان ہوئے آپ نے راحت کے سب ضروری

انتظامات کرکے جب تصنیف کا وقت آیا تو باادب عرض کیا کہ حضرت میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں، اگر اجازت ہو تو کچھ لکھنے کے بعد حاضر ہو جاؤں، فرمایا ضرور لکھو، میری وجہ سے اپنا حرج ہرگز نہ کرو، مگر آپ کا دل لکھنے میں ہرگز نہ لگا، لیکن ناغہ نہ ہونے دیا، تاکہ بے برکتی نہ ہو، حضرت تھانویؒ کی پابندی وقت ضرب المثل تھی، ہر وقت ان کی نظر گھڑی پر رہتی تھی، گویا کہ اللہ نے وقت کی اہمیت کو ان کی فطرت میں مضمر کر دیا تھا۔

☆ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کا طرۂ امتیاز

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب والفقہ دارالعلوم دیوبند کے اہم اساتذہ میں سے تھے جن کی ایک اہم اور امتیازی خصوصیت وقت کی پابندی تھی، چنانچہ طلباء اساتذہ کے لئے ایک ضرب المثل ہے "آپ کا طرۂ امتیاز" یہ تھا کہ سردی ہو یا گرمی، جاڑا ہو یا موسم برسات، بیماری ہو یا تندرستی، خوشی ہو یا غمی، مولانا کو ہر حال میں پڑھانا تھا، آپ کا اصول تھا ---- جس وقت پہلے گھر چھوڑ دیتے، گھنٹہ بجتے بجتے درسگاہ پہنچ جاتے، وقت کی پابندی کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے ---- جب آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا تو عصر کی نماز کے قریب تدفین سے فراغت ہوئی اور بعد نماز مغرب شمائل ترمذی پڑھانے کے لئے درسگاہ میں حاضر ہو گئے مزید برآں کمال یہ کہ اس دن سبق کے انداز و لہجہ میں کوئی فرق، مضمون کی ہر کڑی میں کوئی تغیر، بلکہ جوش و خروش کے ساتھ حسب معمول کی طرح پڑھاتے رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر اعتبار سے پابندی کی توفیق عنایت فرمائے۔

Scanned by CamScanner

☆ نمونۂ اسلاف

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مفتیٔ اعظم پاکستان کے بارے میں ان کے صاحبزادے چیف جسٹس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ لکھتے ہیں: کہ میرے والد صاحب کو وقت کی قدر و قیمت کا بڑا احساس تھا، آپ ہر وقت اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھتے تھے، اور ایک گر کی بات یہ بتایا کرتے تھے، کہ جس کام کو فرصت کے انتظار اور کل کے انتظار میں رکھا وہ ٹل گیا، کام کرنے کا اصل راستہ یہ ہے کہ دو کاموں کے درمیان تیسرے کام کو زبردستی اس کے اندر داخل کردو تو وہ کام ہوجائے گا، ایک روز ہم لوگوں کو وقت کی قدر پہچاننے کے لیے فرمانے لگے کہ ہے...... تو بظاہر نا قابل ذکر سی بات لیکن تمہیں نصیحت دلانے کے لیے کہتا ہوں، کہ مجھے بیکار وقت گذارنا نہایت شاق معلوم ہوتا ہے، انتہا یہ ہے کہ جب میں قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جاتا ہوں تو وہاں خالی وقت گذارنا مشکل ہوتا ہے، اس وقت میں اور کام تو ہو نہیں سکتا، اگر کوئی لوٹا میلا کچیلا ہوتا ہے، تو اُسے دھولیتا ہوں، تاکہ یہ وقت بھی کسی کام میں لگ جائے، اور بعد میں آنے والا آدمی اگر اس لوٹے کو استعمال کرے تو اس کو گندا اور برا معلوم نہ ہو۔

☆ مولانا زکریاؒ کی آپ بیتی

گرامیٔ قدر حضرات!

ابھی ابھی میرے ذہن میں آیا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ بسا اوقات رات دن میں ۲½ ۳ گھنٹے سے زیادہ سونا نصیب نہ ہوا، اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی کھانا یاد نہ رہا، عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا تو یاد آتا کہ آج دوپہر روٹی

نہیں کھائی، بعض دفعہ ان کی بہن لقمہ منہ میں دیتی آپ کو کھانے کی فرصت نہ ملتی۔

☆ مفتی مظفر حسینؒ کا حیرت انگیز تذکرہ

اور اسی طرح ان کے شاگردِ رشید اور میرے شیخ و مرشد جناب حضرت مفتی مظفر حسین صاحب "نور الله مرقده وبرد الله مضجعه" بلا ناغہ روزانہ سوا سوا لاکھ بار ذکر کرلیتے اور اس کیساتھ مظاہر علوم جیسے عالمی ادارے کی انتظامی مشغولیات، محبین و منتسبین سے ملاقاتیں اور صلاح و اصلاح کا سلسلہ برابر جاری رہتا، ایک ہم سیاہ کار ہیں کہ ایک وقت میں ایک کام بھی یکسوئی سے نہیں ہوتا، اور وہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد پوری ترتیب کے ساتھ کما حقہ بیک وقت ادا ہوتے تھے، یہ تذکرے تو ہمارے ان بزرگوں اور ان اسلاف کے تھے جو تقویٰ و طہارت اور خشیت و انابت الی اللہ میں کامل اور بے نظیر و بے مثال تھے، ہم نے اسلامی تاریخ میں پڑھا ہے، کہ اس زمانے کے بادشاہوں کا بھی یہی حال تھا۔

☆ بادشاہوں کی بادشاہی بھی اسی دم سے قائم تھی

ہارون رشید کے زمانے میں کسی نے کرتب دکھانے کی اجازت چاہی، اجازت مل گئی اس شخص نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر فرش کے بیچوں بیچ ایک سوئی کھڑی کردی اور کچھ فاصلہ سے کئی سوئیاں لیکر کھڑا ہوگیا، پھر اس نے ایک سوئی سے کھڑی ہوی سوئی کا نشانہ بنایا اور ہر سوئی کھڑی سوئی کے ناکہ سے باہر کردی لوگوں نے بڑی حیرت کا مظاہرہ کیا، کہ ایک نشانہ بھی غلط نہ ہوا۔

ہارون رشید نے اس حیرت انگیز کارنامے کو دیکھا تو حکم دیا کہ اس

Scanned by CamScanner

شخص کو دس دینار انعام دیدے، اور دس کوڑے لگاؤ، حاضرین نے اس عجیب وغریب انعام کیوجہ پوچھی، تو ہارون رشید نے کہا کہ دس دینار اس شخص کی ذہانت اور نشانہ بازی میں کمال کا انعام ہے، اور دس کوڑے اس بات کی سزا ہے، کہ اس نے اپنے خدا کی عطا کردہ صلاحیتیں اور قیمتی اوقات کو ایسے کام میں صرف کیا جس کا دین ودنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔

میرے بھائیو اور بزرگو!

یاد رکھو مسلمان قوم کا ماضی تابناک ہے، اس کی تاریخ روشن ہے، وقت کی قدر اس کے مذہبی فرائض میں داخل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ قوم سینکڑوں سال پوری دنیا پر چھائی رہی، علم وحکمت کے میدانوں میں بڑھتی اور ترقی کی سیڑھیاں چڑھتی رہی، ان کی علم ودانش کی درس گاہیں تو وقت کی پابند تھیں ہی، بادشاہوں کے دربار میں بھی یہ سبق سکھایا جاتا تھا کہ وہ کام جو فائدہ سے خالی ہو خواہ کتنا ہی حیرت انگیز کیوں نہ ہو یہ کمال زندگی نہیں زوال زندگی ہے۔

☆ پیشگی کام انجام دینے کی عادت

حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ سابق مہتمم جامعہ کاشف العلوم میرے استاذ تھے، مجھے بار بار ہدایت فرماتے تھے کہ ہر کام کو اس کے وقت پر کرلو، ''ہر کام میں تاریخ مت لگایا کرو، تُو تاریخ لگاؤ مولوی ہے''، اس لیے حضرت مولانا مرحوم کا یہ عالم تھا کہ بہت سے کام پیشگی انجام دیدیا کرتے تھے۔

کل کرے سو آج کر آج کرے سو اب
پل میں پرلے ہوئے گی پھر کریگا کب

حضرتؒ ہی کی توجہات نے مجھے اس قابل بنایا کہ آج آپ حضرات کے سامنے خطاب کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ضیاع وقت خودکشی ہے

دوستو .... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وقت ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے، اور یہ وقت ہماری زندگی کی روح ہے، جس طرح جسم میں جب تک روح رہتی ہے، جسم توانا وتندرست رہتا ہے، اگر روح ختم ہوگئی تو جسم ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر ہم نے اپنی زندگی میں وقت کی قدر کرلی تو ہماری زندگی کامیاب ہے، رہتی دنیا تک ہمارے لیے سرخروئی ہے۔

قطرہ قطرہ دریا شود

آج اگر ہم دین اسلام اور حصول علم کے لیے روزانہ ایک گھنٹہ وقف کردیں تو بہت جلد انشاء اللہ دین کے باخبر عالم بن سکتے ہیں، روزانہ دین کا ایک مسئلہ سیکھیں تو اچھے خاصے مفتی بن سکتے ہیں، اہل اللہ اور اولیاء اللہ کے پاس دس پندرہ منٹ بیٹھ جایا کریں تو صالح مسلمان بن سکتے ہیں، ہمارے یہ ہونہار طلبہ میچ کرکٹ اور دیگر لہو ولعب کے بجائے روزانہ کسی کتاب کے دس صفحات کا مطالعہ کریں تو سال بھر میں چھتیس سو صفحات پڑھ سکتے ہیں، جو عام طور سے اٹھارہ کتابوں کا مجموعہ ہے، اور یہ انمول وقت جسے ہم اندھا دھند ضائع کر رہے ہیں، اور بے دریغ لٹا رہے ہیں، اور لٹاتے لٹاتے ہم خود لُٹ گئے ہیں، ہماری صحت وتندرستی لٹ گئی، ہماری جوانی لٹ گئی اسی کا نتیجہ ہے کہ ہوٹلوں، سنیما ہالوں، رقص وسُرور کی محفلوں، نکتہ چینی اور غیبتوں کی مجلسوں میں وقت ضائع کرنا آسان ہوگیا، اور یہ بھی اسی کا نتیجہ ہے کہ اخلاق وکردار میں، علوم وفنون میں، ٹیکنالوجی میں، سائنس، معاشیات اور تسخیرات وایجادات میں ہم اقوام عالم سے پیچھے رہ گئے۔

Scanned by CamScanner

خدارا بیدار ہوجائیے

میرے بھائیو، ہوش کے ناخن لو، آنکھیں کھولو، زندگی بہت قیمتی ہے، اس میں جو وقت اللہ نے اپنے فضل سے اور صرف اپنے فضل سے فرصت اور فراغت کا دیا ہے، اسے کسی سودمند کام میں لگادو، کہ دانہ دانہ ڈھیر ہوجاتا ہے، اور قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے، محنتیں جاری رکھو، اور صحیح نہج پر کام کرتے رہو، انشاء اللہ ایک دن آپ کی محنتوں کے وہ ثمرات ظاہر ہوں گے جن پر آپ کی اور آپ کی نسلوں کی طبیعتیں باغ باغ ہوجائیں گی، دنیا و آخرت میں وہ نتائج برآمد ہوں گے کہ ساری کلفتیں دور ہوجائیں گی، لیکن ابھی وقت کی قدر کرلو، اللہ پاک ہم سب کو وقت کی قدردانی کی توفیق دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆
☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استقامت پر انعامی وعدے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ. نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ. (حم سجدہ)

وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ مَوْضَعٍ آخَرَ فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ. (ہود)

صدق اللہ العلی العظیم

Scanned by CamScanner

محترم بزرگو اور دوستو!

تبلیغی جماعت کے اس ماہانہ جوڑ میں ہم ہمیشہ جمع ہوتے ہیں، پوری پابندی کے ساتھ ہم اس ترتیب پر قائم ہیں، بارش ہو گرمی ہو، سردی ہو ہر حال میں اس ماہانہ جوڑ میں ہمارا اجتماع ہوتا ہے، اسے شریعت کی اصطلاح میں استقامت کہتے ہیں، استقامت کے ساتھ جو بھی عمل کیا جاتا ہے اس پر دنیا و آخرت میں بڑے انعامات ملتے ہیں۔

یہ چند آیتیں جو میں نے تلاوت کیں ایسے ہی لوگوں اور ایسے ہی ایمان والوں کے لیے ہیں، جو ایمان لانے کے بعد ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے پر جم گئے، کیسے ہی حالات ہوئے سیاسی وسماجی اعتبار سے، اقتصادی اعتبار سے، انھوں نے اللہ کا حکم پورا کرنے میں کبھی کسی چیز کو حائل نہیں ہونے دیا، ہر حال میں اللہ کا حکم پورا کیا، خلفائے راشدین صحابہ کرامؓ تابعین تبع تابعین اور ہمارے اسلاف کے ایسے کارناموں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

اس میں شک نہیں ...... کہ زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے ہیں اور آدمی بعض اوقات دگرگوں ہو جاتا ہے، قرآن کریم نے انبیاء اور مؤمنین کے بارے میں ارشاد فرمایا: "وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالاً شَدِیْداً" کہ ان کی زندگیوں میں زلزلہ آ گیا، حالات نے انہیں متزلزل کر دیا، ایک ماہر انجینئر کسی پتھر یا لوہے کے ستون کو ایک مرتبہ اس طرح کھڑا کر سکتا ہے، کہ اس کے ہر طرف زاویہ قائم کر دے، اور اس کا کسی طرف ذرا میلان نہ ہو، لیکن ایک متحرک چیز کو ہم چاہیں کہ ہر وقت اور ہر حال میں ایک ہی حالت پر قائم رہے یہ انتہائی مشکل کام ہے۔

امام غزالیؒ نے بیان کیا کہ شریعت کے راستہ پر استقامت کے ساتھ

چلنا جہنم کے پُل صراط پر چلنے سے زیادہ سخت ہے، حالانکہ جہنم کا پُل صراط (راستہ) بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے، گویا کہ پُل صراط پر چلنا آسان اور صراط مستقیم یعنی شریعت پر چلنا استقلال و استقامت کیساتھ یہ دشوار ترین امر ہے۔

اس لیے باری تعالیٰ نے ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کا حکم فرمایا تا کہ صراط مستقیم پر استقامت کی درخواست بارگاہ خداوندی میں بار بار پیش کی جاتی رہے، اور استقامت کے ساتھ شریعت مطہرہ پر چلنا آسان تر ہو جائے۔

جامع نصیحت ووصیت

سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے معاملہ میں کوئی ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، آپ نے فرمایا: "قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" یعنی اللہ پر ایمان لاؤ پھر اس پر مستقیم رہو۔ (مسلم)

عثمان بن حاضر ازدیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے آپ نے فرمایا:

عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ — تم تقویٰ اور خوف خدا کو لازم

وَالْاِسْتِقَامَۃِ اِتَّبِعْ وَلَاتَبْتَدِعْ. — پکڑو اور استقامت کو بھی جس کا طریقہ

(رواہ الدارمی) — یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں شریعت کا

اتباع کرو اور اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہ کرو۔

Scanned by CamScanner

استقامت کی اہمیت حضرات صوفیاء کی نظر میں

دوستو ...... حضرات علماء، صلحاء، صوفیاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ دونیا میں دشوار کام استقامت ہی ہے، اس وجہ سے استقامت کا درجہ کرامت سے بھی اوپر بتلایا گیا۔ "اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ" جو شخص دین کے کاموں میں استقامت سے کام لے اور عمر بھر بھی اس سے کوئی کرامت صادر نہ ہو، وہ اعلیٰ درجہ کا ولی اور بزرگ ہے، ولی اور متقی کے لیے کرامت کا صدور ضروری نہیں ہے، البتہ شریعت کا پابند ہونا ضروری ہے۔

فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ نے آپ ﷺ کو بوڑھا کردیا

آنحضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے سبق آموز زندگی ہے، آپ نے عقائد واخلاق، عبادات ومعاملات، کسب معاش کے عملی نمونے ہمارے لیے پیش فرمائے، اور استقامت کا ایسا زریں سبق دیا کہ اقوام عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی لحیہ مبارک میں کچھ سفید بال دیکھ کر بطور حسرت وافسوس کے عرض کیا کہ اب تیزی سے بڑھاپا آپ کی طرف آرہا ہے، تو فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا، اس لیے کہ سورۂ ہود میں پچھلی قوموں کے سخت اور شدید عذاب کے واقعات ہیں، آپ کے بوڑھا ہونے میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں، چنانچہ راجح قول لکھا گیا، کہ نبی کریم ﷺ کو بوڑھا اس آیت کریمہ "فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ" نے کیا ہے۔

چنانچہ تفسیر قرطبی میں ابوعلی سری سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی تو عرض کیا...... کیا آپ نے فرمایا ہے کہ

مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، انھوں نے پھر دریافت کیا کہ اس سورت میں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات اور ان کی قوموں کے عذاب کا ذکر ہے، اس نے آپ کو بوڑھا کیا؟ تو فرمایا نہیں، بلکہ اللہ کے اس ارشاد: "فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ" نے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام پر جس قدر خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے، اس خشیت ہی کا یہ اثر تھا کہ باوجود کامل استقامت اور باکمال محسن انسانیت ﷺ ہونے کے یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اللہ جل شانہٗ کو جیسی استقامت مطلوب ہے وہ پوری ہوئی یا نہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ آپ کو اپنی استقامت کی تو زیادہ فکر نہ تھی کیونکہ وہ بحمد اللہ حاصل تھی، آپ کو فطرتاً استقامت کا پیکر بنا کر بھیجا گیا تھا، مگر فکر اور غم یہ طاری ہوگیا تھا، کہ آیت میں پوری امت مسلمہ کو استقامت کا حکم دیا جارہا ہے، امت کیسے اس فریضہ کو انجام دیگی، کسی نے کیا ہی خوب منظر کشی کی ہے۔

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دیگی
ذرا آہستہ آہستہ ادھر رجحان پیدا کر

طریق حصول استقامت

حضرات علماء نے کہا کہ استقامت حاصل کرنے کا سب سے آسان راستہ یہ ہے کہ آدمی عزم صمیم کے ساتھ، محبت وعظمت کیساتھ عمل پر گامزن ہوجائے، انشاء اللہ استقامت کے ساتھ زندگی گذارنا آسان ہوجائیگا۔

عزم میں پختگی کی ضرورت

اگر آدمی عزم واستقلال کے ساتھ کسی کام کو کرنا شروع کردے، تو

Scanned by CamScanner

اس میں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا ہوجاتی ہیں، کام کرنے میں طبیعت بھی لگے گی، لذت بھی آئیگی، آرام طلبی بھی میسر آئیگی، اور زندگی انشاء اللہ کامیاب اور باکمال بن جائیگی۔

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہی، آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

محبوب اور نیاز مند بندہ

ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ اس بندہ کو پسند فرماتا ہے جو اپنے لوگوں کی مدد سے بے نیاز ہوکر اپنی روزی کو محنت اور استقامت کے ساتھ کماتا ہے، یہ نہیں کہ آج کمالیا، کل چھوڑ دیا، حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام ؓ نے اپنے ہاتھوں سے استقامت کے ساتھ کما کر زندگی بسر کی، بعد میں آنیوالوں کے لیے ایک مثال قائم کر کے چلے گئے، چنانچہ امت کے لیے بہترین اسوہ چھوڑ کر چلے گئے۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ".

حضرت فاطمہ ؓ کے لیے نبی ﷺ کی نصیحت

ایک دفعہ حضرت فاطمہ ؓ حسب معمول بیٹھی ہوئی چکی پیس رہی تھیں چکی پیستے پیستے حضرت فاطمہ ؓ کی انگلیاں زخمی ہوگئی تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا اتنے میں آپ کے شوہر حضرت علی ؓ تشریف لے آئے آپ نے ان سے شکایت کی، آپ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے کہو وہ کسی خادمہ کا بندوبست کردیں گے، حضرت فاطمہ ؓ انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایک خادمہ کی ضرورت ہے،

جو کام کاج میں میرا ہاتھ بٹائے اور گھر کے دوسرے کاموں میں مدد کرے، آنحضرت ﷺ نے اپنی چہیتی اور پیاری بیٹی نورِ نظر لختِ جگر کو نصیحت کی کہ اپنے سارے کام ثابت قدمی کیساتھ خود ہی انجام دے لیا کرو، کسی دوسرے کی محتاجی ٹھیک نہیں ہے، پھر آپ نے ایک دعا بتائی کہ اگر تم اسے تین مرتبہ پڑھ لیا کروگی تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اس سے دنیوی اور اخروی دونوں فائدے ہوں گے، وہ دعا یہ تھی: "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" گویا کہ تیسرا کلمہ ۳ مرتبہ پڑھ لیا جائے۔ (ترمذی)۔

میری ماں اور بہنیں روزانہ استقامت وپابندی کیساتھ پڑھتی رہیں بہت نفع ہوگا۔ (ماخوذ از روایات وحکایات)

قوت وطاقت میں اضافہ

ایک دفعہ ایک دانا، بینا، تجربہ کار حکیم اپنے بیٹوں کو نصیحت کررہا تھا، اور کام کرنیکی رغبت دلا رہا تھا، چنانچہ باتیں کرتے کرتے اس نے کہا کہ اگر استقلال کے ساتھ کسی کام کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو آدمی کی صلاحیت اور قوت درجۂ کمال کو پہونچ سکتی ہے، اور بہت سے خطرات ومشکلات سے محفوظ ہوجاتا ہے، پھر اس دانا حکیم نے اپنا دعوی ثابت کرنے کے لیے ایک عجیب حکایت بیان کی۔

نادر حکایت

پرانے زمانے میں ایک آدمی تھا جو گھومنے کا بڑا شوقین تھا، مزید برآں اس کے پاس ایک موٹا تازہ عظیم الجثہ بیل تھا، اس بیل کو وہ اپنے کندھے پر لیے لیے پھرتا رہتا تھا، لوگ اس کی قوت کمال پر حیرت انگیزی کا

اظہار کرتے اور سوچا کرتے اس بلا کی قوت اس معمولی سے شخص میں کہاں سے آگئی، چنانچہ کسی شخص نے ایک دفعہ اس سے معلوم کیا کہ اتنی زبردست قوت وطاقت تم کہاں سے لائے، وہ بولا کہ یہ بیل جب ذرا سا بچھڑا تھا میں اس کو اپنے کاندھے پر بٹھاتا تھا، بٹھائے بٹھائے میں اسقدر عادی اور خوگر بن گیا ہوں کہ آج یہ بچھڑا سانڈ بن چکا ہے، مگر مجھے اپنے کاندھے پر اٹھا لینے میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی، یہ میری مشق اور مداومت کار کا نتیجہ ہے۔

گرامیٔ قدر حضرات

شریعت کی نظر میں استقامت کہتے ہیں کہ انسان اپنے عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، دعوت وتبلیغ، کسب ومعاش اور اس کی آمد وصرف کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہٗ کی قائم کردہ حدود کے مطابق سیدھا چلتا رہے، ایک انچ اور بال برابر بھی کسی طرف جھکاؤ یا کمی زیادتی نہ ہو۔

میرے مشفق اور مہربان دوستو!

دنیا میں جتنی بھی گمراہیاں اور عملی خرابیاں آتی ہیں وہ سب اسی استقامت سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہوتی ہیں، چنانچہ جتنی بھی تنظیمیں، کمیٹیاں اپنے اصلی مقصد میں خیر خواہی اور نیک نیتی کے ساتھ لگی رہتی ہیں وہ کامیاب ہو جاتی ہیں، اور جو تنظیمیں، کمیٹیاں، ادارے افراط وتفریط، غلو اور تجاوز کی طرف چل دیتے ہیں ان کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے، رات دن ہم دنیوی پارٹیوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اُبھرتی ہیں، ختم ہو جاتی ہیں، خاک آلود ہو جاتی ہیں، اسی طرح اگر ہم عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات سے ہٹ جائیں تو بدعات، کفر وشرک تک کی نوبت پہونچ جاتی ہے،

اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی عظمت ومحبت کی جو حدود مقرر کی گئیں ہیں ان میں کمی کرنے والوں کو گمراہ اور گستاخ کہا جاتا ہے، یہود ونصاریٰ اسی گمراہی میں کھو گئے، حاصل یہ ہے کہ جو طریقے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین فرمائے ہیں ان میں اپنی طرف سے کوئی زیادتی یا کمی نہ ہونی چاہئے بلکہ دیانت وامانت اور صبر واستقامت کے ساتھ مکمل کرنے چاہئے۔

مشائخ کا نظریہ

ہمارے اکابر اور مشائخ بھی اسی طرف زور دیتے ہیں کہ ہر عمل میں استقامت ہو خواہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، میرے شیخ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ یہی فرماتے تھے کہ عمل روز کرو، محنت سے کرو، پابندی کے ساتھ کرو، بھلے ہی تھوڑا ہو۔

استقامت پر مرتب ہونے والے ثمرات اور انعامات الٰہیہ

میرے مؤقر ومعزز دوستو!

پارہ فمن اظلم حم سجدہ کی ۳۰ ویں آیت جو میں نے تلاوت کی تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمادیا، استقامت کے ساتھ کام کرنے والوں کے لیے سات انعامات کا وعدہ فرمایا آیت مبارکہ یہ ہے، "اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ. نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ." اس آیت میں استقامت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کے لیے عظیم ثمرات اور بہترین نتائج بیان فرمائے گئے ہیں۔

Scanned by CamScanner

☆ پہلا ثمرہ اور انعام

یہ ہے کہ استقامت کے ساتھ اللہ اللہ کرنیوالوں پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، کسی شخص کے لیے فرشتوں کا اترنا انتہائی اعزاز و اکرام کی دلیل ہے، کسی نے کیا خوب کہا۔

اللہ اللہ ہے تو یارو جان ہے
ورنہ یارو جان ہی بے جان ہے
اللہ اللہ کرلے تو اسقدر
اللہ اللہ رہ جائے اور نفس جائے مر

فرشتوں سے مراد رحمت اور حفاظت کے فرشتے ہیں، جو آنیوالی پریشانیوں اور مصائب میں ڈھال بن کر ثابت ہوجاتے ہیں۔

☆ دوسرا ثمرہ اور انعام! پیغام بشارت:

"اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا" نہ احوال آخرت پر اندیشہ کرو اور نہ دنیا کے چھوڑنے پر رنج کرو کیونکہ آگے تمہارے لیے اسکا نعم البدل موجود ہے، جب تم یہاں دنیا میں اللہ اللہ کروگے ذکر اللہ کی کثرت رکھوگے، کلمہ طیبہ کے تقاضوں کو پورا کروگے تو کسی قسم کا خوف اور غم لاحق نہیں ہوگا۔

☆ تیسرا انعام! جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت:

"وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ" دنیوی زندگی کے بعد آخرت میں خوشخبری دی جارہی ہے جنت کی، اور جنت بھی وہ جس کا وعدہ کیا جاچکا تھا، جو طرح طرح کی نعمتوں سے معمور ہے۔

☆ چوتھا ثمرہ اور انعام:

"نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ" کہ ہم تمہارے ولی، سرپرست اور دوست ہیں دنیا وآخرت میں، ...... دنیا میں فرشتوں کا رفیق ہونا یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں نیک کاموں کا الہام کرتے رہتے ہیں، اور کوئی تکلیف ومصیبت پیش آجائے تو اس پر صبر وسکون فرشتوں ہی کی رفاقت کا اثر ہوتا ہے، اور آخرت میں رفیق ہونا تو آمنے سامنے کھل کر ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ" اور دوسری آیت میں ہے: "يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ".

دوستو .... حق تعالیٰ سے تعلق ومحبت کا ہونا دنیا وآخرت میں ایک ایسا عظیم انعام ہے، کہ دنیا ومافیہا کی ساری نعمتیں اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اہلِ جنت کو تمام انعامات سے نوازنے کے بعد فرمائیگا کہ اے میرے بندو .... کیا تمہیں کچھ اور چیز مطلوب ہے، جنتی جواب دیں گے، اے ہمارے رب اب ہمیں اور کیا چاہئے ہم کو تو وہ تمام تر نعمتیں دے دی گئیں ہیں جو جہاں والوں میں کسی کو نہیں دی گئیں، اس پر اعلان ہوگا: "رِضَائِیْ لَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا" کہ میری رضامندی اور خوشنودی ہے تمہارے لیے .... اب آئندہ میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا، "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ".

☆ پانچواں انعام

"وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ" اے ایمان اور تقویٰ والو،

Scanned by CamScanner

استقامت کے ساتھ عمل کرنے والو، تمہارے لیے جنت میں ہر وہ نعمت ہوگی جس کو تمہارے دل چاہیں گے، جس چیز کی طرف تمہارا دل رغبت کریگا، فوراً حاضر کردی جائیگی۔

☆ چھٹا ثمرہ اور انعام

"وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ" اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز ہوگی جو تم طلب کرو گے، جو کچھ تم زبان سے مانگو گے وہ تو ملے ہی گا بلکہ مانگنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی، خود بخود وہ چیز موجود ہو جائیگی۔

دوستو .... آدمی اس دنیا میں بہت سی آرزوئیں، تمنائیں، خواہشیں، دل میں رکھتا ہے، مگر یاد رہے دنیا میں ساری نعمتیں، آرزوئیں پوری نہیں ہوں گی ہاں جنت میں سب پوری ہو جائیں گی۔

جنت میں سب تمنائیں پوری ہو جائیں گی

ڈھڈیاں شریف کی ایک مجلس میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص تین باتیں چاہتا ہے خواہ وہ کسی ملک کا ہو، کسی قوم کا ہو، کسی وطن اور کسی مذہب کا ہو، عورت ہو یا مرد، جوان ہو یا بوڑھا، ہر شخص میں پائی جاتی ہیں:

(۱) ہمیشہ زندہ رہے کبھی مرے نہیں، (۲) ہر شخص چاہتا ہے جوان اور صحت مند رہے کبھی بوڑھا نہ ہو، (۳) ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے عزت و آرام کی زندگی نصیب ہو، مگر یہ خواہشات آج تک کسی کی پوری ہوئی نہ ہوں گی، بڑے بڑے ولی، رشی، منی، پیغمبر دنیا میں آئے مگر چلے گئے۔

نہ نبی رہے، نہ ولی رہے، نہ غنی رہے، نہ سخی رہے
چلے جا رہے ہیں کشاں کشاں کوئی قید پیر و جواں نہیں

اللہ نے جب یہ تینوں خواہشات پیدا کیں تو ضرور ان کے پورا ہونے کی جگہ بھی پیدا کی ہے جہاں یہ تینوں خواہشات بھی پوری ہوں گی وہ جگہ جنت ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کسی پرندے کو اڑتا ہوا دیکھ کر تمہارے دل میں اس کا گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے آ گریگا، بعض روایات میں ہے کہ وہ آگ سے مس ہوگا، نہ دھوئیں سے...... خود بخود پک کر سامنے آ جائیگا۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو جنت میں اگر بچہ پیدا ہونے کی خواہش ہوگی تو اس کا حمل اور وضع حمل پھر اس کا دودھ چھڑانا پھر جوان ہونا سب ایک ساعت میں ہو جائیگا، ایک آدمی خواہش کریگا کہ میں کھیتی کروں، کھیتی کے تمام آلات و اسباب پھاوڑا، ہل، بیل وغیرہ سب آن کی آن میں تیار کر دیئے جائیں گے، اور اس کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

بزرگان محترم .... ہر طلب کا پورا ہونا اور ہر مطلوب کا ملنا نہایت ہی عظیم انعام ہے۔

☆ ساتواں ثمرہ اور انعام

"نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ" مؤمنین کے لیے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہوگا، غفور رحیم کی طرف سے، یعنی یہ نعمتیں اکرام و اعزاز کے ساتھ اس طرح ملیں گی جس طرح مہمانوں کو ملتی ہیں، دنیا میں اگر کوئی بادشاہ، صدر مملکت یا قوم کا لیڈر دعوت کردے تو مدعوین مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے کہ آج بادشاہ کے یہاں اعزاز ہو رہا ہے ...... اندازہ لگایئے احکم الحاکمین

کیا خوب دعوت ہوگی۔
بادشاہوں کے بادشاہ کے یہاں دعوت ہے
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب "قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ان اوصافِ کاملہ اور بشارتِ فاضلہ کے سب سے اولین مصداق خلفائے راشدین، پھر مہاجرین اولین تھے، جن کے ایمان واستقامت کی عظمت وبلندی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، در اصل اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم ترین نعمتیں اُن ہی لوگوں کے حصے میں آئیں گی، جو استقامت کے ساتھ عمل کرتے ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے قرآن پاک میں صاف صاف فرمادیا کہ میرے احکام کا اتباع ثبات قدمی و پامردی کے ساتھ کرتے رہو، عارفین کا قول ہے، کہ استقامت ہزار ہا کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

استقامت کے پیکر تاریخ کے آئینہ میں

☆ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل وقابیل میں جھگڑا ہوا باپ نے استقامت کا مظاہرہ فرمایا کسی ایک طرف نہیں جھکے بلکہ اللہ کی اطاعت وفرماں برداری پر قائم رہے، اور حضرت ہابیل نے بھی قتل ہونے کو پسند کرلیا مگر اللہ کے حکم کو پامال نہیں ہونے دیا۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

☆ آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے پتھروں سے مارا بدن لہولہان ہوگیا مگر استقامت میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔

☆ جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی آزمائشوں اور امتحانات میں گذرگئی، مگر قدموں میں لڑکھڑاہٹ کا تصور پیدا نہ ہوا۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام نے صابر اَنعمَ العبدُ اِنہٗ اَوّابٌ کا لقب پایا۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت وسلطنت کے خُرد بُرد کرنے میں شیطان وجنات تک نے زور لگائے مگر ان کی ایمانی استقامت کو دھچکا تک نہ لگا۔

☆ حضرت یحیٰ علیہ السلام کا قتل ہوا لیکن ایمانی استقامت میں کوئی فرق نہ آیا۔

☆ حضرت زکریا علیہ السلام کو آروں سے چیر دیا گیا مگر صبر واستقامت میں جنبش تک نہ آئی۔

☆ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی قوموں نے مخالفتوں کے انبار کھڑے کردئے مگر حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی زندگی میں ذرہ برابر اضمحلال پیدا نہیں ہوا۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ پہلی امتوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بہت برا سلوک کیا حتی کہ کھوٹے روپے لے کر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرادیا۔ (بحوالہ رحمۃ العالمین)

آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں

☆ امام الانبیاء وخاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھادئے جاتے تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں، گھر کے دروازے پر طرح طرح کی غلاظت اور گندگی پھینکی جاتی تاکہ آپ کے راحت وآرام، صحت وتندرستی، میں خلل واقع ہو۔

☆ عمرو بن العاصؓ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ ابن ابی معیط آیا اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر رسی جیسا بنالیا اور جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور ﷺ کی گردن میں

ڈال دیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کیے گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی تاہم حضور ﷺ اسی اطمینان قلب سے سجدے میں پڑے ہوئے تھے اتنے میں ابوبکر صدیقؓ آئے انھوں نے دھکے دیکر عقبہ کو ہٹایا اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی: "اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآئَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ" کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے، اور تمہارے پاس اپنے روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے، اسی پر بس نہیں، چند شر پسند لوگ ابوبکر صدیقؓ کو لپٹ گئے اور ان کی بھی بہت مار پٹائی کی۔

☆ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے تو قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے، ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اوجھڑی پڑی ہوئی ہے، کوئی جائے اور اٹھا لائے، اور نبی ﷺ کے اوپر رکھدے، بد بخت عقبہ اٹھا اور نجاست بھری اوجھڑی اٹھالایا، جب نبی کریم ﷺ سجدہ میں گئے تو پشتِ مبارک پر رکھدی، آنحضرت ﷺ تو ربُّ العزت کی جانب متوجہ تھے، کچھ خبر بھی نہ ہوئی کفار ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ (گر پڑ) ہو رہے تھے، عبداللہ بن مسعودؓ صحابی بھی موجود تھے، کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا تو حوصلہ نہ پڑا مگر معصوم سیدہ فاطمہ زہراؓ آگئیں انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو دور پھینک دیا، اور ان سنگ دل لوگوں کو بہت سخت سُست کہا۔

☆ قریش مکہ نے نبی کریم ﷺ کے خلاف طرح طرح کی کمیٹیاں قائم کیں، تا کہ آپ ﷺ دین کی دعوت دینے سے رک جائیں، مگر وہ ایک سچی آواز تھی، جو مخالفوں کی مخالفت سے دبنے نہ پائی، ظالموں کے ظلم کا کوئی اثر قبول نہ کیا، تو آنحضرت ﷺ کو طمع اور لالچ دیا گیا کہ اگر آپ کو کسی حسینہ کی

تلاش ہو تو سارے عرب کی عورتیں پیش ہیں جس کو چاہو پسند کرلو، اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو عرب کے خزانے موجود ہیں، اگر حکومت کی تمنا ہو تو ہماری گردنیں غلامی کے لیے حاضر ہیں، ہم رعایا بنتے ہیں اور آپ کو بادشاہ بناتے ہیں۔

استقامت وثبات قدمی میں آئیڈیل

مگر ان تمام چیزوں کے باوجود آپ ﷺ اپنے موقف (دعوت اسلام) پر چٹان کی طرح جمے رہے، ذرہ برابر بھی لغزش پیدا نہ ہوئی، اور ان کی ترغیب کے ہتھکنڈے آپ کو متاثر نہ کر سکے، اور نہ ہی ان کی دھمکیاں کام آسکیں، بلکہ آپ ﷺ کسی فلک بوس پہاڑ کی طرح اٹل رہے۔

آپ ﷺ نے اپنے موقف سے ایک انچ بھی ہٹنے سے انکار کر دیا، حتی کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا سے کہا:

لَوْ وُضِعَتِ الشَّمْسُ فِى يَمِيْنِى وَالْقَمَرُ فِى يَسَارِى عَلٰى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْعَمَل تَرَكْتُهُ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلَكَ دُوْنَهُ.	اگر میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ کر درخواست کی جائے کہ اپنے موقف سے باز آجاؤ یا تھوڑی نرمی پیدا کرو تو میں اسکو مسترد کر دوں گا، حتی کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کردے یا اس کے پیچھے میں ہلاک ہو جاؤں۔

بہر حال نافرمان مخلوق نے ہزاروں کوششوں سے دبانا چاہا مگر وہ خدا کی پکار تھی، سچی آواز تھی، اس کو بلند ہونا تھا، بلند ہوئی اور آج تک بلند ہے، انشاءاللہ تا قیامت بلند رہے گی آپ ﷺ کی استقامت اور ثابت قدمی ہمارے لیے ایک نمونہ ہے۔

Scanned by CamScanner

☆ اسی طرح حضرات خلفائے راشدین کے کارنامے روز روشن کی طرح عیاں ہیں ایک ایک خلیفہ کے حالات زندگی بیان کیے جائیں تو ہفتوں اور مہینوں درکار ہیں، چنانچہ حضرات خلفائے راشدین ﷺ کی زندگی کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو وہ۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیبا کی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کے مصداق نظر آتے ہیں۔

☆ حضرات صحابۂ کرام ﷺ کی زندگی ہمارے لیے قابل رشک نمونہ ہے، حضرت صہیب رومیؓ، بلال حبشیؓ، خباب بن اَرتؓ، عمار بن یاسرؓ، حضرت سمیہؓ نے جس استقلال واستقامت کا مظاہرہ کیا تاریخ اس پر عش عش کرتی ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کو آگ کے انگاروں، گرم کوئلوں، لوہے کی سلاخوں، تپتی تپتی ریت پر لٹایا گیا، اور گلے میں رسیاں باندھ کر بڑی بیدردی کے ساتھ کھینچا گیا، بی بی سمیہؓ کی ٹانگوں کو اونٹ کی ٹانگوں سے باندھ کر دائیں بائیں بھگایا جاتا، تاریخ کہتی ہے کہ ''او کمبخت ابو جہل'' تیرا وہ ظلم ہمیشہ یاد رہیگا کہ تونے بی بی سمیہؓ کے نازک حصہ میں تیر مارا تھا۔

کفار مکہ نے برابر تین برس تک آنحضور ﷺ کا اور آپ کے ساتھیوں کا بائیکاٹ کر رکھا تھا، اور کوشش یہ کی گئی تھی کہ کسی طرح پانی کا ایک گھونٹ یا کھانے کا ایک لقمہ بھی اللہ کے ماننے والوں تک نہ پہونچ سکے، بچے بھوک کے مارے بلبلاتے تھے، مگر ان کے دل ایک لمحہ کے لیے بھی نہ پسیجے، قصور صرف اتنا تھا کہ اللہ کو ایک کیوں کہتے ہو، پتھروں کو کیوں نہیں

پوجتے، لوٹ مار، شراب خوری، جوابازی، فحش کاری اور ہزاروں قسم کے برے کاموں میں ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتے ہو، مگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان یہ تھی کہ اللہ اور اس کے رسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی، اللہ نے حضرات صحابہ کرام ﷺ کے عمل سے خوش ہو کر قرآن پاک میں فرمایا: ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہُ اَلاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (مجادلہ)

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو دیکھا اور میرے صحابہ کو دیکھا وہ جنتی ہے، (ترمذی) معلوم ہوا کہ حضرات صحابۂ کرام ﷺ مصائب وتکالیف کے نتیجہ میں بڑے اجر وثواب کے مستحق ہوگئے، بعض صحابہؓ کے بارے میں تو نبی ﷺ نے یقینی طور پر فرمادیا کہ وہ جنتی ہیں، جیسے عشرہ مبشرہ اور بعض صحابہ ﷺ کو عمومی بشارت عطا فرمائی، اسی عمومی بشارت میں سارے مسلمان داخل ہیں، بشرطیکہ خاتمہ ایمان واسلام پر ہو، دعا کیجئے، اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور حضرات صحابہ ﷺ کے زمرہ میں ہمارا بھی شمار فرمالیں۔

خدا کرے ہمارا بھی ان میں نام آئے
جو خوش نصیب مدینہ بلائے جاتے ہیں

استقامت کی زندہ جاوید مثال

آخر میں ..... میں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ کے صبر واستقامت اور ثابت قدمی پر روشنی ڈال کر بات ختم کرتا ہوں۔

آج جس سرزمین پر آپ اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں ساٹھ سال پیشتر

Scanned by CamScanner

غیر ذی زرع اور بے آب وگیاہ، چٹیل میدان تھا، دن ہی میں شیر اور چیتے نظر آتے تھے، گذرتے مسافر خوف کھاتے، اور ڈرتے تھے، ایک بھی متنفس کلمہ طیبہ "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے والا رات نہیں گذارتا تھا، حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ (خلیفہ حضرت جودھپوریؒ) نے استقلال واستقامت اور عزم کی پختگی کے ساتھ چھپر ڈال کر دینی تعلیم کا آغاز کیا، موڑ کے نام سے یہ جگہ مشہور تھی، بعد میں مقصود آباد کے نام سے اس جگہ کو یاد کیا گیا، آج ترقی یافتہ ''چھمّلپور'' کے نام سے دنیا جانتی ہے، حضرت مولانا مرحوم کی کاوشوں کے نتیجہ میں بہت سی دینی، دنیوی، معاشی، سماجی چیزیں یہاں پر وجود میں آئیں، یہاں کا پوسٹ آفس (ڈاک گھر) جو پہلے فتح پور میں تھا آپ ہی کا مرہون منت ہے، نماز جمعہ اور عیدین کی نماز آپ ہی کی مساعئ جمیلہ کا فیض ہے۔

مسلمانوں کا مشہور تہوار عیدالاضحیٰ میں قربانی کی اجازت آپ ہی کی حکمتوں اور مصلحتوں کی عین نوازش ہے، اور عجیب وغریب طرّہ یہ کہ اتنا بڑا ''کاشف العلوم'' جو کبھی مکتب اور مدرسہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا آج ''جامعہ کاشف العلوم'' کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ومعروف ہو چکا ہے، دنیا کے چپے چپے پر اس کے فیض یافتگان کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے۔

دوستو.........خلاصۃً اور نتیجۃً یہی کہنا پڑتا ہے کہ جو کام استقلال واستقامت کے ساتھ کیا جائے وہ عنداللہ مقبول ہوتا ہے، کاشف العلوم کی یہ روز افزوں ترقی حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ کے استقلال واستقامت

اور ان کی سچی محبت کا مظہر ہے، آپ ہمہ وقت کاشف العلوم کی محبت میں محو اور غرق نظر آتے اور خودداری کے ساتھ گنگناتے رہتے تھے۔

تیرا ترانہ گاؤں گا تجھ سے نہ ہرگز جاؤں گا
مجدیؔ یہ میں سمجھاؤں گا گاتا رہا ہوں گاؤں گا

ماشاء اللہ حضرتؒ نے اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دی، اور کاشف العلوم کو خیر آباد کہکر سلامتی کی دعا دیتے ہوئے بہت جلد ربّ حقیقی سے جا ملے۔

انالله وانا اليه راجعون.

دوستو ....عرض یہ کرنا ہے کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عبادات ومعاملات، معاشرت اور اخلاق جس شعبہ میں بھی ہو استقامت کے ساتھ ہو، ایک چیز کو پکڑ کر اس پر جمے رہو، حضرت عمرؓ ایک صحابی کے یہاں صبح صبح پہنچے پوچھا کہ فلاں صاحب مسجد میں نظر نہیں آتے، ان کی والدہ نے جواب دیا کہ وہ پوری رات نفل نمازیں پڑھتے رہے، اس لیے صبح صبح آنکھ لگ گئی، آپ نے فرمایا کہ مجھے صبح کی باجماعت نماز ادا کرنا پوری رات نفل پڑھنے سے زیادہ پسند ہے.............. آدمی جوش میں ہوش نہ کھوئے، نہ غلو کرے، بلکہ شرعی احکام کی پوری پابندی اور اصولوں کے ساتھ پورا کرتا رہے، یہی استقامت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح معنیٰ میں ہمیں استقلال واستقامت والی زندگی نصیب فرمائے، اور اپنے اصحاب واسلاف والا حوصلہ عطا فرمائے، دین متین پر چلنا آسان فرمائے، نبی جیسی لازوال استقامت والی زندگی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

Scanned by CamScanner

اوروں کے بنانے سے تقدیر نہیں بنتی
ہم جہدِ مسلسل سے تقدیر سنواریں گے

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين

محبت جس کو حاصل، اس کو حاصل استقامت ہے
کوئی بھی حال ہو، ہر حال میں اس کو راحت ہے

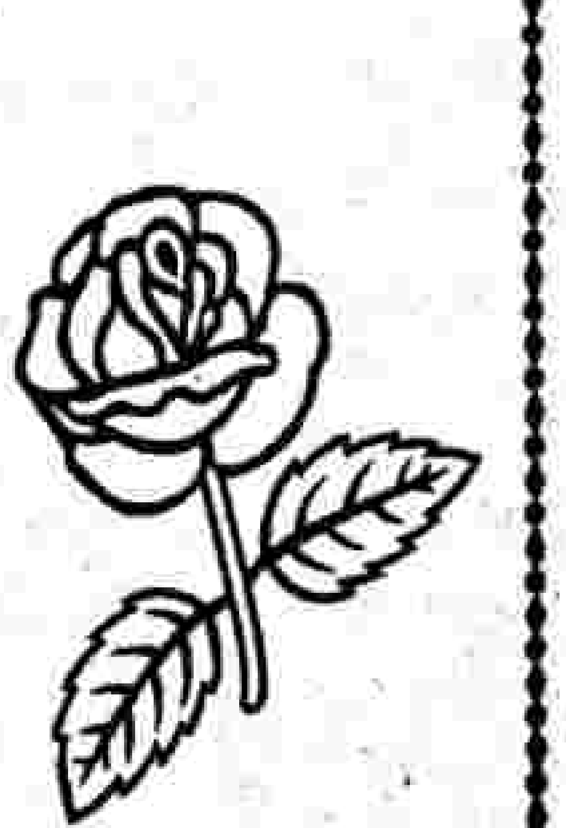

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبر وشکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ.

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانئے گا خواہ ہو کتنا ہی صاحبِ فہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

Scanned by CamScanner

گرامی قدر حضرات!

جو آیت شریفہ آپ کے سامنے تلاوت کی گئی اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے "فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِيْ وَلَاتَكْفُرُوْنَ" میں اس بات کی دعوت دی، کہ اے لوگو! میں نے تم کو ایسی عظیم نعمتوں سے نوازا، اور تم میں ایسا عظیم الشان رسول بھیج کر تم کو یاد کیا، جس کا مقتضی یہ ہے کہ تم بھی مجھ کو ہمیشہ یاد رکھو، کسی وقت میری یاد سے غافل نہ ہو، میں تمہیں اپنے الطاف وعنایات سے یاد کروں گا، اور ملأ اعلیٰ یعنی فرشتوں کی بہترین مجلس میں تمہارا تذکرہ کروں گا، کہ اے فرشتو! یہ میرے یاد کرنے والے بندے ہیں تو اسی وقت تمام کے تمام فرشتوں کے الطاف وعنایات تم پر مبذول ہوجائیں گے۔

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے.......... "فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ" (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا)، اس میں تمام احکامِ خداوندی بجالانے کا حکم دیا جارہا ہے، اور "وَاشْكُرُوْلِيْ وَلَاتَكْفُرُوْنَ" (تم میرا احسان مانو اور ناشکری مت کرو)، اس میں تمام منہیات اور ممنوعات سے بچنے کا حکم دیا جارہا ہے، مگر دوستو بظاہر تمام اوامر ونواہی پر عمل کرنا بہت دشوار نظر آتا ہے، اس پر عمل پیرا ہونے کی صورت کیا ہے؟

اوامر ونواہی پر عمل کرنیکا آسان نسخہ

محترم بزرگو اور دوستو!

قرآن مجید نے بہت خوبصورت اور محبت بھرے انداز میں اوامر ونواہی پر عمل کی صورت بیان فرمائی ہے، فرمایا اے ایمان والو! اگر

شریعت اسلامیہ اور اوامر ونواہی کی ادائیگی میں دشواری معلوم ہو تو صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو، انشاء اللہ صبر اور نماز میں ہر مشکل اور مصیبت کا علاج مضمر ہے، آپ پہلے صبر کی حقیقت اور اس کے مفہوم کو ذہن نشیں فرمالیجئے۔

صبر کی اصلی حقیقت

قرآن مجید نے صبر کو جس وسیع مفہوم میں استعمال کیا ہے، اس کے لحاظ سے مؤمن کی پوری زندگی صبر وشکر کا مظہر بن جاتی ہے، صبر کے معنی ثبات واستقامت اور بے پناہ ہمت واستقلال کے ہیں، نیز نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں، بُزدلی اور بے غیرتی کے نہیں ہیں، صبر کے معنی یہ بھی ہیں کہ نیک کاموں کے کرنے پر اپنے نفس کو ثابت قدم رکھے، اور برے کاموں میں مبتلا ہونے سے اس کو روکے، ہمارے یہاں عام طور پر ان الفاظ کو بے محل استعمال کیا جاتا ہے، کوئی مرگیا تو کہہ دیا بھائی صبر کرو، نقصان ہوگیا تو کہہ دیا میاں صبر کرو، کوئی ظلم سے رو رہا ہے تو فرمادیا چپ رہو اور صبر کرو، لیکن شریعت کی رو سے مصائب ومشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا نام صبر ہے، جزع وفزع نہ کرکے اللہ سے مدد طلب کرے، تاکہ مشکلات آسان ہوں۔

صبر کی تین قسمیں ہیں:

حضرات مفسرین نے صبر کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں

(۱) صبر عن المعاصی، (۲) صبر علی الطاعۃ، (۳) صبر علی المصائب۔

صبر عن المعاصی

صبر عن المعاصی کہتے ہیں کہ انسان اپنے نفس کو حرام اور ناجائز چیزوں سے روکے رکھے، یعنی آدمی یہ ارادہ کرلے کہ مجھے زندگی میں کبھی بھی گناہ نہیں کرنا

Scanned by CamScanner

ہے، اور کبھی کوئی حرام کام نہیں کرنا ہے، نہ شراب نوشی کروں گا، نہ جوا کھیلوں گا، نہ سودی کاروبار کروں گا، غرضیکہ کسی حرام کام کا ارتکاب نہیں کروں گا۔

برائیوں سے رکنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ناجائز خواہشات اور برے خیالات پر قابو رکھے، اور اپنے جذبات کو اللہ کے خوف سے دبائے رکھے۔

صبر علی الطاعۃ

صبر علی الطاعۃ کہتے ہیں کہ انسان اپنے نفس کو طاعات وعبادات کی پابندی پر مجبور کردے، یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آدمی یہ ارادہ کرلے کہ مجھے زندگی میں کبھی بھی اللہ کی عبادات کو ترک نہیں کرنا ہے، شریعت کے جملہ احکام نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ وغیرہ پر مکمل عمل کرنا ہے، دل چاہے نہ چاہے حالات کچھ بھی ہوں، اور دنیوی رسم ورواج کچھ بھی کہے، ہمیں ہر قدم پر اللہ کا حکم دیکھنا ہے، اور ہر حال میں اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔

صبر علی المصائب

صبر کی تیسری قسم صبر علی المصائب ہے، صبر علی المصائب کہتے ہیں کہ انسان تمام آفات ومصائب پر صبر کرے، جو مصیبت آگئی اس کو اللہ کی طرف سے سمجھے، اور اس کے ثواب کا امیدوار بنا رہے، اور اس کی تعریف وتوصیف شکر وتحمید بجالاتا رہے، دل پر ذرہ برابر بھی رنج وغم کا میل نہ جمنے پائے، ہاں اگر کبھی کبھار تکلیف وپریشانی کے اظہار کا کوئی کلمہ منہ سے نکل بھی جائے تو صبر کے منافی نہیں، اللہ معاف فرمادیتے ہیں۔

صبر پر عمل کی تاکید

صبر کے یہ تینوں شعبے (قسمیں) فرائض میں داخل ہیں، ہر مسلمان

پر یہ پابندی عائد ہے کہ تینوں شعبوں پر مکمل طور پر عمل کرے، عوام کے نزدیک صرف تیسرا شعبہ یعنی صبر علی المصائب پر تو کسی قدر عمل ہوتا ہے، اور دو شعبے (صبر علی الطاعۃ وصبر عن المعاصی) جو صبر کی اصل بنیاد ہیں، عام طور پر ان کو صبر میں داخل ہی نہیں سمجھا جاتا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد اول ص: ۳۳۸)

کون سے صبر میں زیادہ ثواب ملتا ہے

حضرات علماء نے تینوں طرح کے صبر میں تفاوت اور درجات بیان کئے ہیں، ایک روایت میں وارد ہے:

(۱) إِنَّ الصَّابِرَ عَلَى الْبَلَاءِ يَرْفَعُهُ اللّٰهُ ثَلٰثَ مِائَةِ دَرَجَةٍ بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَرَّةً.	جو حضرات مصائب پر صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین سو درجات ان کو ایسے عطا کریگا کہ جن میں ہر درجہ کا فاصلہ زمین وآسمان کے فاصلے کے برابر ہوگا۔
(۲) وَالصَّابِرُ عَلَى الطَّاعَةِ يَرْفَعُهُ اللّٰهُ سِتَّمِائَةِ دَرَجَةٍ بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ.	اور جو شخص عبادات الٰہی پر صبر کرتا ہے، اور ہر وقت طاعت وعبادات کے کاموں میں محو رہتا ہے اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چھ سو درجات عطا کریگا، ہر درجہ کا فاصلہ زمین وآسمان کے فاصلے کے برابر ہوگا۔
(۳) وَالصَّابِرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ يَرْفَعُهُ اللّٰهُ تِسْعَمِائَةِ دَرَجَةٍ بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ.	اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں پر صبر کرتا ہے یعنی اپنے آپ کو گناہوں سے روک لیتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نوسو ۹۰۰

(حاشية الصاوي لتفسير الجلالين الشريفين ج: ١)

درجات عطاء کریگا، ہر درجہ کا فاصلہ زمین وآسمان کے فاصلہ کے برابر ہوگا۔

معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ ثواب صبر عن المعاصی پر ملتا ہے، پھر صبر علی الطاعۃ پر، پھر صبر علی المصائب پر، گویا کہ صبر عن المعاصی کا شمار اعظم صبر میں ہوتا ہے، اور صبر علی الطاعۃ کا اقل درجہ میں، اور سب سے کم درجہ صبر علی المصائب کا ہے، جس کو ہم لوگ سب کچھ سمجھتے ہیں اور اسی پر ہم کچھ نہ کچھ عمل بھی کر لیتے ہیں، ضرورت ہے کہ صبر عن المعاصی اور صبر علی الطاعۃ کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنالیں، جب ہم صبر عن المعاصی اور صبر علی الطاعت پر عمل کرنے والے ہوجائیں گے، تو صبر علی المصائب تو خود بخود انشاء اللہ حاصل ہوجائے گا، چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور علماء وصلحاء مصائب وتکالیف کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: محنت ومشقت سے کوئی خالی نہیں رہا "اَشَدُّ النَّاسِ بَلَآءً الْاَنْبِیَآءِ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ" سب سے زیادہ سخت بلائیں اور مصیبتیں انبیاء علیہم السلام کو پہونچی ہیں، ان کے بعد جو ان کے قریب تر ہیں۔

مصیبتوں پر خوش ہونے والے افراد

ایک دفعہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے معلوم کیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخت مصیبت والا کون ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ انبیا علیہم السلام، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا پھر کون آپ ﷺ نے فرمایا علماء، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا پھر کون آپ ﷺ نے جواب دیا صلحاء، یعنی بھلے لوگ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک ان میں سے ہر ایک بلاء میں مبتلا کیے جانے سے اس قدر خوش ہوتا تھا جس طرح کہ تم میں سے کوئی عطیہ دیئے جانے پر خوش ہوتا ہے۔

صبر مؤمن کا ہتھیار ہے

صبر وشکر کرنے والے معزز ساتھیو...... سنو! صبر اللہ کی نعمت ہے اور اس کی رحمت وعنایت ہے، جو خاص انسان کو عطا کیا گیا ہے تا کہ مشکلات میں اس کا معین اور مددگار ہو، صبر کی خاصیت یہ ہے کہ رنج وغم کو ہلکا کر دیتا ہے، صبر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ حضرت انسان ہی کو عطا کیا گیا ہے ملائکہ اور حیوان کو نہیں اس لیے کہ ملائکہ میں صرف عقل ہے شہوت نہیں اور حیوانات میں صرف شہوت ہے عقل نہیں اور انسان میں عقل کے ساتھ شہوت اور غضب بھی ہے اس لیے انسان کو شہوت اور غضب کا وار روکنے کے لیے صبر کا ہتھیار دیا گیا ہے۔

صبر وشکر کا مظاہرہ

دوستو...........حضرت حق جل مجدہٗ وعم نوالہٗ نے پہلے انبیاء ومومنین کو بھی اس نعمت سے نوازا بطور نمونہ کے سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ سماعت فرمائیے۔

باری تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑی نعمتوں اور عظمتوں سے نوازا تھا، چنانچہ ان کو اولاد بھی دی، باغات بھی دیئے اور نبوت کا منصب بھی عطا فرمایا، شیطان لعین نے ایک دن بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوکر کہا کہ آپ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے، اس لیے وہ آپ کا شکر ادا کرتا ہے، اللہ تعالی نے شیطان سے کہا تو کیا چاہتا ہے؟ شیطان نے کہا یہ سب نعمتیں ان سے چھین لی جائیں، پھر دیکھتے ہیں وہ حمد وشکر اور صبر کیسے کرتے ہیں؟ چنانچہ باری تعالی نے شیطان کو اختیار دیدیا

Scanned by CamScanner

کرتا جو چاہے کر، بہر حال شیطان اگلے دن آیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے باغ میں آگ لگادی، پھر ایک کاشتکار کی شکل میں آیا، کہنے لگا کہ تیرا باغ جل کر خاک ہو گیا تو نماز میں مشغول ہے ایسی نماز سے کیا فائدہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا دفع ہو جا تو مجھے شیطان نظر آتا ہے۔

اگلے دن پھر آیا، بیوی بچے چھت کے نیچے تھے، کھانا کھار ہے تھے، شیطان نے وہ چھت گرادی، سب کے سب دب کر مر گئے، پھر ایک بندہ کی شکل میں آیا اور کہا کہ تیرے بیوی بچے سب ہلاک ہو گئے، حتیٰ کہ تیرے ایک بچہ کا بھیجہ نکل کر ناک کے راستے سے باہر آ گیا، آپ عبادت ہی میں لگے ہیں، آپ نے وہی جواب دیا تو مجھے شیطان لگتا ہے دفع ہو جا۔

ایک روز پھر آیا حضرت ایوب علیہ السلام نماز میں مشغول تھے چراغ جلا ہوا تھا، شیطان نے آ کر چراغ ٹیڑھا کر دیا، اور پھونک ماردی جس سے ان کے کپڑوں کو آگ لگ گئی اور سارا جسم جل گیا حتیٰ کہ ان کے جسم میں آہستہ آہستہ کیڑے پڑ گئے کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہی کہ جہاں کیڑے نہ پڑے ہوں، برابر اٹھارہ سال تک یہ آزمائش رہی۔

نہ بیوی بچے رہے، نہ باغات رہے، نہ کوئی کاروبار رہا، نہ اپنی صحت و تندرستی رہی، مگر آپ کے صبر میں اضافہ ہوتا رہا۔

؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آپ کے صبر کا یہ عالم تھا، کہ اگر کوئی کیڑا جسم سے نیچے گر جاتا تو اسکو اٹھا کر دوبارہ زخم میں رکھ لیتے اور کہتے اے کیڑے جب میرے جسم کو اللہ نے تیری غذا بنائی ہے تو تم نیچے کیوں گرتے ہو، دوستو یہ ہے صبر کی شان،

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا السلام علیکم آپ نے جواب نہ دیا تھوڑی دیر کے بعد پھر السلام علیکم کہا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے معلوم کیا کہ میں نے پہلے سلام کیا تھا آپ نے جواب کیوں نہیں دیا، فرمانے لگے کہ کیڑوں میں سے ایک کیڑا میرے جسم کو کاٹ رہا تھا مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں بولوں گا تو کہیں وہ کھانا نہ چھوڑ دے، کہیں میری طرف سے کوتاہی واقع نہ ہو جائے اس لیے میں نے سلام کے کلمات نہیں کہے، اب اس نے کاٹنا چھوڑ دیا تو میں نے جواب دیا۔

اٹھارہ سال اسی حال میں گذار دیئے، بالآخر...... اللہ رب العزت کو رحم آیا اور ان کی اس بیماری کو صحت میں تبدیل فرمادیا، سبحان اللہ، پھر وہ بیماری بالکل ختم ہو گئی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوبارہ پھر سب بیوی بچے باغات وغیرہ عطاء فرما دیئے، قرآن پاک میں آیت شریفہ نازل فرمائی، "اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ" اللہ نے آپ کو صابر، نعم العبد اور اواب، کے القاب سے نواز دیا...... جسے اللہ تعالیٰ نعم العبد کہے میرا اچھا بندہ ہے یہ کوئی چھوٹی بات نہیں، بلکہ بہت بڑی بات ہے۔ (ماخوذ تمنائے دل ص:۲۳)

میرے دوستو .... آزمائش کا مقصد نعمتوں سے محروم کرنا نہیں ہوتا بلکہ امتحان لینا ہوتا ہے، اور جب بندہ امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو دوگنا کر کے لوٹا دیتے ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام ہی کے متعلق قرآن نے کہا ہے: "وَوَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ" (سورۃ:ص) تاریخ یہی بتاتی

ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے آفات ومصائب پر بے مثال صبر وشکر کے مظاہرے فرمائے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک محض دینی دعوتی، تبلیغی امور کی خاطر تکالیف برداشت کیں۔

☆ ابوالانبیاء جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صبر وشکر کا اگر تذکرہ کیا جائے تو ایک مدت چاہئے۔

☆ نبی الانبیاء آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے صبر وشکر پر قرآن واحادیث میں اور تاریخ کے صفحات میں جو روشنی ڈالی گئی ہے، اس کو بیان کرنے کے لیے عمر نوح علیہ السلام چاہیے۔ (بلکہ عمر نوحؑ بھی کم ہے)

آپ ﷺ صبر کا نمونہ

مکی زندگی میں ایسی ایسی تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہوئے کہ کبھی کبھی پہاڑوں پر چڑھ کر اپنے جسم کو گرانے کے لیے تیار ہوجاتے، حضرت جبرئیل امین تسلی دلاتے، طائف کی مصیبتیں، اذیتیں بھی کوئی کم نہیں۔

جب آپ دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت کے لیے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے باشندوں نے آپ پر کیچڑ اچھالنا، طعن وتشنیع کرنا، پتھر مارنا شروع کردیا، آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں، جب آپ زخموں سے چور ہوکر بیٹھ گئے تو بازاری لونڈے، اوباش غنڈے بازو پکڑ کر کھڑا کردیتے، جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے، گالیاں دیتے، تالیاں بجاتے، حتی کہ نعلین مبارک خون سے لت پت ہوجاتے، جب آپ مقام قرن الثعالب میں پہونچے تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ آپ کے ساتھ لوگوں نے جو یہ

معاملہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے، اللہ نے آپ کی خدمت کے لیے ایک فرشتہ جو مَلَکُ الجِبَال ہے جس کے ذمہ پہاڑوں کی خدمت ہے اس کو بھیجا ہے، تاکہ آپ ان سے کام لیں، اتنے میں اس فرشتہ نے سامنے آکر السلام علیکم کہا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ حکم دیں تو ان پہاڑوں کے درمیان ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ بدتمیزی کررہے ہیں پیس کر رکھ دوں (تباہ وبرباد کردوں)، آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا نہیں، ہرگز نہیں...... یہ لوگ بے خبر ہیں مجھے پہچانتے نہیں، اگر وہ پہچانتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے، اور اگر یہ ایمان نہیں لائے تو ان کی نسلیں ضرور ایمان لائیں گی۔

جناب رحمۃ اللعالمینؐ نے سن کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر وغضب بن کر نہیں آیا
میں ان کے حق میں کیوں قہر الٰہی کی دعا مانگو
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگو

بلکہ آپ ﷺ نے ان کے حق میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی:

دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انھیں نور ہدایت دے
جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بچارے بے خبر ہیں انجان ہیں کردے معاف ان کو
الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

میرے بزرگو، دوستو اور نوجوان ساتھیو!

آقائے نامدار ﷺ کی پوری زندگی صبر وشکر، عفو ودرگذر سے

Scanned by CamScanner

معمور اور نورانی ہے، آپ حضرات صبر وشکر سے کام لیں انشاء اللہ العزیز آنحضرت ﷺ کی زندگی کے نادر واقعات پیش کروں گا، جو ہماری زندگی کی کامیابی کے لیے نسخۂ اکسیر ثابت ہوں گے۔

قرآن میں صبر کا تذکرہ

حق جل شانہ نے قرآن کریم میں صبر کا ۷۰ یا ۷۵ جگہ ذکر فرمایا ہے، کہیں عام مؤمنین کو خطاب فرمایا، کہیں عام انبیاء کا تذکرہ فرمایا اور کہیں خاص اپنے محبوب نبی ﷺ کو صبر کی تعلیم فرمائی، ارشاد ربانی ہے: "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" (احقاف) اے نبی تم صبر کرو جیسے اولوالعزم انبیاء ورسل نے صبر کیا ہے۔

آپ ؐ کی مکمل زندگی صبر وحلم، عفو ودرگذر کا آئینہ دار

آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی آفات ومشکلات، مصائب وآزمائش میں گذر گئی، مگر کبھی بھی رنج وغم کا شکوہ نہیں کیا، اگر کبھی شکوہ کے الفاظ زبان پر آ بھی گئے تو فوراً باری تعالیٰ نے اصلاح فرمادی۔

☆ چنانچہ غزوۂ احد میں آپ کا دندان مبارک شہید ہوا اور سر اقدس زخمی ہوا تو آپ نے فرمایا، وہ قوم کس طرح فلاح یاب ہوگی جس نے اپنے نبی ﷺ کا سر خون سے خضاب آلود اور چہرہ خون سے رنگین کردیا ہو، اللہ نے آیت نازل فرمائی، "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ" (آل عمران) بخاری کی روایت میں ہے کہ قبیلہ رعل اور ذکوان نے ستر ۷۰ صحابہ کو شہید کرڈالا، جس کو واقعہ بیر معونہ کہتے ہیں، جب آپ ؐ نے ان قبائل پر بدعاء کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "لَيْسَ

لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ".

امام احمد اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ؐ صبح کی نماز میں قومہ کے بعد دوسری رکعت میں یہ دعاء کرتے: اے اللہ لعنت کر صفوان بن امیہ پر اور لعنت کر سہیل بن عمرو پر، اور لعنت کر حارث بن ہشام پر، اور چند قریش کے سرداروں کے نام لیکر بددعاء فرماتے، اس پر اللہ نے: "ليس لك من الامر شئ او يتوب عليهم او يعذبهم" کا نزول فرمادیا، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لاڑلے اور پیارے رسول ﷺ سے فرمایا: اے محمد ﷺ آپ کو ہمارے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں، ہدایت، ضلالت، لعنت، رحمت سب ہمارے لیے ہے آپ تو صرف صبر کیجئے۔ (بل الا مر لله فاصبر) (جلالین)

ہم ان کی توبہ قبول کریں یا ہم ان کو عذاب دیں، یقیناً یہ لوگ ظالم ہیں، مگر آگے چل کر ان میں کچھ لوگ اسلام لانے والے ہیں، یہ اللہ ہی کو معلوم ہے، اس لیے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ؐ ان کے لیے بددعاء نہ فرمائیں، چنانچہ آپ ؐ نے بددعاء کرنی چھوڑ دی۔

بزرگو اور دوستو!

اللہ کے رسول ﷺ کو غزوۂ احد میں بہت ستایا گیا آپ ؐ نے خود فرمایا: "مَا اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُوْذِيْتُ" یعنی اللہ کے راستہ میں اتنا کسی کو نہیں ستایا گیا جتنا مجھے ستایا گیا۔

چنانچہ غزوۂ احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جب قتل ہوا تو آنحضرت ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کے پاس کھڑے تھے، مشرکوں نے آپ کے کان، ناک، اور آلاتِ مردانہ کاٹ لئے تھے، اور پیٹ

Scanned by CamScanner

چاک کردیا تھا، ہندہ بنت عتبہ زوجۂ ابوسفیان نے آپ کے جگر کا ایک ٹکڑا چبالیا تھا وہ اس کو نگل گئی مگر وہ پیٹ میں رک نہ سکا اس نے اگل دیا آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی آپ نے فرمایا: سنو! اگر ہندہ اس ٹکڑے کو کھالیتی تو کبھی وہ آگ میں داخل نہ ہوتی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اللہ نے یہ عزت عطا فرمادی ہے کہ ان کا کوئی حصہ دوزخ میں نہیں جائیگا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جب یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ اِن آنکھوں کے سامنے اتنا دل خراش منظر کبھی نہیں آیا، آپ نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے مجھے فتح عنایت کی تو آپ کی جگہ اِن کے ستر ۷۰ آدمیوں کو ضرور بالضرور مثلہ کروں گا، اس پر اللہ نے "وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ. وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ" کا نزول فرمایا۔ (تفسیر مظہری ج:۶، ص:۳۶۳)

یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر کوئی تم کو ناجائز ستائے تو تم بھی عدل وانصاف کے ساتھ بدلہ لے سکتے ہو، شریعت کی طرف سے اجازت ہے مگر بہتر یہ ہے کہ صبر کرو اور معاف کردو، صبر کرنے پر اللہ کی طرف سے بڑی بشارتیں آئی ہیں۔ (حاشیہ: نمبر (۱))

صابرین کے لیے جنت کی خوشخبری اور مصیبت کے وقت دعا کی تعلیم

محترم بزرگوں اور دوستو!

جو حضرات آفات ومصائب، مشکلات وحوادثات پر صبر کرتے ہیں ان کے لیے ارشادِ ربانی ہے: "وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ

صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ. وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ"۔ (بقرہ)

اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا آپ مصائب پر صبر کرنیوالوں کو جنت کی خوشخبری سنادو اور اپنی امت کو مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کی تعلیم فرمادیجئے، یہ دعا امت محمدیہ ہی کی خصوصیت ہے، پہلی قوموں کو یہ دعاء نہیں ملی، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں "يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ" فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کی فضیلت

آنحضورؐ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہونچ جائے تو انا اللہ الخ پڑھ لیا کرو، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا تو آپؐ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا یہ بھی مصیبت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا مومن کو جو بھی امر...... ناگوار گزرتا ہے بس وہ مصیبت ہے۔

امام بیہقی نے ایک روایت بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو مصیبت کے وقت انا اللہ الخ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اچھا بدل عطا فرماتا ہے اور اتنا دیتا ہے کہ وہ راضی ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کا بچہ مرتا ہے تو اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے کیا تم نے میرے بندہ کے بچہ کی روح قبض کرلی، فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں، پھر دریافت کرتے ہیں کیا تم نے اس کے دل کی ٹھنڈک کو لے لیا فرشتے کہتے ہیں جی ہاں، پھر معلوم کرتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ"

حاشیہ (۱) آیت کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دے کر فرمایا کہ ہم کو صبر منظور ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور آپ کی حمد کی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اچھا میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کردو، اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ کا چراغ بجھ گیا تو آپ نے "انا للہ وانا لیہ راجعون" پڑھا، تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ چراغ ہی تو ہے آپؐ نے فرمایا جس چیز سے مومن کو تکلیف پہونچے وہ مصیبت ہے۔

دوستو.................انا للہ وانا الیہ راجعون کے فضائل حدیث میں بہت ہیں اس لیے چھوٹی سے چھوٹی چیز غائب ہونے پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کرو، کیونکہ یہ خیر و برکت کا سبب ہے اور بڑے ثواب کی بات ہے اگر دل سے سمجھ کر یہ الفاظ کہے جائیں تو رنج وغم کے دور کرنے اور قلب کو تسلی دینے کے لئے یہ دعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس دعا کی برکت سے یا تو بعینہٖ جو نقصان ہوا، اس کو پورا کر دیتے ہیں، یا اس کے عوض میں کوئی اور خیر مقدر فرما دیتے ہیں۔

مضمون بشارت

صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ خاص مضمون بشارت وارد ہوئے ہیں: "اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ" باری تعالیٰ صبر کرنے والوں کے لیے اپنے خاص اور عام رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں، اور ان ہی صابرین کو مہتدون کے لقب سے نوازتے ہیں، یعنی یہی لوگ راہ راست پر ہیں، راہ راست اور ہدایت کا مل جانا سب سے بڑی نعمت ہے۔

بے حساب ثواب

یہی وجہ ہے باری تعالیٰ نے ہر عمل صالح کا اجر مقرر کیا ہے، مگر صبر کا

اجر بے حساب بتلایا گیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: "اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ"۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا صبر ایسی نعمت ہے، کہ اس سے زیادہ وسیع تر نعمت کسی کو نہیں ملی۔

معتبر صبر

اللہ کے یہاں اس صبر کا اعتبار ہوگا، جو مصیبت پڑتے ہی کیا جائے، بعد میں تو مجبوراً صبر کرنا ہی پڑتا ہے، اس کے علاوہ انسان کر بھی کیا سکتا ہے، لہٰذا وہ صبر جس پر خداوند تعالیٰ نے اخروی اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، اور اولوالعزم انبیاء کرام کا شعار ہے، وہ صرف وہی ہے، جو صدمہ پڑتے ہی کیا جائے۔

ایک معتبر واقعہ

بخاری ومسلم میں ہے کہ ایک عورت کا بچہ مر گیا تھا وہ جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق قبر پر رو رہی تھی، رحمتِ عالم ﷺ کا ادھر سے گذر ہوا، آپؐ نے اس عورت سے کہا اے نیک بخت عورت اللہ سے ڈر، صبر کر اس نے آپؐ کو پہچانا نہ تھا، ایک عام آدمی خیال کر کے یوں کہا ہٹ پرے، نہ تو تجھ پر میرے جیسی مصیبت پڑی اور نہ تو اس سے واقف ہے لوگوں نے کہا بیوقوف یہ رسول اللہ ﷺ ہیں وہ عورت سٹپٹا گئی اور آپؐ کے دروازہ پر دوڑی ہوئی آئی، وہاں اس نے دیکھا آپؐ کے دروازہ پر نہ کوئی نگہبان، نہ دربان، یہ دیکھ کر وہ ششدر اور حیران رہ گئی، اس نے سمجھا تھا کہ جس طرح بادشاہوں کے دروازوں پر پاسبان ہوتے ہیں، آپؐ کے یہاں بھی نہ جانے کتنے پاسبان ہوں گے، بہر حال اس عورت نے اندر جا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپؐ کو پہچانا نہ تھا،

میں صبر کرتی ہوں تو آپ نے فرمایا صبر تو صرف وہی ہے جو صدمہ پڑتے ہی کیا جائے۔

تمام مصائب کا علاج صبر وصلوٰۃ میں ہے

مصائب وحوادثات سے گھبرانے والو، اذیتوں اور تکلیفوں سے ڈرنے والو! اگر انسانوں پر مصائب وآلام نہ آئیں تو انسان بربادی وہلاکت میں مبتلا ہو جائے تاریخ بتلاتی ہے، کہ انسان امتحانات وبلیات سے گذر کر ہی سرخ رو ہوتا ہے۔

ع سرخرو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد

آپ حضرات اچھی طرح سمجھ گئے کہ ہمارے نبی ﷺ نے بہت سی مصیبتوں کا علاج صبر سے کر دکھایا اور آپ ؐ نے بہت سی مصیبتوں کا علاج نماز سے کیا۔

☆ ایک حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو کوئی پریشانی آتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے، ایک اور حدیث میں ہے کہ جب ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو پکڑا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول ہو گئے۔

☆ جریج راہب پر جب لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی تو جریج نماز میں مشغول ہو گئے۔

نماز سیام العبادۃ ہے، دین کا ستون ہے، مومنین کی معراج ہے جس کی کثرت سے مومن کے درجات میں ترقی ہوتی ہے، نماز اگر چہ مختلف اجزاء سے ایک معجون مرکب اور تریاق مجرب ہے، لیکن اس کی روح دُعا ہے جو ہر

مرض کی دوا ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو کہا تھا: ''اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ وَاصْبِرُوْا'' اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔

☆ فرعون کے جادوگروں نے بھی فرعون کے سامنے جرأت مندانہ بیان کے ساتھ یہ دعا کی ''رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ''.

نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ

دوستو .... آج کل ہر انسان اس بات کو جانتا اور کہتا ہے کہ آپسی نزاع اور جھگڑے بہت بری چیز ہیں، مگر اس سے بچنے کی فکر اور سوچ رکھنے والے خال خال نظر آتے ہیں، مال، حرص، انانیت، تکبر، گھمنڈ کا ایسا بھوت سوار ہے کہ ہر آدمی اختلافات اور جھگڑوں کے شکنجہ میں کسا ہوا نظر آتا ہے، باہر نکلنے کا راستہ ہی نہیں ملتا۔

میرے بزرگو!

اللہ تعالیٰ نے اس سے نکلنے کا ایک مفید گر ہمیں بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی خلاف طبع امور پر صبر کرنے کا خوگر بن جائے، اپنی بات منوانے اور اپنی چلانے کی فکر میں نہ پڑے، مگر یہ بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے، اسی لیے اتفاق واتحاد کے سارے وعظ وپند بے سود ہو کر رہ جاتے ہیں، آدمی کو دوسرے سے اپنی بات منوانے کی تو قدرت نہیں ہوتی مگر خود دوسرے کی بات مان لینے پر بھی رضامند نہیں ہوتا، اپنی سبکی سمجھتا ہے، اپنے لیے خفت محسوس کرتا ہے، ہاں اگر اس کی عقل ودیانت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کو نہ مانے تو کم از کم نزاع سے بچنے کے لیے خاموش ہو جانا تو بہر حال اختیار

Scanned by CamScanner

میں ہے، اس لئے قرآن کریم میں نزاع سے بچنے کی ہدایت کے ساتھ ساتھ صبر کی تلقین فرمادی تا کہ نزاع سے بچنا عملی دنیا میں آسان ہوجائے۔

عزیزو اور دوستو!

میری یہ باتیں آپ کو بڑی تلخ اور کڑوی لگ رہی ہوں گی مگر اللہ تبارک وتعالی نے صبر کرنے کے عظیم الشان فائدے بتلا کر صبر کی تلخی کو بھی دور کردیا، "إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ" فرما کر تسلی کا سامان مہیا کردیا یعنی صبر کرنے والوں کو اللہ کی معیت حاصل ہوگی اللہ تعالی ہر وقت ہر حال میں ان کا رفیق ہوگا، اور اللہ تعالی کی معیت اتنی بڑی دولت ہے کہ دونوں جہان کی ساری دولتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

گرامیٔ قدر حضرات!

بات لمبی ہوتی چلی جارہی ہے، مضمون ہی ایسا ہے کہ چھوڑنے کو طبیعت نہیں چاہتی، ایک نبی ہیں حضرت زکریا علیہ السلام ان کی ایک حکایت بیان کرکے اور بعد میں حمد وشکر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بات ختم کردوں گا، انشاءاللہ۔

حکایت یہود کے مشہور نبی کی

یہودیوں نے جب حضرت زکریا علیہ السلام پر حملہ کا ارادہ کیا تو حضرت زکریا علیہ السلام روپوش ہونے کے ارادے سے شہر سے باہر نکل گئے، اور ایک درخت سے کہا اے درخت مجھے اپنے اندر چھپالے درخت چر گیا، آپ اسکے اندر چھپ گئے، یہودی تلاش کرتے کرتے اُس درخت کے قریب پہونچے، تو شیطان نے ساری بات بتلا کر کہا کہ اس درخت کے آرے سے

دو ٹکڑے کردو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، کہتے ہیں کہ جب آری حضرت زکریا علیہ السلام کے دماغ تک پہونچی تو آپ نے آہ کی، ارشاد الٰہی ہوا کہ اے زکریا تم نے مصیبت پر پہلے صبر کیوں نہیں کیا؟ جو...... اب فریاد کرتے ہو، اگر دوبارہ منھ سے آہ نکالی تو دفترِ صابرین سے تمہارا نام خارج کردیا جائیگا اسی وقت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ہونٹوں کو بند کرلیا، چر کر دو ٹکڑے ہوگئے، مگر پھر بھی اُف تک نہ کی صبر وشکر کا مظاہرہ کرکے دکھا دیا اور مصائب وحوادثات، حزن وملال کو اپنا دوست بنالیا۔

کسی نے خوب کہا ہے۔

غم میں بھی قانونِ فطرت سے میں کچھ بدظن نہیں
یہ سمجھتا ہوں کہ میرا دوست ہے دشمن نہیں

نتیجتاً یہ معلوم ہوا کہ ہمیں دنیا میں بھی ہر نعمت کے عوض الحمد للہ رب العالمین کہنا چاہیے تا کہ اللہ کی نعمت پر شکر ادا ہوجائے۔

دوستو .... میں نے وعدہ کیا تھا کہ یہود کے مشہور نبی حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حمد وشکر پر بات ختم کردوں گا۔

حضرات گرامی!

انسان کی دو حالتیں ہیں، ایک حالت طبیعت کے موافق اور ایک حالت طبیعت کے مخالف، اگر حالت طبیعت کے مخالف ہو تو انسان کو صبر کا خوگر بن جانا چاہیئے اور اگر حالت طبیعت کے موافق رہے تو انسان کو باری تعالی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کیوں کہ شکر اللہ تعالی کی صفات میں سے ایک صفت ہے، ارشاد الٰہی ہے: "وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ"، اور اللہ بڑا

Scanned by CamScanner

قدرداں بڑا بردبار ہے۔

جنتیوں کا پہلا کلام حمد وشکر

جنتی لوگ جب جنت میں جائیں گے، تو ان کا کلام بھی حمد وشکر ہوگا، داخل ہوتے ہی یوں کہیں گے:

☆ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. روایات میں ہے کہ جنت میں جو بھی نعمت ملے گی اس کے آخر میں اہل جنت شکر ادا کرتے ہوئے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہیں گے، اللہ تبارک وتعالی نے شکر کرنے پر نعمتوں میں زیادتی کا تذکرہ فرمایا: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْد".

☆ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. ہم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کرسکتے ہمارے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں ہر جوڑ شکر کا مستحق ہے، دل اور دماغ کتنی بڑی نعمت ہے، جو دنیا ومافیہا کے ترقیات کے سوچنے کا آلہ اور ذریعہ ہے، آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، کیسی عظیم ترین نعمتیں ہیں، اگر ان کے فوائد شمار کئے جائیں تو گھنٹوں چاہئیں۔

شکر کی فضیلت

شکر کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ کھا کر شکر ادا کرنے والے صابر روزہ دار کی طرح ہیں، گویا کہ شکر کیساتھ کھانا روزہ رکھنے کے مانند ہے، یعنی شکر کرنے والوں کو روزہ دار کے مانند ثواب ملتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکر گذاری

حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ کی کوئی عجیب بات سنائیں، حضرت عائشہؓ اشک بار ہوگئیں اور فرمایا حضور ﷺ کی کون سی بات عجیب نہیں تھی، ہاں ایک واقعہ عجیب سناتی ہوں، وہ یہ کہ آنحضور ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور لحاف میں میرے ساتھ داخل ہوگئے یہاں تک کہ آپ کا جسم اطہر میرے جسم سے مس ہونے لگا، تب آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی مجھے اجازت دو تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں، چنانچہ آپ بستر سے اٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپؐ کے آنسو سینۂ مبارک پر بہہ گئے پھر رکوع فرمایا اس میں بھی روئے، سجدہ کیا اس میں بھی اسی قدر روئے، پھر سر اٹھایا تو مسلسل روتے ہی رہے، یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی، حضرت بلال نمازِ فجر کی اطلاع لیکر آئے بلالؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں، آپؐ نے جواب دیا، کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ اور گریہ وزاری کیوں نہ کروں اللہ نے آج کی شب میں مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: "اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ".

آنحضرت ﷺ کا یہ عمل ہمیں بیدار کرتا ہے کہ انسان کبھی بھی بارگاہ رب العزت میں رونا بند نہ کرے۔

ایک پتھر کا رونا

اللہ کے نبی ﷺ کا گذر ایک پتھر کے پاس سے ہوا، جو خود چھوٹا تھا مگر پانی بہت نکل رہا تھا، اللہ کے نبی ﷺ کو بہت تعجب ہوا، اللہ نے پتھر کو قوت گویائی عطا کردی، پتھر نے کہا کہ جب سے میں نے اللہ کا یہ فرمان سنا ہے:

"وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن ہوں گے میں برابر اللہ کے خوف سے رو رہا ہوں، اللہ کے نبی ﷺ نے دعا مانگی کہ اس پتھر کو جہنم کی آگ سے بچالیں، اللہ نے دعا قبول فرمالی، کچھ مدت کے بعد حضور ﷺ کا گذر پھر ہوا، دیکھا کہ وہ اب بھی روئے جارہا ہے، پھر دریافت فرمایا کیوں رو رہا ہے، پتھر نے جواب دیا: پہلے خوف کی وجہ سے روتا تھا اب مسرت اور خوشی کی وجہ سے رو رہا ہوں۔

انسان کا دل بھی پتھر کی طرح ہے یہ گریہ وزاری ہی سے نرم ہوسکتا ہے۔

عبرت آموز واقعہ

دوستو.......... بڑا ہی پُر لطف عجیب وغریب اور عبرت آموز واقعہ ہے، ایک حسین وجمیل خوبصورت بیوی اور اس کا کالا کلوٹا، بدشکل، بدصورت شوہر دونوں آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستے تھے، ایک روز شوہر نے اپنی بیوی سے پوچھا تو کیوں ہنستی ہے، میں تو اس لیے ہنستا ہوں کہ اللہ نے مجھے کالا ہونے کے باوجود انتہائی خوبصورت بیوی عنایت فرمائی، اس پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں (ہنستا رہتا ہوں)، بیوی نے کہا میں اس لیے ہنستی ہوں کہ تیرے کالے اور بدشکل ہونے کے باوجود اللہ نے مجھے صبر دیدیا، مزید

برآں اس بیوی نے کہا کہ ہم دونوں جنتی ہیں، اس لیے کہ میں صابرہ ہوں تو شاکر ہے، اور صبر وشکر کے بدلے میں جنت ہے۔

بزرگانِ دین کا طریقۂ شکرگزاری

ہمارے بزرگان دین کا طریقۂ شکرگزاری یہ ہے کہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، کیسے ہو، ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ لوگ جواب میں اللہ کا شکر ادا کریں، (الحمد للہ) کہیں، اور جواب دینے والا اور پوچھنے والا دونوں کا شمار شکرگذاروں میں آجائے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ شکر رحمان کی چادر ہے:

دوستو.......... اللہ کی شایان شان یہی ہے کہ ہم اس کا شکر ادا کرتے رہیں، کسی سے شکوہ شکایت نہ کریں، شکر کرنے والے، حمد کرنے والے اس کو بہت پسند ہیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کہا جائے گا کہ حمد کرنے والے کھڑے ہوجائیں، لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہوجائے گا، ان کے لیے جھنڈا لگایا جائے گا اور وہ تمام جنت میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حمد کرنے والے کون ہیں آپ نے فرمایا جو لوگ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، دکھ میں، سکھ میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

خوشی ہو یا غمی ہر طرح دلشاد ہے ساقی
ترے رندوں کا مسلک ہر چہ بادا باد ہے ساقی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صابرین وشاکرین میں شمار فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

Scanned by CamScanner

مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰه

جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں

اور جس کو خدا گرائے اس کو کون اٹھائے۔

تکبر، باب تفعل سے ہے، جس میں خاصیت تکلف کی ہوتی ہے،
یعنی وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے بڑا نہیں ہے، بہ تکلف بڑا بن رہا ہے،
اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں (ذلیل کر دیتے ہیں۔)

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ

جو اللہ کے لیے اپنے نفس کو مٹاتا ہے،

اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے۔

ساری دنیا کے انسانوں میں اللہ تعالیٰ

اس کو عظمت دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکبر کی مذمت، تواضع کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. (لقمان)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ" او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام.

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

محترم سامعین کرام!

عالم دو ہیں، ایک عالم دنیا، ایک عالم آخرت،

عالم دنیا میں انسان آیا آخرت بنانے کے لیے یہ دنیا امتحان گاہ ہے، یہاں اس کے امتحانات ہیں اگر یہاں کامیاب ہو گیا تو آخرت کی کامیابی کے لیے سہولت ہو جائے گی، جس طرح ایک طالب علم امتحان دیتا ہے، جب امتحان کے دن قریب ہوتے ہیں تو اس کو فکر لاحق ہوتی ہے، رات دن وہ امتحان کی تیاری کرتا ہے، کھانا بھول جاتا ہے، سیر وتفریح بھول جاتا ہے، دوست واحباب کو بھول جاتا ہے، گھر والوں کو فراموش کر دیتا ہے، گویا کہ انتہائی یکسوئی کے ساتھ وہ تیاری میں لگ جاتا ہے، تب جا کر کامیابی قدم چومتی ہے۔

اسی طرح میرے عزیزو، دوستو، دانشورو! بالخصوص دولت واقتدار والوں کو آخرت کی تیاری کرنی چاہئے، ہر انسان کی تمام تر کوششیں آخرت حاصل کرنے میں صرف ہونی چاہئے، گویا کہ ہمیں آخرت کے کام کرنے چاہیے، آج ہمیں آخرت کے کاموں سے جو چیز روک رہی ہے وہ تکبر، گھمنڈ اور بڑائی ہے، اس لیے ہمیں اس کے علاج کی فکر دامن گیر ہونی چاہیے۔

انشاء اللہ آج میں اس مبارک اور نورانی محفل میں تکبر کی مذمت اور اسکا علاج قرآن واحادیث کی روشنی میں بتلانے کی کوشش کروں گا، حکماء، اطباء، ڈاکٹر، اکثر جسمانی امراض کا علاج بالضد کرتے ہیں، یہاں تکبر ایک روحانی اور باطنی مرض ہے، اس کا علاج بھی اکثر علماء نے بالضد تجویز فرمایا ہے، اور وہ تواضع ہے، مگر پہلے آپ اصل مرض یعنی تکبر کو سمجھ لیں، دنیا میں بھی پہلے تکبر آیا، پھر تواضع آئی، اس لیے آپ حضرات پہلے تکبر کو سماعت فرمائیں۔

تکبر کہتے ہیں کہ آدمی اپنے مقابلہ میں دوسروں کو کمتر اور چھوٹا سمجھے

اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، ظاہر ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں وہی آدمی کوتاہی کرے گا جو اپنے کو بڑا سمجھے گا، کبر اتنی رذیل چیز ہے کہ اگر سات سمندر سے اسے دھلو تب بھی اس کا رذیلہ پن ختم نہیں ہوگا۔

دوستو...... یہ تکبر تمام امراض کی جڑ ہے یہی مرض سب سے پہلے دنیا میں آیا، اور یہی مرض ابلیس کی لعنت کا سبب بنا، یہی مرض بنی اسرائیل کی قساوت قلب کا سبب بنا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً. (بقرہ)	یہودیوں کے قلوب پتھر کے مانند یا پتھر سے زیادہ سخت ہو گئے۔

قرآن واحادیث میں متکبرین کی مذمت پر بہت سے نقوش ملتے ہیں۔

تکبر کی مذمت کا تذکرہ قرآن پاک میں

ارشاد ربانی ہے:

(۱) سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (اعراف)	میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق۔
(۲) اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ (نحل)	وہ تکبر کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔
(۳) تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. (قصص)	یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کرتے ہیں جو زمین میں اپنی بڑائی اور فساد نہیں چاہتے، اور اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔
(۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان)	بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترانے والا، بڑائیاں کرنے والا۔

(۵) اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (مؤمن)

داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کو، سو کیا برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔

(۶) كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (مؤمن)

اسی طرح اللہ عزوجل ہر سرکش متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

تکبر کی مذمت کا ذکر احادیث شریفہ میں:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَلَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ. (رواہ مسلم)

فرمایا نبی ﷺ نے جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

وعنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. (رواہ مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں اور وہ اپنی اس خواہش و پسند کے تحت اچھا لباس پہنتا ہے، اور

اچھے جوتے استعمال کرتا ہے، تو کیا اس کو بھی تکبر کہیں گے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، یعنی اچھا کھانا، اچھا پہننا تکبر نہیں ہے بلکہ تکبر یہ ہے کہ حق بات کو ہٹ دھرمی سے نہ مانا جائے اور لوگوں کو حقیر وذلیل سمجھا جائے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص محض اپنی ذاتی خواہش کی بنا پر اچھے اچھے کپڑے پہنے، اور عمدہ جوتے استعمال کرے، اور دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو، کہ ان کپڑوں اور جوتوں کے ذریعہ دوسروں پر اپنی امارت اور بڑائی کا رعب ڈالوں گا، لوگوں کو ذلیل وحقیر سمجھوں گا، اتراہٹ اور گھمنڈ کے ساتھ گھومتا پھروں گا بلکہ صرف اور صرف اس لیے کہ شریعت کا حکم ہے چنانچہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو وسعتِ رزق اور مالی فراوانی عطا فرمائے تو اچھا کھائے، اچھا پیئے، اچھا پہنے، خلوت وجلوت میں اچھی سے اچھی حالت کو پسند کرے، تو اس کو تکبر نہیں کہا جائیگا، بلکہ عمدہ لباس کو زیب تن کرنا اور اچھے جوتے پہننا یہ تہذیب وشائستگی اور خوش ذوقی کی علامت ہے، اس سے شریعت نے منع نہیں کیا۔

تکبر نفس کا دھوکہ ہے

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے نفس کو برابر کھینچتا رہتا ہے، (نفس کی پیروی میں برابر بڑھتا چلا جاتا ہے) یہاں تک کہ اس کا نام ظالموں اور سرکشوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے، پھر جو مصیبتیں اور بلائیں ان سرکشوں کو پہونچتی ہیں وہ سب اس شخص کو بھی پہونچتی ہیں۔ (ترمذی)

Scanned by CamScanner

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے نفس کے دھوکہ میں پڑ کر خود بینی وخودستائی کا شکار ہوجاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اپنے اصلی مرتبہ ومقام سے کہیں اونچا اور بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے، اب اس کا نفس اسے جس طرف بہکاتا ہے، بھٹکا رہتا ہے، جدھر لیجاتا ہے ادھر ہی جاتا رہتا ہے، نفس پر قابو پانے کے بجائے خود اس کے قابو میں آجاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر تکبر اور سرکشی میں مبتلا ہوجاتا ہے، گویا کہ یہ تکبر نفس کا دھوکہ ہے اللہ حفاظت فرمائے۔

بہت ہی برا بندہ

ترمذی کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

☆ وہ بندہ بہت ہی برا ہے جس نے تکبر یا سرکشی اختیار کی اور قادر مطلق کو بھول گیا۔

☆ وہ بندہ بہت ہی برا ہے جس نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑے بلند وباعزت خدا کو بھول گیا۔

متکبرین کی پہچان

اللہ تعالیٰ نے اپنی بابرکت کتاب، قرآن مجید میں فرمایا:

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتۡہُ الۡعِزَّۃُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُہٗ جَہَنَّمُ وَلَبِئۡسَ الۡمِہَادُ. (بقرہ)	جب متکبر سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، فساد اور شرارت مت کر تو کبر ونخوت اس کو گناہ پر آمادہ

کرتی ہے، وہ ضد میں آکر اور زیادہ فساد برپا کرنے لگتا ہے، پس سمجھ لو جس کو تقویٰ اور خدا کے خوف کی نصیحت کافی نہ ہو تو اس کو جہنم ہی کفایت کریگی، اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے۔

☆ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسا آدمی ہوں کہ خوبصورت لباس اور صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتا ہوں، کیا یہ تکبر ہے، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تکبر یہ ہے کہ حق سے چشم پوشی کرے، اور لوگوں کو حقیر سمجھے، حالانکہ وہ اللہ کے نیک بندے ہیں۔

☆ روایات میں آتا ہے جو اللہ کا بندہ بننے سے انکار کرے وہ بھی اعلیٰ درجہ کا متکبر ہے۔

☆ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ ایمان لا تیرا ملک تیرے ہی پاس رہیگا، تو فرعون نے کہا کہ میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرلوں، جب اس نے ہامان سے مشورہ کیا تو اس نے کہا اب تک تو، تو رب رہا ہے، لوگ تیری عبادت کرتے رہے ہیں، اور اب تو عبادت کرنیوالا بندہ بننا چاہتا ہے، فرعون نے یہ مشورہ سُنا تو تکبر کی وجہ سے اللہ کا بندہ بننے اور موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے سے منع کردیا پس اللہ تعالیٰ نے اسے غرق کردیا۔

☆ حضور ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا میں داہنے ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ بس تو داہنے ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھیگا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس شخص نے اس ہاتھ کو نہیں اٹھایا، وہ شل ہوگیا، گویا کہ حضور ﷺ نے اس کے حق میں جو ارشاد فرمایا پورا ہوگیا۔ (ماخوذ مکاشفۃ القلوب)

آخرت میں متکبرین کی ذلت اور رسوائی

☆ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مؤمن مرد یا عورت کو اس کے فقر وفاقہ کی وجہ سے ذلیل وحقیر سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اولین وآخرین کے مجمع میں رسوا اور ذلیل کریں گے۔

Scanned by CamScanner

☆ ترمذی شریف کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح مردوں کی صورت میں ایک جگہ جمع کیا جائے گا، (یعنی ان کی شکل وصورت تو مردوں کیسی ہوگی لیکن جسم وجثہ چیونٹیوں کے مانند ہوگا) اور ہر طرف سے ذلت وخواری ان کو پوری طرح سے گھیر لے گی، پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف ہانکا جائے گا، جس کا نام بُولَس ہے، وہاں آگ ہی آگ اُن پر چھا جائے گی، جیسے کسی ڈوبنے والے کے اوپر پانی چھا جاتا ہے، اور زخمیوں کے بدن کا خون، پیپ، کچ لہو، ان کو پلایا جائے گا، جس کا نام طینۃ الخبال ہے۔

گرامیٔ قدر دوستو!

☆ حضرات محدثین نے لکھا ہے کہ جب میدان حشر میں متکبرین کو جمع کیا جائے گا تو ان کے جسم چیونٹیوں کی طرح بنا دیے جائیں گے، تاکہ ساری مخلوق ان کی ذلت واہانت کو دیکھ لیں۔

☆ بعض حضرات نے کہا کہ جب یہ متکبریں حساب کے لیے بلائے جائیں گے اور ان کے سامنے عذاب الٰہی کی نشانیاں ظاہر ہوگی تو اس وقت وہ ہیبت ودہشت کے سبب اسقدر گھبرا جائیں گے کہ ان کے جسم چیونٹیوں کی طرح معلوم ہوں گے۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سرکش اور متکبروں کو قیامت کے دن چیونٹیوں جیسی جسامت میں پیدا کیا جائیگا، لوگ ناقدری کی وجہ سے ان کو روندرہے ہوں گے۔ (مکاشفۃ القلوب)

وَلا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً

ابوبکر الہذلی ﷺ سے مروی ہے کہ ہم حضرت حسنؓ کے ساتھ بیٹھے

ہوئے تھے، کہ ابن الہیثم کا گذر ہوا، جو اپنے محل کی طرف جارہا تھا، اس نے متعدد ریشمی عبائیں ایک دوسرے پر پہن رکھی تھیں اور ان کی وجہ سے اس کی اچکن کھلی ہوئی تھی، نہایت متکبرانہ انداز میں ایک ایک قدم رکھتا ہوا جارہا تھا، حضرت حسن ﷺ نے ایک نظر دیکھا اور کہا افسوس صد افسوس! ناک چڑھانیوالا، اترا کر چلنے والا، منھ پھیلائے ہوئے اپنے دونوں پہلوؤں کو دیکھتا ہوا جارہا ہے، ارے بیوقوف تو اپنے پہلوؤں میں ایسی نعمتوں کو دیکھ رہا ہے جن کا شکریہ ادا نہیں کیا گیا، تیرے بدن کے ہر ایک عضو میں اللہ کی نعمت ہے، اور شیطان ہر عضو کے قبضہ کی فکر میں ہے، اس لیے تو اپنی فطرت کے مطابق چل اور دیوانوں کی طرح لڑکھڑاتا ہوا چل، ابن ہیثم نے جب یہ سُنا تو آکر معذرت کرنے لگا، آپ نے فرمایا کہ مجھ سے معذرت نہ چاہو، اللہ سے توبہ کرو اور اللہ کا یہ فرمان پڑھو:

وَلَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً	زمین پر اترا کر نہ چل بیشک
اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ	تو نہ تو زمین کو پھاڑ یگا اور نہ ہی
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلاً. (بنی اسرائیل)	پہاڑوں جتنا لمبا ہو جائیگا۔

اسباب تکبر

سامعین کرام! آدمی جب تکبر کرتا ہے تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ خود کو دوسروں سے افضل اور باکمال سمجھتا ہے، گویا کہ اس کے دل میں غرور گھمنڈ ہوتا ہے۔

حضرات علمائے کرام نے تکبر کے مختلف اسباب بیان کئے۔

پہلا سبب

چنانچہ پہلا سبب علم ہے، جب کوئی عالم خود کو زیورِ علم سے آراستہ پاتا

Scanned by CamScanner

ہے تو دوسروں کو اپنے مقابلہ میں جانور تصور کرتا ہے، اور اس بات کا امیدوار ہوجاتا ہے کہ لوگ اس کی خدمت کریں، نیز اپنے علم کے سبب دوسروں پر احسان رکھتا ہے، مثلاً میں نے تمہاری دعوت قبول کر کے تمہاری عزت افزائی کی، یہی نہیں بلکہ آخرت کے معاملہ میں بھی خود کو حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر خیال کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ بس میری تو نجات ہوگئی، خدا کے دوسرے بندے خطرے میں ہیں، وہ میری دعاؤں کے وسیلہ میں دوزخ سے نجات پائیں گے۔

دوسرا سبب

دوسرا سبب زہد و عبادت ہے، کیونکہ عابدوں اور زاہدوں میں بھی تکبر پایا جاتا ہے، وہ بھی اس بات کے امیدوار ہوتے ہیں کہ خدا کے بندے ان کی خدمت کریں، اپنے علاوہ تمام بندگانِ خدا کو ضعیف اور کمزور سمجھتے ہیں، اگر کبھی کسی شخص سے جھگڑا ہوجائے اور وہ شخص بحکم الٰہی کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے تو کہتے ہیں کہ ہماری کرامت دیکھی، اس نے ہمارے حضور میں جو بے ادبی اور گستاخی کی تھی اس کے نتیجہ میں یہ مصیبت ملی ہے۔

تیسرا سبب

تیسرا سبب نسب اور خاندان ہے جو لوگ اپنے کو اعلیٰ خاندان والے سمجھتے ہیں وہ دوسروں کو غلام اور محکوم تصور کرتے ہیں، کسی بات پر جب ان کو غصہ آجاتا ہے پھر وہ ضبط اور تحمل سے باہر ہوجاتے ہیں، تکبر...... اُن کے قول وفعل میں ظاہر ہونے لگتا ہے، اور کہنے لگتے ہیں کہ تمہاری یہ بساط کہ مجھ سے گفتگو کرو۔

چوتھا سبب

تکبر کا چوتھا سبب حسن و جمال ہے یہ تکبر عورتوں میں اکثر ہوتا ہے، جن عورتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ حسین وخوبصورت بنادیتے ہیں وہ اسے اپنا کمال سمجھنے لگ جاتی ہیں، حالانکہ کالے، گورے سب اسی کی مخلوق ہیں۔

پانچواں سبب

تکبر کا پانچواں سبب تونگری اور مالداری ہے، چنانچہ مالدار لوگ اپنے مال پر خوش ہوتے ہیں اور اسے اپنی عزت کا سبب سمجھتے ہیں، دوسروں کو غریب، مفلس، قلاش کے طعنے دیتے ہیں۔

چھٹا سبب

تکبر کا چھٹا سبب طاقت وقوت ہے، جسے طاقت وقوت مل گئی وہ اپنے کو رستم پہلوان اور رُکانہ پہلوان سمجھ بیٹھتا ہے، دوسروں کو بالکل ضعیف وکمزور سمجھتے ہیں۔

حضرات گرامی!

جب ہم .... اس رزیل کمینی چیز یعنی تکبر کے اسباب پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ہر نوع اور ہر سبب کے متکبرین نظر آتے ہیں، البتہ تکبر کا پانچواں سبب تونگری ومالداری یہ بڑا سبب ہے، اس کے متکبر کے متکبر بہت زیادہ ہیں، قلت وقت کیوجہ سے چند متکبرین کا تذکرہ عبرت کے لیے ضروری سمجھتا ہوں، آپ حضرات عمل کی نیت سے سنیں اللہ تعالیٰ ہماری زندگی سے اس خبیث مرض کا ازالہ (خاتمہ) فرمادیں۔ آمین

تکبر کرنیوالوں کا دنیا میں برا انجام ہوا

علم کی زیادتی کی وجہ سے ابلیس لعین نے تکبر کیا، حضرت آدم علیہ السلام

کوسجدہ کرنے سے انکار کردیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو راندۂ درگاہ کردیا۔

ارشاد ربانی ہے:

"وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ". (بقرہ)

حسن کی زیادتی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا، قابیل کا نکاح کالی لڑکی سے ہونا تھا ضد پر آ گیا کہ اس لڑکی سے نکاح کروں گا جو ہابیل کے حصہ میں آ رہی ہے، اور وہ حسین ہے، اللہ نے قابیل کو ایسا ذلیل کردیا کہ دنیا وآخرت میں ذلیل ہی رہے گا، قرآن میں ہے "فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" (مائدہ)

طاقت وقوت، تونگری ومالداری کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نمرود مردود نے بے قصور آدمی کا قتل کردیا، اور اپنی طاقت اور قوت ہی کے سبب سلطنت کے غرور میں قوم سے سجدہ کراتا تھا، اس کی سلطنت کا مرکز عراق تھا، جو روئے زمین پر سب سے زرخیز علاقہ تھا، شہر بابل میں اس نے ایک محل تیار کرایا تھا، تا کہ اس کے اوپر چڑھکر اللہ سے لڑائی لڑے، اور آسمان والوں سے قتال کرے، یا اس لیے تعمیر کیا تھا کہ سیاروں کی دیکھ بھال کرے، یا طوفان نوح کی طرح کہیں طوفان نہ آجائے، تا کہ اس سے بچ جائیں، بقول مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ محل کی لمبائی ۵ر ہزار گز اور بقول حضرت کعب ومقاتل دو فرسخ اونچا تھا اس کے سارے منصوبے فیل ہوگئے، اللہ نے ایسی آندھی بھیجی کہ بہت سے لوگ اس کے نیچے دب کر مرگئے اور وہ عمارت سمندر میں جا کر گری۔

اس نمرود مردود نے برابر چارسو برس تک ظلم وستم کے ایسے ایسے

پہاڑ توڑے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے پیغمبر کو آگ میں ڈلوادیا، قرآن میں تذکرہ ہے: "قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (انبیاء)" اللہ نے آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل وگلزار کردیا، مگر اس خبیث لعین مردود کو اس ذلت کے ساتھ ہلاک کیا کہ ایک مچھر حکم الٰہی سے اس کے ناک کے نتھنے سے دماغ میں گھس گیا، ہر وقت وہ مچھر اس کے دماغ میں کاٹتا تھا، جس کے صدمہ سے ایک عرصہ کے بعد وہ ہلاک ہوگیا۔

تونگری ومالداری اور شان وشوکت کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون علیہ اللعنہ نے الوہیت کا دعوی کیا، اپنے کو "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" (نازعات) کہلوایا، چارسو سال کی عمر پائی، مؤرخین نے لکھا کہ کبھی اسکو بخار بھی نہیں چڑھا، کبھی سر میں درد بھی نہ ہوا، البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا جب سانپ بن گیا تھا، اس نے جادوگروں کے سب سانپوں کو کھالیا، پھر فرعون کے محل کی طرف رخ کیا جو اسی ۸۰ ہاتھ اوپر تھا سانپ نے اپنا پھنا (منھ) پہونچادیا تو مارے دہشت کے فرعون کے پیچش لگ گئی، چنانچہ اس نے پھر موز (کیلے) کا استعمال کیا۔ (حاشیہ جلالین)

بارہ ہزار یا نوے ۹۰ ہزار بچے اس نے قتل کرائے۔ (معارف القرآن)

وقت کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر چند سمجھایا، تمام تر کوششیں صرف کیں، بجائے سنورنے کے بگڑتا ہی چلا گیا، دماغ میں خناسیت کا کیڑا گھسا ہوا تھا، چنانچہ اپنے وزیر ہامان سے کہا، "فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ" (قصص) اے ہامان تم ہمارے لیے مٹی کی اینٹیں بنواکر ان کو آگ میں پزاوہ لگا کر پکواؤ، پھر ان پختہ اینٹوں سے میرے لیے ایک محل بنواؤ

Scanned by CamScanner

جو انتہائی بلند ہو، تا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے خدا کی دیکھ بھال کروں اور میں اس دعوی میں کہ کوئی اور خدا ہے موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔

یہ فرعون کمبخت دہریہ تھا سرے ہی سے صانع عالم کے وجود کا قائل نہ تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کا بھی قائل نہ تھا، یہ عقل سے کورا تھا، اگر اسے عقل ہوتی تو صانع عالم کے وجود کا انکار نہ کرتا، ساری دنیا جانتی ہے، اللہ نے اس عالم کو نیست سے ہست کیا (عدم سے وجود میں لائے)۔

چنانچہ اس فرعون علیہ اللعنہ نے اپنے وزیر ہامان سے اونچی اور بلند عمارت بنوائی تاریخ میں لکھا: کہ ہامان نے اس محل کی تعمیر کے لیے پچاس ہزار معمار جمع کئے، لوہا، لکڑی کا کام اور مزدوری کرنے والے اس کے علاوہ تھے، اس زمانہ کی سب سے بڑی عمارت یہی تھی۔ (معارف القرآن)

یہ عمارت پختہ تھی پہلے کچی اینٹوں کی تعمیر ہوتی تھی، پختہ اینٹوں سے تعمیر سب سے پہلے فرعون نے ایجاد کرائی، جب یہ تعمیر مکمل ہوگئی تو اللہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو گرانے کا حکم دیا، انہوں نے ایک ہی ضرب میں اس محل کے تین ٹکڑے کردیئے، جس میں فرعونی فوج کے ہزاروں آدمی دب کر مرگئے، فرعون کو بھی اللہ نے بڑی ذلت کے ساتھ مارا، چنانچہ جب دریا میں غرق ہوا، ملائکۂ عذاب سامنے نظر آئے، تو کہنے لگا: "قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" (یونس) اللہ نے اس کے ایمان کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کی نعش کو باہر پھینک دیا، مصر کے عجائب خانہ میں آج بھی یہ نعش محفوظ ہے اس کی ناک کے سامنے کا حصہ ندارد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حیوان نے کھایا ہے، غالباً کسی دریائی مچھلی نے خراب کیا ہوگا۔

دیکھئے اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کی قدرت یا تو ناک پر مکھی بھی نہ بیٹھنے دیتا تھا اور اب دریا کی مچھلیوں نے آپریشن کردیا۔ (معارف ادریسی)

قارون کا قصہ

قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، موسیٰ سامری کی طرح منافق تھا، بڑا مالدار اور اپنے زمانہ کا سب سے بڑا رئیس تھا، غرور وتکبر میں ڈوبا ہوا تھا، اس کے خزانوں کی چابیاں کئیں کئیں اونٹوں پر لادی جاتی تھیں، بطور عبرت کے اس کا قصہ بھی سماعت فرمالیجئے۔

محترم دوستو اور عزیزو!

تکبر سے مختلف قسم کے امراض پیدا ہوجاتے ہیں، غیظ وغضب نفرت وناراضگی، بغض وکینہ، حسد، انتقامی جذبہ وغیرہ وغیرہ، چنانچہ قارون کو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد ہوگیا، حسد کے نتیجے میں اس نے ایک عورت کو رشوت دیکر اس پر آمادہ کیا کہ وہ مجمع عام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگائے، چنانچہ اس عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ گئے اس عورت کو خدا کی قسم دے کر کہا سچ بتا کہ بات کیا ہے اس عورت نے صاف صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھے اس قدر مال دے کر تیار کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور زار وقطار رو رو کر دعا مانگنے لگے، اے اللہ اگر میں تیرا رسول برحق ہوں تو اس قارون پر اپنا قہر وغضب نازل فرما، حضرت حق جل مجدہٗ نے وحی نازل فرمائی، اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے تیرے لیے زمین کو مسخر کردیا، قارون کے لیے جو بھی تو اس کو حکم دیگا تیری فرمانبرداری کریگی، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین تو اس کو نگل جا، لوگوں نے مضحکہ اور جادو سمجھا یہاں تک کہ زمین نے اس کو

Scanned by CamScanner

گھٹنوں تک نگل لیا، قارون چلانے لگا اور قرابت کا واسطہ دینے لگا، مگر موسیٰ علیہ السلام نے شدت غضب اور بغض فی اللہ کی وجہ سے کچھ التفات نہ کیا، یہاں تک کہ وہ پورا زمین میں دھنس گیا۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ وہ اسی طرح ساتویں زمین تک دھنستا چلا جائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا، صاحب فتح الباری شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین قارون کے جسم کو نہیں کھائے گی۔

ایک معمہ

دوستو.........قارون کے واقعہ میں ہمارے لیے ایک معمہ ہے کہ بتلاؤ کون سا کافر ہے کہ مرنے کے بعد اس کے جسم کو زمین نہیں کھائیگی، یعنی اس کا جسم بوسیدہ نہ ہوگا، علماء نے لکھا وہ قارون ہے۔ (معارف ادریسی ج:۲، ص:۳۰۷)

حضرات گرامیؔ!

جس وقت یہ قارون زمین میں دھنستا جا رہا تھا اور اس کی ذلت وخواری ہو رہی تھی، کوئی ایسی جماعت اور پارٹی سامنے نہ آئی جو اسکی مدد کرتی اور اللہ کے عذاب سے اس کو بچاتی۔

زکوٰۃ کے منکر پر اللہ کا عذاب

خدائے لم یزل ولایزال کے علاوہ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں کہ وہ کسی کو اللہ کے عذاب سے بچادے، بعض اہل علم حضرات نے کہا کہ قارون کو جو زمین میں دھنسایا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا، تو قارون نے انکار کر دیا، اور یہ کہا کہ یہ خزانے میں

نے اپنی قابلیت، صلاحیت، اور جدوجہد سے حاصل کیے ہیں، میں کیوں ان کی زکوٰۃ دوں، انکارِ زکوٰۃ کے بعد تمرد وسرکشی کا مادہ بڑھتا گیا، نوبت بایں جا رسید کہ زمین میں مع خزانوں کے دھنسا دیا گیا۔

قارون ہلاک شد چہل گنج داشت
نوشیرواں نمرد نامِ نکو گذاشت

قارون کے لیے نصیحت

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے اچھے لوگوں نے اس قارون کو نصیحت کی کہ تو زمین پر اترا کر مت چل "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ" (القصص) اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا تو آخرت کی فکر کر دنیا میں جو کچھ کمائیگا سب یہیں رہ جائیگا، تیرے ساتھ صرف کفن کی دو چادریں جائیں گی، کسی شاعر نے کہا۔

نُصِیْبُکَ مِمَّا تَجْمَعُ الدَّھرَ کُلَّهٗ
رِدَائَانِ تُلْوٰیْ فِیْھِمَا وَحَنُوْطٌ

جو کچھ تو ساری عمر جمع کریگا اس میں سے تیرا حصہ صرف کفن کی دو چادریں ہیں جن میں تو لپیٹا جائیگا اور حنوط ایک خوشبو ہے جو کفن پر لگائی جاتی ہے۔

محترم دوستو!

دنیا سے جانے والے دو چادریں اور تھوڑی سی خوشبو لے کر روانہ ہوتے ہیں، مگر اس قارون کی سمجھ میں کچھ نہ آیا جتنا سمجھایا گیا اتنا ہی بگڑتا چلا گیا۔

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

Scanned by CamScanner

آج کل کے صاحب اقتدار اور فرمانروائے سلطنت ، دولت وثروت والوں کا بھی یہی حال ہے، یہ بھی یوں ہی سمجھنے لگے کہ یہ مال ومتاع ہمارے علم ودانش اور حسنِ تدبیر کا نتیجہ ہے اور ہماری رات دن کی تگ ودو، جدوجہد کا ثمرہ ہے حالانکہ یہ خام خیالی ہے،.......... جس طرح زمانۂ ماضی نے نمرود، فرعون، قارون، ہامان، شداد، بخت نصر، جالوت جیسے ظالم متکبر کو جنم دیا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ابوجہل جیسا ظالم، جابر پیدا ہوا۔

دنیا کا سب سے بڑا متکبر

آپ حضرات نے دنیا کے بڑے بڑے متکبرین کا نام سنا، مگر دنیا کے ہر فرعون کی فرعونیت، مغرور کی مغروریت کا نشہ کبھی نہ کبھی ضرور ختم ہوا، لیکن نبی کریم ﷺ کے زمانہ کا متکبر ابوجہل دن بدن ترقی ہی کرتا چلا گیا، حتی کہ غزوۂ بدر میں مارا گیا، اور بہت ذلت کی موت مرا، آنحضور ﷺ نے فرمایا...... ہے کوئی جو...... ابوجہل کی خبر لائے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور انھوں نے لاشوں میں تلاش کیا، دیکھا کہ اس میں ابھی کچھ رمق باقی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ابوجہل کے سینہ پہ چڑھکر بیٹھ گیا، ابوجہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا اے بکریوں کے چرانیوالے تو بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَکَّنَنِیْ مِنْ ذَالِکَ" حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے یہ قدرت دی پھر ابوجہل نے کہا کہ کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا میں نے کہا اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو پھر اس نے کہا تیرا کیا ارادہ ہے میں نے کہا، تیرا سر قلم کرنے کا، ابوجہل نے کہا کہ اچھا یہ میری تلوار ہے اس سے میرا سر کاٹنا، یہ بہت تیز ہے، تیری مُراد اور مُدّعا کو بہت جلد پورا کریگی، اور دیکھو میرا سر

شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں ہیبت اور ہیبت ناک معلوم ہو اور جب محمد ﷺ کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیام پہونچا دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گذشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس کا سر قلم کیا اور لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے، اس کا پیغام بھی پہونچا دیا، آپ نے اللہ اکبر کہا اور اللہ کا شکر ادا کیا، اور تین مرتبہ زبان مبارک سے یہ فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَهْلَهٗ" بعض روایات میں ہے کہ آپ نے سجدۂ شکر کیا، اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس شکریہ میں ایک دوگانہ پڑھا، اور فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا، جس کا شر اور فتنہ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے شر اور فتنہ سے کہیں بڑھ کر تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے تو مرتے وقت ایمان کا کلمہ پڑھا، مگر اس امت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر ہی کے کلمات کہے، سکراتِ موت نے بھی اس کے کفر اور تکبر کو متزلزل نہ کیا بلکہ کفر اور تکبر میں اور اضافہ ہو گیا، اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِکَ.

گرامی قدر معزز ساتھیو!

آپ حضرات نے بڑے بڑے متکبرین کے واقعات سنیں، جو اعتقاداً بھی اور عملاً بھی متکبر تھے، بعض وہ ہیں جن کے اعضاء وجوارح (زبان وغیرہ) سے تکبر ظاہر ہوتا ہے، یا تکبر کا شبہ ہوتا ہے، یعنی عملاً متکبر ہیں، اللہ تعالیٰ کو ظاہری تکبر بھی پسند نہیں، چنانچہ غزوۂ حنین میں مسلمانوں نے اپنی ظاہری حالت پر عجب کیا، قرآن نے بیان کیا: "وَلَقَدْ

Scanned by CamScanner

نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ" (توبہ)

جمعیت وکثرت پہ ناز کرنا بُری چیز ہے

غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر فخر و غرور ہو گیا تھا کہ ہم تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور ہمارے مقابلہ میں کفار بہت کم ہیں، چنانچہ مسلمانوں کی تعداد ۱۲ ہزار اور کفار کی تعداد ۴ ہزار، مسلمانوں کے زبان سے بار بار یہ جملہ نکلا تھا کہ ہماری تعداد کفار کی تعداد سے زیادہ ہے، اس لیے ہم غالب ہو کر رہیں گے، اللہ کو یہ جملہ پسند نہ آیا چنانچہ مقابلہ شروع ہو گیا تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، سوائے آنحضرت ﷺ اور مخصوص رفقاء کے اکثر لوگ میدان جنگ سے منتشر ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو آوازیں دیں، چنانچہ حضرات صحابہؓ آواز سنتے ہی دوڑ پڑے اور ناز سے بے تاب ہو کر یار کی طرف آئے، اور اللہ کے رسول ﷺ کے گرد جمع ہو گئے، اسی اثناء میں حضور ﷺ نے تھوڑی سی کنکریاں اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑیں، ادھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں، جن کے نزول سے مسلمانوں کی مدد کرنا، اور کفار کو مرعوب کرنا مقصود تھا، چنانچہ کفار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے، اور جو مسلمان قریب تھے انھوں نے دوبارہ پلٹ کر حملہ کر دیا، آناً فاناً میں مطلع صاف ہو گیا، باری تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے مسلمانوں کی شکست کو فتح سے بدل دیا، بے شمار کافر مارے گئے، چھ ہزار بچے اور عورتیں قید ہو کر آ گئیں، چوبیس ہزار اونٹ چار ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زائد بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئیں، سب مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر ناز،

غرور تکبر پسند نہیں، قرآن کریم نے غزوۂ حنین کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنودا لم تروھا وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء واللہ غفور رحیم. (توبہ)

تکبر کا علاج

میرے محترم و مکرم ساتھیو اور باوقار دوستو!

تکبر اور گھمنڈ کے متعلق ماشاء اللہ ابھی خاص مفید ترین باتیں آپ کے سامنے آ گئی ہیں، ماشاء اللہ آپ حضرات نے پرسکون ماحول میں سماعت فرمائی، کسی بھی قوم اور مذہب کا کوئی بندہ آدمی کبر اور غرور کو اچھا نہیں سمجھتا بالخصوص عباد الرحمن یعنی اللہ کے نیک مقبول بندے رذیل اور خبیث چیز سے بہت دور رہنا چاہتے ہیں اس لیے ضرورت ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بہت جلد ہم اس کا علاج تلاش کریں، چونکہ وقت کم ہے نہ معلوم کب موت کا پیغام آ جائے، اور کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے — عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے
بڑی غفلت میں گذری عمر عزیز اب تک — کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت یوں ہی گذر جائے

دوستو! تکبر اور بڑائی کا علاج اللہ تبارک وتعالیٰ نے تواضع اور عاجزی میں رکھا ہے: "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ" جو شخص تواضع اختیار

کرتا ہے خالص اللہ کے لیے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرما دیتے ہیں، تَوَاضَعَ لِلّٰہِ میں لام تخصیص کا ہے، یعنی ہمارا ہر عمل خالص اللہ ہی کے لیے ہونا چاہئے، یعنی اس کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو، اپنی اغراضِ نفسانیہ پیش نظر نہ ہو، بہت سے ہمارے احباب اور دوست اپنے مہمانوں کی ضیافت اور تواضع صرف اور صرف اس لیے کرتے ہیں کہ ہماری ناموری اور واہ واہ ہو، کل جب ہم مہمان بن کر جائیں گے تو ہماری بھی عزت افزائی ہوگی، اچھی میزبانی اور ضیافت ہوگی، آج میں اپنے مہمان کی تعریف کروں گا کل یہ میری تعریف کرے گا، "من تُرا حاجی بگویم تو مُرا حاجی بگو" والا معاملہ ہو جائے گا، دراصل ہم لوگ تواضع کے معنی نہیں سمجھتے تواضع کہتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو ذلیل وحقیر سمجھے، اپنے کو عاجز اور کمزور شمار کرے، جو آج یہاں چھوٹا ہے وہ کل اللہ کے یہاں بڑا ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کہا کرتے تھے کہ کاش میں درخت ہوتا، خلاصہ یہ کہ انسان اپنی ہستی کو مٹا دے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں ملکر گل وگلزار ہوتا ہے

کامیاب انسان

دوستو! وہی آدمی دنیا وآخرت میں کامیاب ہوتا ہے جو اپنی ابتداء اور انتہاء کو پہچانتا ہے، اگر آدمی اپنی ابتداء اور انتہاء کو پہچان لے تو وہ متکبر ہو ہی نہیں سکتا۔

"هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا". (سورۂ دہر)

بیشک انسان پر ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ کہیں اس کا نام ونشان نہ تھا اللہ نے اپنی قدرت، قوت وطاقت کے ذریعہ اس کو نیست سے ہست کیا، اور اس کی اصل کو ذلیل خاک اور گندے پانی اور نجس، ناپاک لہو سے بنایا، اس کے بعد وہ گوشت کا لوتھڑا ہوا، اس میں نہ سماعت تھی نہ بصارت، نہ نطق تھا نہ قوت وقدرت پھر اللہ تعالیٰ نے ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور دوسرے اعضاء پیدا کئے، تا کہ انسان اپنے خالق کی بزرگی اور اس کی عظمت کو پہچانے، نہ کہ اس لیے کہ وہ تکبر کرے، کیونکہ انسان نے اگر ان چیزوں کو اپنی کوشش سے حاصل کیا ہوتا تو تکبر کی گنجائش بھی تھی، اب سراسر بلا تکلف...... اس حضرت انسان کو تواضع اور پستی ہی اختیار کرنی چاہئے، اسی میں دو جہاں کی سرخروئی اور کامیابی مضمر ہے۔

تواضع کا حکم

چنانچہ خدائے لم یزل ولایزال نے اپنے پیارے لاڈلے رسول ﷺ کو تواضع کا حکم دیا۔

امام مسلمؒ نے بروایت حضرت عیاض بن حمارؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی میرے پاس یہ حکم بھیجا ہے کہ تواضع اور پستی اختیار کرو، کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی پر فخر اور اپنی بڑائی کا طرز اختیار نہ کرے، اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

اندازہ لگائے تواضع، عاجزی وانکساری کا حکم نبی ﷺ کو دیا جا رہا ہے، جو سراپا تواضع کے امین تھے، اور عمدہ اخلاق، سنجیدگی ومتانت کے آئینہ دار تھے، کبر، ریاکاری، ناموری، شہرت کی کوئی مثال آپ کی زندگی میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

Scanned by CamScanner

اسلام تواضع کا علمبردار

☆ مسلمان ہونے سے پہلے حضرت عمرؓ کی حالت نہایت ہی متکبرانہ اور مغرورانہ تھی، چنانچہ جب وہ اسلام لے آئے تو انتہائی تواضع، سادگی، شجاعت وبہادری، اور حمیتِ ایمانی پیدا ہوگئی، اور دن بدن اسلام کی قوت وشوکت بڑھتی چلی گئی۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا مسلمان ہوجانا فتح اسلام تھا اور ان کی ہجرت نصرتِ الٰہی تھی اور ان کی خلافت اللہ کی رحمت تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی تواضع اور خشیت الٰہی

☆ حضرت عمر فاروقؓ جب ملک شام تشریف لے گئے تو پیوند لگا ہوا لباس جسم اقدس پر تھا، مسلمانوں نے کہا یا امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین آج آپ کو علمائے یہود ونصاریٰ دیگر سربراہ مملکت دیکھنے کے لیے آئیں گے، تو ان کی نظر میں کیسی سبکی ہوگی، اور وہ کیا کہیں گے، فرمایا ہمیں کسی کے کچھ کہنے کی پرواہ نہیں، ہمیں اللہ نے اسلام سے عزت دی ہے، لباس سے ہماری عزت نہیں ہے۔

آپ کے لباس کی یہ حالت تھی کہ سال بھر میں بیت المال سے صرف دو جوڑے لیتے، ایک سردی کے لیے، ایک گرمی کے لیے، وہ بھی موٹے اور کھردرے ہوتے تھے، جب پھٹ جاتے تو پیوند لگاتے، پیوند بھی کبھی چمڑے کے، کبھی ٹاٹ کے ایک مرتبہ پیوند شمار کیے گئے تو کرتے میں دونوں شانوں کے درمیان چار پیوند تھے، چادر میں بارہ پیوند، حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے شمار کیے تو سترہ پیوند تھے۔ اللہ اکبر۔

انتہائی کسرِ نفسی

ایک مرتبہ مسجد نبوی میں پچاس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باہم حضرت عمر فاروقؓ کے زہد کا تذکرہ کررہے تھے، کہنے لگے دیکھو قیصر وکسریٰ کی سلطنت جس کے قبضہ میں ہے، مشرق ومغرب میں جس کا حکم چل رہا ہے، عرب وعجم کے وفود جس کے پاس آتے ہیں اور وہ آپؓ کو اس حال میں دیکھتے ہیں کہ لباس میں بارہ بارہ پیوند، بروایت زید بن ثابت سترہ ۱۷ پیوند لگے ہوئے ہیں، وہ کیا کہیں گے؟ اس لیے آپؓ سے کہنا چاہئے کہ اس لباس کو تبدیل فرمالیں، کیونکہ عمدہ لباس پہننے سے بھی ایک ہیبت ہوتی ہے، اور کھانے کا بھی اچھا انتظام کیا جائے، دونوں وقت وسیع دسترخوان بچھا کرے، مہاجرین انصار جو ملنے آتے ہیں، کھانے میں شریک رہا کریں، لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ فاروق اعظمؓ سے کچھ کہتا، مشورہ ہوا کہ حضرت علیؓ سے کہنا چاہیے، وہ ان کے خسر ہیں، وہ کہہ سکتے ہیں، چنانچہ سب لوگ حضرت علیؓ کے پاس گئے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں ایسی بات اُن سے نہیں کہوں گا، ہاں امہات المؤمنین سے کہلوانا چاہیے، پھر سب ملکر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ کے پاس گئے، دونوں ایک ہی جگہ مل گئیں، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اچھا میں کہوں گی، حضرت حفصہؓ نے کہا وہ مانیں گے نہیں، مگر لوگوں کے اصرار سے دونوں ام المؤمنین تشریف لے گئیں اور بڑی اچھی تمہید کے ساتھ حضرت فاروق اعظمؓ سے گفتگو کی تو آپ سُن کر رونے لگے اور رسول اللہ ﷺ کی تنگی معیشت کا ذکر کرکے ان دونوں کو بھی رُلا دیا، اور فرمایا کہ:

سنو.............. میرے دوساتھی تھے میں نے ان کو جس حالت میں دیکھا ہے اگر میں اس حالت کے خلاف کوئی کام کروں، تو مجھے ان کا ساتھ نصیب نہیں ہوگا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

حدیث کے الفاظ ہیں کہ آدمی جس شخص سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا، اسی وجہ سے ہم لوگوں کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات علمائے کرام وصلحائے عظام کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے، تاکہ کل ان حضرات کے طفیل ہمارا بھی کام بن جائے، انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام آجائے، تواضع کے باب میں ہمارے علمائے ربانیین بادشاہوں اور بزرگوں کے بھی تذکرے ملتے ہیں۔

سبق آموز واقعہ

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی کے والدمحترم ہیں یہ پھلت کے رہنے والے تھے، اوران کی بود وباش نشو ونما دہلی میں ہوئی ہے، پہلے دہلی کی آبادی بہت کم تھی، اور دہلی ندیوں کے بیچ میں بسی تھی، آدمی اِدھراُدھر جاتا تو چھوٹا سا پُل ہوتا، صرف ایک آدمی گذر سکتا تھا، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ایک دفعہ ایک چھوٹے سے پُل سے گذر رہے تھے، دوسری طرف سے کُتا آرہا تھا، دونوں کی مڈھ بھیڑ پُل کے بیچ میں ہوگئی، کتا سوچتا ہے میں آگے بڑھوں حضرت شاہ عبدالرحیمؒ صاحب سوچتے ہیں میں آگے بڑھوں، اسی کشمکش وپیچ میں کافی وقت گذرگیا آخرکار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ہی پیچھے ہٹ گئے کُتے کو راستہ مل گیا، اللہ نے

اس کتے کو قوت گویائی دی، چنانچہ اس نے کہا میں پیچھے ہٹ سکتا تھا، اور تجھے راستہ دے سکتا تھا، مگر تمہارے دل میں بڑائی پیدا ہوسکتی تھی اس لیے میں نے راستہ نہیں دیا، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے فرمایا کہ بعض دفعہ جانور بھی ہدایت کا سبب بن جاتے ہیں، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ...... صاحب نسبت بزرگ تھے، خصائل حمیدہ اور اخلاقِ ستودہ کے جامع تھے، ان میں تواضع وانکساری بدرجۂ اتم موجود تھی۔

حضرت مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہیؒ کی ظرافت کا ایک واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہیؒ خوش مزاج، ظریف الطبع تقوی وطہارت کے امام، علم وعمل کے شاہکار، ہر خاص وعام کے پسندیدہ اور حاضرجواب عالم تھے، چھتہ کی مسجد میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانئ دارالعلوم دیوبند کی خلوت گاہ میں آپ کا قیام رہتا تھا، دارالعلوم میں عرصۂ دراز تک بخاری شریف جلد ثانی پڑھائی، ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں ایک دیہاتی ضعیف (بوڑھا) آدمی آیا، اس نے کہا حضرت کچھ نصیحت فرمادیجیے، آپ نے فرمایا میں کیا نصیحت کروں تمہارا آخری وقت ہے اللہ کے پاس جانا ہے کچھ تحفہ لیکر چلے جاؤ اس لیے کہ آدمی جب اپنے رشتہ دار یا اپنے استاد یا اپنے دوست واحباب کے پاس جاتا ہے تو کچھ نہ کچھ تحفہ لیکر جاتا ہے اور ہر آدمی ایسا تحفہ لے جانے کی کوشش کرتا ہے جو وہاں نہ ملتا ہو، بہرحال حضرتؒ نے فرمایا کہ تم اللہ کے پاس ایسا تحفہ تلاش کرکے لیجاؤ جو اللہ کے پاس نہ ہو، وہ شخص ششدر، حیران رہ گیا اور اس نے کہا حضرتؒ آپ تو میرے ساتھ مذاق فرمارہے ہیں........... بھلا اللہ کے پاس کس

چیز کی کمی ہے، چاندی سونے کے خزانے وہاں موجود، ہیرے، جواہرات، موتی مونگا کے سمندر وہاں موجود، تانبا، پیتل، اور لوہے کی کانیں وہاں میسر، کون سی ایسی چیز ہے جو وہاں نہ ملتی ہو، وہاں تو ہر چیز کے خزانے ہیں اور وہ کُل خزانوں کا مالک ہے۔

پھر حضرت مفتی صاحب نے ظرافت اور خوش طبعی کے لہجہ میں فرمایا: تواضع لیکر جاؤ اللہ کے پاس تواضع نہیں ہے۔ قرآن میں ہے،

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (جاثیہ)	اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

حدیث قدسی

ملا علی قاری شارح مشکوۃ نے اپنی مرقات جلد ۹، ص: ۳۰۹ پر مسند احمد، ابوداؤد و ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک حدیث قدسی نقل کی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي فَمَنْ نَازَعَنِيْ رِدَائِي قَصَمْتُهُ.	بڑائی میری چادر ہے جو اس میں گھسنے کی کوشش کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔

دوستو .... کبریائی اور بڑائی صرف اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے اسی کی شایانِ شان ہے، کسی بندہ کو حق نہیں کہ وہ بڑائی کا دعوی کرے۔

بادشاہ کا تکبر تواضع میں بدل گیا

دوستو .... ایک بادشاہ کی کنیز (باندی) ایک روز بادشاہ کے بستر پر لیٹ گئی، وہ شاہی بستر تھا خوشبوؤں سے معطر تھا، جیسے ہی بادشاہ

اس پر لیٹتا تھا تو فوراً نیند آجاتی، ایک روز کنیز کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس شاہی بستر پر میں بھی لیٹ کر دیکھوں جو بہت نرم اور چکنا مثل ریشم کے تھا، بہر حال وہ کنیز جیسے ہی لیٹی تو نیند آگئی۔

اچانک بادشاہ تشریف لے آئے دیکھا کہ کنیز بستر پر ہے بادشاہ سے رہا نہ گیا، فوراً جلاً دوں کو حکم دیا کہ باندی کو سو ۱۰۰ کوڑے لگائے جائیں، جب باندی کو کوڑے لگنے شروع ہوئے تو وہ ہنس رہی ہے، بادشاہ نے کہا کمبخت ہنس رہی ہے، یہ تو رونے کا مقام ہے باندی نے کہا بادشاہ سلامت مجھے ہنسی اس بات پر آ رہی ہے کہ چند لمحات میں اس بستر پر لیٹی تو سو کوڑے لگنے کا میرے لیے حکم ہوا اور جو صبح، شام اس بستر پر لیٹتا ہے کل قیامت میں اس کو کتنے کوڑے لگیں گے، بادشاہ نے سنتے ہی فوراً سلطنت چھوڑ دی اور تواضع، عاجزی اختیار کی اور جنگلوں میں نکل گئے۔

دوستو...... بہت سے بادشاہوں کے بارے میں مؤرخین نے لکھا کہ جب اُن میں تواضع آئی تو انہوں نے بادشاہت کو چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی۔

بیوہ عورت کا واقعہ

ایک بیوہ عورت کی گائے تھی، سپاہیوں نے پکڑ کر اس کو ذبح کر لیا، اور کباب بنا کر کھا گئے، وہ بیوہ عورت بار بار ارادہ کرتی کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی شکایت پیش کروں مگر بادشاہ تک درباریوں نے نہ جانے دیا، کسی نے راستہ بتایا کہ بادشاہ کی سواری فلاں دن فلاں پُل کے پاس سے گذرتی ہے، وہاں جا کر کھڑی ہو جاؤ، بہر حال وہ بیوہ عورت پل کے پاس راستہ روک کر کھڑی ہو گئی، اور کہا کہ بادشاہ سلامت بتاؤ میرا حساب اس پُل

پر کرتے ہو یا پُل صراط پر کرو گے۔

بادشاہ نے کہا کہ پلصراط پر حساب کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں، وہاں تو نفسی نفسی کا عالم ہوگا تو اپنا حساب یہیں چُکا لے، آخر ماجرا کیا ہے، بیوہ عورت نے کہا کہ آپ کے سپاہیوں نے میری گائے ذبح کرلی ہے اور کباب بنا کر کھا گئے، مجھے بدلہ چاہئیے، کچھ نہ کچھ عوض دیدیا جائے۔

بادشاہ نے ستر ۷۰ گائے دینے کا حکم فرمادیا اور اس بیوہ عورت کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی بلکہ تواضع خوش اخلاقی، نرم مزاجی سے پیش آئے۔

دوستو..........کل میزان عمل میں جب اعمال کا وزن کیا جائیگا، حدیث میں آتا ہے کہ سب سے بھاری اور وزنی چیز حسن اخلاق ہوں گے۔

بخاری شریف کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے اچھا میرے نزدیک وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

طلبائے عزیز اور محترم دوستو!

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک حُسنِ اخلاق اور تواضع ہی سے عزت ملتی ہے، اگر ہمارے اندر کبر، اور گھمنڈ کی بُو آ گئی، علم سے، مال سے، زہد وعبادات سے، یا حسن وجمال اور نسب وخاندان کے سبب سے۔

تو یاد رکھو اگر ہم نے علاج نہ کیا تو ہماری دنیا وآخرت دونوں برباد ہوجائینگی۔

یہ بھی یاد رکھو کہ بڑائی دل سے بہت دنوں کے بعد نکلتی ہے، بڑے مجاہدے کرنے پڑتے ہیں، کسی شیخ اور مصلح کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے پڑتے ہیں، اس کے سامنے ایک زمانہ گذارنا پڑتا ہے پھر وہ رگڑ رگڑ کر بڑائی نکال دیتا ہے، خصوصاً وہ شیخ جو ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہو۔

ماشاء اللہ اکثر اہل علم حضرات بیٹھے ہوئے ہیں، اہل علم میں تواضع بہت جلد آجاتی ہے ان میں عمل کرنے کی صلاحیت دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" چنانچہ جب خانقاہوں کا دور دورہ تھا تو اہل علم حضرات نے علم تصوف (اپنے کو مٹانے والا علم) کے حصول کے لیے دُور دراز کے سفر کیے، کوئی تھانہ بھون گیا، تو کوئی رائپور اور سہارنپور کے لیے روانہ ہوا اور کسی نے دیوبند اور دہلی کا رخ اختیار کیا۔

دوستو..............صحیح معنی میں اُن ہی لوگوں کا علم، نفع بخش اور نورانی ہوتا ہے جو اپنے کو اہل اللہ، اولیاء، صلحاء سے جوڑ لیتے ہیں، اور اپنے اندر صلاح واصلاح کا جذبہ پیدا کرلیتے ہیں، اور زبان ودل پر یہ الفاظ جاری ہوجاتے ہیں۔

حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش وغم
مسافر رہے جیسے تیسے رہے
ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

وماتوفیقی الا باللہ

Scanned by CamScanner

سلام امت مسلمہ کا شعار

فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے کہ جب ایک انسان دوسرے انسان سے ملاقات کرے تو خندہ پیشانی، بشاشت، اور تواضع سے پیش آئے...... انسان تو انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات میں بھی یہ جذبہ موجود ہے۔

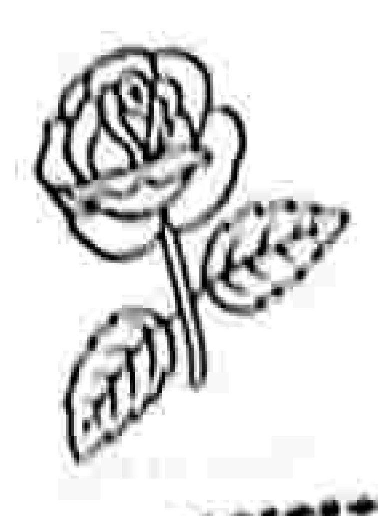

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام، مصافحہ اور معانقہ

کا

مسنون طریقہ

الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره ونؤ من به ونتوكّل عليه ونعوذ با الله من شرور انفسنا ومن سيّات اعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله اما بعد.

فاعوذباالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمان الرحيم

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْرُدُّوْهَااِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْباً. (النساء)

ایمان واسلام کے متوالواور امن وسلامتی کے علمبر دارو! آج کی اس مبارک مجلس میں محبت ومودت پیدا کرنے والا ایک نسخۂ اکسیر لیکر حاضر ہوا ہوں، خداتعالیٰ صحیح صحیح بات کہلوادے اور عمل پر گامزن ہونے کی توفیق بخشے۔

پارہ:۵،سورۃ نساء کی:۸۶،نمبرآیت آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی گئی۔

جس میں حق تعالیٰ شانہ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ جذبۂ ہمدردی، ایثار وقربانی، اور امن وسلامتی کا درس دیا ہے، باہمی ملاقات کا طریقہ بتلایا ہے، سلام اور سلام کے جواب کی تعلیم دی ہے، انشاء اللہ العزیز قرآن واحادیث کی روشنی میں اسلام نے سلام کے متعلق جو تعلیمات دی ہیں، مختصراً ان پر روشنی ڈالونگا اور ساتھ ساتھ مصافحہ اور معانقہ کے کچھ احکام ومسائل بھی ذکر کرونگا۔

سلام کی فضیلت

برادرانِ اسلام! سلام اللہ کی جانب سے بندوں کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہے، سلام سے محبت پیدا ہوتی ہے، جذبۂ اخلاص اور ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے، سلام سے منکسر المزاجی، فروتنی، عاجزی پیدا ہوتی ہے، سلام سے غرور اور تکبر ٹوٹتا ہے، رواداری کا ولولہ پیدا ہوتا ہے، تفوق وبرتری کا احساس ختم ہوجاتا ہے، حضور پرنور محمد عربی ﷺ نے فرمایا کہ سلام اور اچھا کلام بخشش کا باعث ہے، سلام بغض وکینہ اور شر وفساد کے خیالات کو دل میں پرورش پانے سے روک دیتا ہے، سلام کے معاملہ میں اسلام کا مزاج بالکل منفرد ہے، اس لیے کہ سلام صرف محبت کا اظہار ہی نہیں ہے، بلکہ یہ ذکر اللہ بھی ہے، عبادت بھی، دعا بھی، تذکیر بھی، اپنے مسلمان بھائی کی امن وسلامتی کی نیک تمنا بھی ہے۔

پہلے سلام پھر کلام

اسی لیے اسلام میں کلام سے پہلے سلام کی تاکید کی گئی، کہ پہلے سلام کرو پھر کلام شروع کرو، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آنے والا جب سلام کرکے بات شروع کرتا ہے تو اچھا بھی لگتا ہے، اور طبیعت میں ایک طرح کی خوشی بھی محسوس ہوتی ہے۔

خود آنحضرت ﷺ بھی کلام سے پہلے سلام فرماتے، اور سلام کرنے میں پہل فرماتے، یہاں تک کہ بچوں کو بھی سلام کرکے ان کو سلام میں سبقت کرنے کا عادی بناتے گھر میں بھی داخل ہوتے تو سلام کرتے اور سلامتی کی دعا دیتے، اللہ پاک نے ایک جگہ فرمایا: "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتاً غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا"(نور) اے ایمان والو کسی کے گھر میں یوں ہی داخل نہ ہوجایا کرو، بلکہ اجازت لے کر (پہلے سلام کرو) مگر افسوس صد افسوس آج یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں، اولاً تو یہ جاننا ہی مشکل ہوگیا کہ آنے والا، یا چلنے پھرنے والا مسلمان بھی ہے کہ نہیں؟ مسلم اور غیر مسلم سب ایک ہی نظر آتے ہیں، لباس، وضع قطع، رنگ ڈھنگ کسی چیز میں اسلامی کیفیت باقی نہیں رہی ہے، آج کل اخلاق اس قدر گرے ہوئے ہیں، کبر ونخوت کا یہ عالم ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی سلام کرنا شرم کی بات تصور کرتا ہے، بعض تو اپنے آپ کو معزز سمجھتے ہوئے سلام کا جواب تک دینا بھی پسند نہیں کرتے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سلام چھوٹوں پر ہی نہیں بڑوں پر بھی مسنون ہے، مگر آج ایسا ماحول پیدا ہوگیا کہ استاد چاہتا ہے کہ شاگرد پہلے سلام کرے، اعلیٰ

Scanned by CamScanner

چاہتا ہے کہ ادنیٰ سلام کرے، حاکم چاہتا ہے کہ محکوم سلام کرے، امیر چاہتا ہے کہ سلام پہلے غریب کی جانب سے آئے، آقا اور مالک چاہتا ہے کہ تابعدار اور نوکر سلام کرے، امام چاہتا ہے کہ سلام کی ابتداء مقتدی کرے، ہیڈ ماسٹر چاہتا ہے کہ ماسٹر پہلے سلام کرے، گویا کہ مسلمانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیمات اور ضابطوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنی پسند کا قانون سلام کے سلسلے میں بنالیا ہے۔

میرے بھائیو............اچھی طرح سمجھ لیجیے اگر انسان یہ سوچتا ہے کہ دوسرا مجھے سلام کرے تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے، نفس کا فریب ہے، تکبرانہ خیال ہے، اور ایک طرح سے عُجب اور اَنانیت کا اظہار ہے، سلام کا ایک منشاء تکبر کو ختم کرنا ہے، نہ کہ اس کو پروان چڑھانا، اسی لیے احادیثِ مبارکہ میں سلام میں پہل اور سبقت کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، اور اس کی بہت سی فضیلتیں بھی وارد ہوئی ہیں، اور جگہ جگہ پر سلام کے فوائد اور منافع کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی نصیحت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تین چیزیں ایسی ہیں، جن کو اختیار کرنے سے مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے، اور ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے تئیں اخلاص ومحبت کے جذبات کو فروغ دیتا ہے: ایک تو ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرنا، دوسرے کسی مسلمان کو اس کے ایسے نام کے ذریعہ مخاطب کرنا اور پکارنا جس کو وہ پسند کرتا ہے، تیسرے یہ کہ جب وہ مجلس میں آئے تو اس کو عزت واحترام کے ساتھ جگہ دینا۔

سلام ایک آسمانی تحفہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور ابوطالب کے انتقال کے بعد جب آنحضرت ﷺ پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، تو اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم غلط کرنے کے لیے معراج کا تحفہ عطا فرمایا، بہت سی جگہوں کی سیر کرائی گئی، عجیب وغریب مناظر دکھائے گئے، جنت ودوزخ کا بھی دیدار کرایا گیا اور سب سے عظیم نعمت یہ ملی کہ اللہ رب العزت سے شرف ملاقات حاصل ہوا، اس ملاقات کے دوران آپ ﷺ پر اللہ کا سلام نازل ہوا، ارشاد فرمایا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" مگر قربان جایئے رحمت ورأفت والے آقا پر کہ انھوں نے اس موقع پر بھی اس سلام میں تمام مؤمنوں کو شامل کرلیا، فرمایا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ" اس کے بعد اللہ نے نمازیں فرض کیں تو نماز پنجگانہ کی طرح سلام بھی ایک بیش بہا آسمانی تحفہ ہے ان دونوں تحفوں نے قلب مضطر کو بڑی راحت اور ٹھنڈک بخشی۔

اسلام میں لفظ سلام کی جامعیت

تحیۂ اسلام یعنی السلام علیکم میں بڑی جامعیت ہے کیونکہ بیک وقت ذکر اللہ بھی ہے اور وعظ وتذکیر بھی، اپنے مسلمان بھائی سے اظہار تعلق ومحبت بھی ہے، اور اس کے لیے بہترین دعا بھی اور اس سے یہ معاہدہ بھی ہے کہ میرے ہاتھ اور زبان سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

اور حقیقت میں مسلمان کہلانیکا مستحق بھی وہی ہے کہ جس سے دوسرے مسلمان کو کوئی گزند (تکلیف) نہ پہنچے، وہ ہر حال میں اپنے بھائی کا

Scanned by CamScanner

خیر خواہ اور درد مند ہو، جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے، "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" مسلمان تو وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سب مسلمان محفوظ رہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچے، گویا کہ سلام صلح وآشتی اور امن وسلامتی کا پیغام ہے۔

گرامی قدر حضرات اور طلباء عزیز!

شریعت اسلامیہ نے سلام کے بہت سے اصول وضوابط اور مسائل وآداب بیان کئے ہیں ان کو ترتیب وار بالتفصیل ذکر کرنا چاہتا ہوں آپ حضرات کے سامنے خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن کریم کی آیت شریفہ "وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا" الخ تلاوت کی گئی تھی۔

آیت پاک کی وضاحت

جس کی وضاحت مفسر قرآن حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے یہ بیان کی ہے کہ جب تم کو کسی قسم کا سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں اس کے سلام کا جواب دو، یا جواب میں وہی الفاظ لوٹا دو، یعنی السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام کہدو، خلاصہ یہ ہے کہ اگر احسان کا بدلہ اصل سے زیادہ ہو تو بہتر ہے ورنہ برابر سرابر بھی کافی ہے، آگے فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا" بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب کرنیوالا ہے، یعنی تمام حقوق جن میں سلام اور جواب سلام بھی داخل ہے، سب کا حساب لیگا اور پھر ان کو جزا عطا فرمائیگا۔

دوسری قوموں کے سلام کرنے کا طریقہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سلام کرنے کا طریقہ ہمارے لیے ایسا مقرر

فرمایا ہے جو دوسری قوموں سے بالکل ممتاز اور نرالا ہے، چنانچہ ہر قوم کا یہ دستور اور رواج ہے، کہ جب وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں یا ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں، تو اظہارِ محبت کے لیے کوئی نہ کوئی لفظ ضرور استعمال کرتے ہیں، کوئی رام رام کہتا ہے، تو کوئی آداب عرض، کبھی گڈ مارننگ{Good Morning} کا استعمال کیا جاتا ہے، تو کبھی گڈ نائٹ{Good night} کا، کوئی نمستے کہتا ہے، تو کوئی نمسکار، ایسے ہی جدائی کے وقت کبھی ٹاٹا{TaTa} بولتے ہیں، تو کبھی گڈ بائے{Good Bay}.

زمانۂ جاہلیت میں سلام کا طریقہ

اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ ملاقات کے وقت اپنے دوستوں اور عزیزوں اور ملنے جلنے والوں کو کہا کرتے تھے، "اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا" خدا تمہاری وجہ سے آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے، "وَاَنْعِمْ صَبَاحًا" اور تم ہر صبح نعمتوں میں داخل رہو، "صبح بخیر، شام بخیر" یعنی تمہاری صبح اچھی ہوجائے اور تمہاری شام اچھی ہوجائے۔

روایات میں آتا ہے کہ اسلام سے پیشتر اہل عرب میں "حیّاک اللہ" کہنے کا بھی رواج تھا یعنی خدا تعالیٰ تجھ کو زندہ رکھے، مگر اسلام نے ان تمام رواجوں کو ختم کرکے ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کا ایک ایسا جامع طریقہ اور آسان کلمہ تلقین کیا کہ اگر اس کی حقیقت کو سمجھ کر استعمال کیا جائے، تو انشاء اللہ پوری قوم کی اصلاح کے لیے یہ کلمہ کافی ہوجائیگا، اور اس کے بڑے دُوررس اور دُوراَثر ثمرات مرتب ہونگے، پوری دنیا میں امن وامان اور اخوت وبھائی چارگی کا ماحول پیدا ہوجائیگا۔

Scanned by CamScanner

اسلامی سلام اور تحیہ جاہلیت میں فرق

پہلی قوموں کے تحیہ و تعظیم اور آداب وملاقات کے طریقوں میں زندگی کی دعا کی گئی ہے، "حَیَّاکَ اللّٰہ، اَنْعِمْ صَبَاحاً اَنْعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَیْناً" وغیرہ وغیرہ سب جملوں میں زندگی اور عافیت کی دعا ہے، سلامتی کی دعا نہیں، اسلامی سلام میں بیک وقت زندگی اور سلامتی دونوں کی دعا اور تمنا ہے، اس فرق کو اس طرح سمجھئے کہ ایک آدمی آفات وبلیات میں مبتلا ہے آنیوالا کہتا ہے، "حَیَّاکَ اللّٰہ" اللہ تجھے زندہ رکھے، حالانکہ زندہ تو وہ ہے ہی، اسے تو سلامتی کی ضرورت ہے، صحت وتندرستی کی ضرورت ہے، گویا کہ "حَیَّاکَ اللّٰہ" میں اسے زندگی کی دعا ملی ہے، سلامتی کی نہیں اور السلام علیکم کہتا ہے تو سلامتی بھی حاصل ہوتی ہے اور زندگی بھی...... معلوم ہوا کہ سلامتی کے لیے زندگی لازم ہے اور زندگی کے لیے سلامتی لازم نہیں۔

سلام اللہ کا نام ہے

سلام دراصل اللہ کا نام ہے، لہٰذا ملاقات کی ابتدا اللہ کے نام سے ہو تو یہ غایت درجہ بہتر ہے، مسلمان بھی سلام اور اسلام سے نکل کر آیا تو گویا کہ اللہ نے مسلمانوں کو اپنے نام (صفت سلامتی) سے حصہ عطا فرمایا، یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے خوش نصیبی کی علامت ہے۔

دوستو............ دنیا میں سلام کے جتنے بھی طریقے ہیں وہ سب فیشن میں داخل ہیں، یاد رکھئے آداب عرض، تسلیمات، نمسکار، گڈ مارننگ وغیرہ وغیرہ، ان میں سے کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس میں خالق حقیقی کا ذکر ہو، اسی لیے ان سے وہ انوار وبرکات حاصل نہیں ہو سکتے، جو السلام علیکم سے

حاصل ہوتے ہیں، اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے اسلام کے بالکل ابتدائی زمانے میں لفظ السلام علیکم مشروع فرمادیا تھا، تاکہ مسلمان اور کافر میں تمیز ہو جائے اور مسلمان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے، بڑے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس مبارک کلمہ کو چھوڑ کر اپنے بچوں کو گڈ مارننگ {GoodMorning} گڈ ایوننگ {Good Evening} سکھائیں۔

سلام کے بہت سے معنی ہیں اکثر علماء کے نزدیک اس کے مشہور معنی یہ ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو، یعنی تو مجھ سے سلامتی میں ہے اور مجھ کو بھی اپنے سے سلامتی میں رکھ۔

حضرت آدم علیہ السلام کا سلام

امت محمدیہ سے اللہ تعالیٰ کو انتہائی درجہ محبت ہے، اسی لیے اس امت کا سلام اور ابوالبشر حضرت آدمؑ کا سلام ایک ہے، صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کی ایک جماعت جو وہاں بیٹھی تھی اس کی طرف اشارہ کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس جماعت کو جا کر سلام کرو اور سنو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں، وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے، آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جا کر کہا السلام علیکم انہوں نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ تو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جواب میں لفظ ورحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

(صحیح بخاری باب بدء السلام)

سلام کے فضائل وبرکات اور اجر وثواب

حضرات گرامی............ دوسری احادیث میں سلام اور جواب سلام

کے الفاظ میں زیادتی پر اجر وثواب منقول ہے:

وعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ.

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں: کہ ایک دن نبی کریم کی مجلس میں ایک شخص آیا اور کہا السلام علیکم آنحضرت ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ شخص بیٹھ گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس شخص کیلئے دس نیکیاں لکھی گئیں ہیں، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' آنحضرت ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ بیٹھ گیا آپ ﷺ نے فرمایا اس کیلئے بیس نیکیاں لکھی گئیں ہیں، اس کے بعد تیسرا شخص آیا اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آنحضرت ﷺ نے اس کے بھی سلام کا جواب دیا جب وہ بیٹھ گیا تو فرمایا اس کیلئے تیس نیکیاں لکھی گئیں ہیں۔

حضرت معاذ بن انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک اور شخص یعنی چوتھا شخص آیا اس نے آکر کہا ''السلام علیکم ورحمة الله وبركاته ومغفرته'' آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس کیلئے چالیس نیکیاں لکھی گئیں ہیں، اور مزید یہ بھی فرمایا کہ اسی طرح سے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، یعنی سلام کرنیوالا جس قدر الفاظ بڑھاتا جائیگا اسی قدر اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائیگا۔

سلام اور جواب سلام میں آنحضرت ﷺ کا عمل

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ الخ: کی تفسیر وتشریح رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا ''السلام علیک یارسول اللہ'' آپ نے جواب میں ایک کلمہ بڑھا کر فرمایا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ''، پھر ایک صاحب آئے اور انھوں نے سلام میں یہ الفاظ کہے ''السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ'' آپ نے جواب میں ایک اور کلمہ بڑھا کر فرمایا ''وعليكم السلام ورحمة الله وبركاتهٗ''، پھر ایک صاحب آئے اس نے اپنے سلام میں تینوں کلمے بڑھا کر کہا ''السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ نے صرف جواب میں ایک کلمہ وعلیک ارشاد فرمایا، ان کے دل میں شکایت پیدا ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان .... پہلے جو حضرات آئے آپؐ نے ان کے جواب میں کئی کلمات دعاء کے ارشاد فرمائے اور میں نے ان سب الفاظ سے سلام کیا، تو آپؐ نے وعلیک پر اکتفا فرمایا اور آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے لیے کوئی کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے، تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کر دیئے اس لیے ہم نے قرآنی تعلیمات کے مطابق تمہارے سلام کا جواب بالمثل دینے پر اکتفا کرلیا۔

(رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم)

سلام مختصر ہونا چاہیۓ

آنحضرت کے عمل سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ سلام کا جواب الفاظ بڑھا کر دینا چاہیۓ، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سلام کے کلمات کی

زیادتی صرف تین کلمات تک مسنون ہے، اس سے زیادہ کرنا مسنون نہیں ہے۔

کیونکہ سلام کا موقع مختصر کلام کرنے کا متقضی ہے، اس میں اتنی زیادتی مناسب نہیں ہے، جو کسی کام میں مخل، یا سننے والے پر بھاری ہو جائے، اسی لیے جب ایک صاحب نے اپنے ابتدائی سلام ہی میں تینوں کلمے جمع کر دیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے اور زیادتی سے احتراز فرمایا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سلام کرنے میں تین الفاظ پر زیادتی نہ ہو، "اِنَّ السَّلَامَ قَدِ انْتَھٰی اِلَی الْبَرَکَۃِ" یعنی سلام لفظ برکت پر ختم ہو جاتا ہے، اس سے زیادہ کرنا مسنون نہیں، اس لیے زیادتی اجر کے خیال سے سلام کو وبرکاتہٗ سے آگے نہ بڑھایا جائے، تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جب کسی مسلمان کو سلام کیا جائے تو اس کے ذمہ جواب دینا واجب ہے، اگر عذر شرعی کے بغیر جواب نہ دیا تو گنہ گار ہوگا، البتہ جواب دینے میں دو باتوں کا اختیار ہے، ایک یہ کہ جن الفاظ سے سلام کیا گیا ہے، ان سے بہتر الفاظ میں جواب دیا جائے، دوسرے یہ کہ بعینہ ان ہی الفاظ سے جواب دیا جائے۔

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت

ترمذی ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو سلام کی ابتداء کرے، یعنی سلام میں پہل کرے، دوسرے کو موقع نہ دے، مثلاً ایک آدمی باہر سے آرہا ہے ایک بیٹھا ہے آنے والا سلام کرتا ہے تو اس نے اپنا حق ادا کیا جو اس کے ذمہ تھا، ہاں اگر بیٹھنے والا سلام میں پہل کرے تو یہ فضیلت کا مستحق ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: کہ آپؐ نے فرمایا سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے، "اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِیْئٌ مِنَ الْکِبْرِ" آپ سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے آپؐ کی کوشش یہی ہوتی تھی، اس سے پہلے کہ آپؐ کو کوئی سلام کرے آپؐ ہی اس کو سلام فرما دیتے تھے۔

سلام کے سلسلہ میں ایک غفلت اور اس کا علاج

میرے دوستو اور عزیزو! سلام میں پہل کرنا بہت اچھی چیز ہے، مگر عام طور پر سلام میں سبقت کرنے کی وجہ سے ہم لوگ بڑی غفلت کا شکار بنے ہوئے ہیں، اس کی اصلاح اور علاج کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

غفلت یہ ہے کہ جب دو شخص فرط مسرت کے ساتھ ملتے ہیں تو دونوں ایک ہی ساتھ السلام علیکم کہتے ہیں ادھر سے بھی السلام علیکم اور ادھر سے بھی السلام علیکم حالانکہ کہ دونوں میں سے ہر ایک پر جواب دینا واجب تھا، اس صورت میں سلام بغیر جواب کے رہ گیا، اصلاح کی صورت یہ ہے کہ دونوں الگ الگ آواز کے ساتھ جواب دیں یعنی وعلیکم السلام دونوں کہیں۔

بیس مسلمانوں کو سلام کرنے کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس شخص نے بیس مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ یا الگ الگ ایک دن میں سلام کیا اور پھر اسی روز مر گیا تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی یہی حکم رات کا ہے، یعنی رات میں بیس مسلمانوں کو سلام کیا تو جنت واجب ہوگئی، احادیث میں اس شخص کو بڑا بخیل لکھا ہے جو سلام میں بخل کرے۔

Scanned by CamScanner

سلام سے متعلق حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اسوہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح کے وقت بازار جاتے اور ہر بازار میں ملنے والے بساطی، مسکین، دکاندار، راہ گیر وغیرہ کو سلام کرتے، حضرت طفیل ابن ابی بن کعبؒ کا بیان ہے کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا، ایک روز میں نے کہا کہ حضرت آپ بازار جاتے ہیں نہ کسی سے بیع وشرا کرتے، نہ بھاؤ تاؤ، نہ سودابازی کرتے، نہ بازار کی کسی مجلس میں شریک ہوتے، پھر بازار میں جانے کا کیا فائدہ، اس سے بہتر یہ ہے کہ اپنے مقام پر رہا کریں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ سنکر کہا، او بڑے پیٹ والے، (طفیل کا پیٹ بڑا تھا)، کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم خرید وفروخت کرنے یا کسی اور غرض سے بازار جایا کرتے ہیں...... نہیں ...... بلکہ ہم صرف سلام کرنیکی غرض سے جاتے ہیں، تا کہ سلام کر کے اجر وثواب کے مستحق ہو جائیں۔

میرے محترم اور عزیز دوستو! یہ لوگ تھے سلام کی قدر ومنزلت کو پہچاننے والے، اور اسکے اجر وثواب کو سمجھنے والے کہ ہمہ وقت اس کو عام کرنیکی فکر میں رہا کرتے تھے۔

اہل خانہ کو سلام کرنے کا حکم

بزرگانِ محترم! آج کل عام طور پر ہمارے معاشرہ میں گھر والوں کو سلام کرنیکی کوئی اہمیت نہیں سمجھی جاتی ہے، بلکہ گھروں میں بغیر سلام کئے آتے جاتے رہتے ہیں، حالانکہ گھر میں ماں باپ بھی ہیں، بیوی بھی ہے، اور بھائی بہن بھی ہیں، بس جانوروں کی طرح بے ہنگم طریقہ سے آنا جانا کرتے ہیں،

انسانیت کا نام ونشان نہیں، محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: کہ تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک مؤمن نہ ہو اور تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، میں تم کو ایک ایسی چیز بتا تا ہوں اگر تم اس پر عمل کر لو تو تمہاری آپس میں محبت قائم ہو جائیگی، وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (رواہ مسلم)

اور ایک جگہ فرمایا کہ جب تم گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو، اور جب گھر سے باہر نکلو تو اپنے گھر والوں کو سلام کے ذریعہ رخصت کرو۔

خالی گھر میں بھی سلام کرنا چاہئے

اگر خالی گھر ہے تو اس طرح سلام کیا جائے: "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ" جو وہاں فرشتے یا جنات صالحین ہوں گے ان کو سلام ہو جائے گا اور جنات وشیاطین کے شر سے سلام کرنے والا محفوظ ہو جائے گا۔

وِداعی سلام

حدیث میں ہے کہ جب تم گھر سے باہر نکلو تو اپنے گھر والوں کو سلام کے ذریعہ رخصت کرو، بعض علماء نے کہا ہے کہ وداعی سلام کا جواب واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے، کیونکہ یہ سلام اصل میں دعا اور وِداع (رخصت) کا ہے، یہ سلام کر کے جانے والا اپنے اہل وعیال کے پاس سلام کی خیر وبرکت کو امانت رکھ کر جا رہا ہے، یا تو اس امانت کو آخرت میں واپس لیگا یا جب سفر سے واپس آئیگا تو سلامتی کے ساتھ لوٹ کر آئیگا، اور اس کو دوبارہ سلام کرنے کا موقع نصیب ہوگا، (گویا کہ رخصتی سلام اسلام میں مسافر اور مقیم دونوں کے لیے امن وسلامتی کی ضمانت ہے)۔

Scanned by CamScanner

سلام ایک عظیم دعا

دوستو .... اس میں کوئی شک نہیں کہ سلام صرف اظہار عقیدت کا ذریعہ اور ملاقات کا طریقہ ہی نہیں بلکہ یہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے ایک عظیم اور جامع دعاء بھی ہے، جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتا ہے تو وہ اس کو ایک ساتھ سلامتی، رحمت خداوندی اور برکات الٰہی کے نزول کی دعا دیتا ہے، اس لیے ہمیں اس کے معنی اور مطلب کو سمجھ کر بولنا اور سننا چاہیے، معلوم نہیں کس کی اور کس وقت کی دعاء ہمارے حق میں قبول ہو جائے، اور ہماری زندگی کی نیا پار ہو جائے، اور ہمیں دارین میں سعادت حاصل ہو جائے۔

حضرت معروف کرخی کا واقعہ

جو لوگ سلام و دعا کی اور اپنے وقت کی قدر و قیمت کو سمجھتے ہیں وہ دونوں جہاں میں کامیاب اور کامراں ہوتے ہیں، حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ سڑک سے گذر رہے تھے، ایک سقہ لوگوں کو آواز لگا رہا تھا کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے، جو مجھ سے پانی پیے، حضرت معروف کرخیؒ اس سقہ کے پاس گئے اور ایک گلاس پانی لیکر پی لیا حالانکہ آپ روزہ سے تھے، آپ کے ساتھی نے کہا حضرت آپ کا روزہ تھا فرمایا کہ نفلی روزہ کی تو قضا ہو جائیگی مگر اس بندے کی دعا بعد میں ملے نہ ملے اس کا کچھ پتہ نہیں۔

آپ حضرات اندازہ لگائیں کہ اللہ کے اتنے بڑے ولی، صوفی، بزرگ ایک معمولی سقہ کی دعا لینے کے لیے روزہ توڑ رہے ہیں، اس لیے ہمیں سلام جیسی اہم دعا سے اعراض نہ کرنا چاہیے۔

کون کس کو سلام کرے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ (متفق علیه). " وَعَنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ وَالْمَارُّ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ. (رواه البخاری)

دوستو .... نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ سوار پیدل کو سلام کرے، اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے، اسی طرح چھوٹا آدمی بڑے آدمی کو سلام کرے۔

امام نوویؒ نے فرمایا کہ سلام کی یہ ترتیب اس وقت ہے کہ جب راستہ میں ملاقات ہو، اگر کسی کو ملنے جائیں تو بہر صورت آنے والے کو سلام کی ابتداء کرنی چاہیے، آنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، ایسے ہی چھوٹی جماعت ہو یا بڑی۔

آج کل ہم لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں کہ چھوٹا ہی بڑے کو سلام کرتا ہے، بڑا یہ سمجھتا ہے کہ سلام کرنا چھوٹے ہی کا حق ہے، بڑا آدمی سلام کرنے میں اپنی توہین سمجھتا ہے، حالانکہ سلام کرنا توہین نہیں بلکہ بڑائی کی نشانی ہے۔

جماعت میں سے کسی ایک کا سلام کرنا اور جواب دینا پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے

حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے منقول ہے کہ جب کچھ لوگ گذر رہے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کا سلام کر لینا سب کی طرف سے کافی

Scanned by CamScanner

ہوگا۔ اسی طرح جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں ان میں سے کسی ایک کا جواب دیدینا سب کی طرف سے کافی ہوگا، گویا کہ جماعت کی شکل میں سلام کرنا بھی سنت کفایہ ہے، اور جواب دینا بھی سنت کفایہ ہے، ورنہ سنت عین ہے اور جواب دینا بھی واجب عین ہوگا۔

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ جب ایک جماعت دوسری جماعت کے پاس گئی کسی نے بھی سلام نہیں کیا تو پوری جماعت گنہگار ہوگی اور اگر کسی ایک نے بھی سلام کرلیا تو سب کی طرف سے سلام ہوگیا، اور ہر ایک کا سلام کرنا افضل ہے، اسی طرح جواب کا مسئلہ ہے، اگر جواب کسی نے بھی نہیں دیا تو پوری جماعت گنہگار ہوگی، ہاں: اگر کسی ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے جواب ہوگیا۔

ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا اور جواب دینا

دوستو......... آج کل اس ماڈرن زمانے میں ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا کافی سمجھا جانے لگا، اس کی حقیقت واصلیت یہ ہے کہ انگلی یا ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا منع ہے، البتہ اگر کوئی شخص دور سے سلام کرے تو اس کو زبان سے السلام علیکم کہہ کر اشارہ کرنا جائز ہے، تا کہ دوسرے کو معلوم ہوجائے ایسے ہی جواب میں بھی اشارہ جائز ہے، مگر زبان سے وعلیکم السلام کہنا چاہئے، بہرے کے لیے بھی ہونٹ یا ہاتھ کا اشارہ کرنا جائز ہے۔

مگر یاد رہے کہ ضرورت کے تحت یہ اجازت ہے، ورنہ یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی، کیونکہ یہودی لوگوں کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہوتا ہے، اور نصاریٰ ہتھیلی کے اشارہ سے ہی سلام

کرتے ہیں، ان حالتوں میں اگر کسی نے سلام کر ہی لیا تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دل سے جواب دے، زبان سے جواب نہ دے۔

کن حالات میں سلام اور جوابِ سلام ممنوع ہے

سامعین کرام .... یہ بات بھی دھیان رہے کہ سلام کی اہمیت کے باوجود بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں سلام نہیں کرنا چاہئے، مثلاً کوئی شخص پیشاب کررہا ہو، یا پاخانہ میں ہو، یا جماع میں مصروف ہو، یا سورہا ہو، اونگھ رہا ہو، نماز پڑھ رہا ہو، اذان یا اقامت کہہ رہا ہو، حمام میں ہو، کھانا کھارہا ہو، یا امام خطبہ دے رہا ہو، ان تمام صورتوں میں نہ سلام کرنا چاہئے، نہ جواب دینا چاہئے، بعض حضرات نے کہا اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کررہا ہے اور اس کو کسی نے سلام کیا تو تلاوت روک کر سلام کا جواب دیدے، اور پھر تعوذ پڑھکر تلاوت کرے۔

(قال الطحطاوی ظاہرة التحریم)

غیر مسلموں کو کس طرح سلام کیا جائے

حضرات فقہا نے لکھا ہے کہ غیر مسلم کو السلام علیکم کہنا جائز نہیں، کیونکہ وہ اسلام کے دشمن اور خدا کے باغی ہیں، اس عداوت اور بغاوت کی بنا پر وہ سلامتی کے مستحق نہیں ہیں، ہاں اگر رسمی طور پر ان سے بوقت ضرورت اظہار محبت کرنا ہی پڑ جائے تو مکارم اخلاق کے طور پر ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جیسے وہ خود کرتے ہیں، اور ان میں کوئی شرعی قباحت بھی نہ ہو، مثلاً آداب عرض، وعلیکم وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وغیرہ، اور اگر کوئی غیر مسلم پہل کرتے ہوئے مسلمان کو السلام علیکم کہے تو اس کے جواب

Scanned by CamScanner

میں وعلیکم السلام کے بجائے ھَدَاکَ اللّٰہُ کہا جائے گا، یا علیک یا اور کوئی مناسب کلمہ کہکر اس کی ہدایت اور توفیق اسلام کی نیت کر لی جائے۔

شطرنج وغیرہ کھیلنے والے پر سلام کرنا

میرے محترم بزرگو اور دوستو! میرے شیخ و مرشد، مشفق حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے والد مرحوم حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ صدر مفتی مظاہر علوم سہارنپور جن کے فقہ پر اہل علم کو اتفاق تھا تحریر فرماتے ہیں کہ جو لوگ شطرنج، چوسر اور تاش وغیرہ کھیل رہے ہوں، ان پر بھی سلام نہ کیا جائے، کیونکہ وہ اس اعزاز کے مستحق نہیں ہیں، ان کو سلام کرنا مکروہ ہے، البتہ اس نیت سے اگر سلام کرے کہ جتنی دیر جواب دیگا تو اس کھیل سے رک جائیگا تو کچھ حرج نہیں ہے، اسی طرح جو شخص کھلم کھلا گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے اس کو بھی سلام نہ کیا جائے البتہ ان کی اصلاح کی نیت سے یا ان کے شر اور فتنے سے بچنے کی وجہ سے سلام کیا جائے تو جائز ہے۔

چھوٹوں کو سلام کا پابند کرنا بڑوں کی ذمہ داری ہے

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو اجازت نہ دی جائے جو پہلے سلام نہ کرے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت کلدہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس گیا اور میں نے سلام نہیں کیا، اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ اور آ کر پہلے السلام علیکم کہو، پھر داخل ہو جاؤ، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کا خوگر بنانے کے لیے صرف زبان سے بتا دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان سے عمل بھی کرایا، ظاہر ہے جو سبق اس طرح یاد دلایا جائے تو آدمی اس کو کبھی بھولتا نہیں،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو سلام کا عادی بنانا بڑوں کی ذمہ داری ہے، وہ حکیمانہ انداز اپنا کر ان کو سلام کا پابند بنائیں۔

اللہ کا سلام مخصوص بندوں پر

محترم دوستو! سلام صرف انسانوں ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ خود اللہ رب العزت بھی اپنے مخصوص بندوں پر سلام بھیجتے ہیں، اور آخرت میں بھی بھیجیں گے، چنانچہ قرآن مقدس کی آیتوں میں اس کا ذکر ہے، ایک جگہ فرمایا:

سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ (سورۃ الصفٰت) — تمام پیغمبروں پر سلامتی ہو۔

☆ دوسرے مقام پر اپنے متقین اور پرہیزگار بندوں کے اعزاز و اکرام میں فرمایا:

اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ آمِنِیْنَ. (حجر) — تم ان جنات وعیون میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

☆ اسی طرح سورہ یٰسین شریف کی ایک آیت میں ارشاد فرمایا:

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ. — سلام کہا جائے گا ربّ مہربان کی طرف سے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو خود سلام فرمائیں گے۔

☆ سورہ احزاب میں فرمایا گیا:

تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلٰمٌ. — دعا ان کی جس دن ان سے ملیں گے سلام ہے۔

یعنی آخرت میں جب مؤمنین اللہ سے ملیں گے تو اللہ کی طرف سے ان کو یہ سلام ہوگا، السلام علیکم دیکھیے رب ذوالجلال کا سلام کرنا کتنے بڑے انعام

واکرام اور اعزاز کی بات ہے۔

☆ اسی طرح سورۂ قٓ میں کہا گیا:

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ. — داخل ہو جاؤ اس میں سلامتی کے ساتھ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔

یعنی اللہ سے ڈرنے والوں اور اس کی طرف رجوع ہونیوالوں سے کہا جائیگا سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ یہ دن ہمیشہ رہنے کا ہے۔

فرشتوں کا جنتیوں کو سلام

☆ سورۂ رعد میں اللہ نے فرمایا:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. — یعنی فرشتے جنتیوں سے کہیں گے، سلام علیکم، تم پر سلامتی ہو، اس صبر کے بدلے جو تم نے کیا، دار آخرت تمہارا بہترین ٹھکانہ ہے۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت فرشتوں سے بھی اپنے مقرب بندوں کو سلام کروائیں گے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے، جس کا مفہوم میں آپ کے سامنے نقل کرنا چاہتا ہوں۔

حدیث کا مفہوم

اللہ کی مخلوق میں سے اول وہ فقرائے مہاجرین جنت میں داخل ہوں گے جو لڑائیوں میں سینہ سپر ہوئے، جو حکم ان کو ملتا اس کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے، دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لے کر یہاں سے رخصت ہوگئے، قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائیگا، میرے وہ بندے

کہاں ہیں جو میرے راستہ میں لڑے، میرے لیے تکلیفیں اٹھائیں، اور جہاد کیا، وہ حاضر ہوں گے ارشاد عالی ہوگا، جاؤ جنت میں بے کھٹکے داخل ہو جاؤ، پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ میرے ان بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو، وہ عرض کرینگے، خداوندا! ہم تیری بہترین مخلوق ہیں کیا آپ اپنی بارگاہ کے رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں، ارشاد ہوگا ہاں یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے توحید پر جان دی، دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں لے کر چلے آئے، میرے راستے میں جہاد کیا اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے، یہ سن کر فرشتے ہر طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور کہیں گے "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" فرشتوں کا مقرب بندوں کو سلام کرنا سورۂ زُمَر کی اس آیت میں بھی آیا ہے، "حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ" یعنی جب اللہ کے متقی بندے جنت میں آئیں گے تو ان کے اعزاز واکرام میں دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے، اس وقت جنت کے محافظ فرشتے ان سے کہیں گے، "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ" تم پر سلامتی ہو ہمیشہ رہنے کے لیے، ان جنتوں میں داخل ہو جاؤ۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں اپنے بعض انبیاء ورُسُل پر نام بنام بھی سلام بھیجا ہے، فرمایا: "سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ، سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ، سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ، سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ" ان تمام آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی

سلام کوئی معمولی اور سرسری چیز نہیں کہ اس سے صرف نظر کرلیا جائے، بلکہ یہ اللہ کے نزدیک بھی بڑا پسندیدہ اور محبوب عمل ہے اس لیے ہمیں اس کو زیادہ سے زیادہ رواج اور فروغ دینا چاہئے، اللہ رب العزت ہمیں اس کو پھیلانے اور عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

گرامی قدر حضرات!

سلام سے فراغت کے بعد چاہتا ہوں کہ مصافحہ اور معانقہ کے سلسلے میں بھی کچھ ضروری باتیں گوش گذار ہوجائیں، تاکہ آپ لوگوں کو سلام کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے ملاقات کرنے اور ملنے جلنے کا صحیح شرعی طریقہ بھی معلوم ہوجائے اور اس پر عمل کرکے دونوں جہاں میں سرخرو ہوں، بس ان دونوں کے متعلق مختصر کلام کرکے رخصت ہورہا ہوں، وقت کا بھی تقاضا ہے رات کا ایک حصہ گذر چکا کافی دیر سے آپ لوگ حضرات علمائے کرام کی نصائح عالیہ سے محظوظ ہورہے ہیں پھر بھی میں آپ کے اندر تڑپ، اور دلچسپی محسوس کررہا ہوں۔

مصافحہ کے معنی

هِيَ اِلْصَاقُ صَفْحَةُ الْكَفِ بِالْكَفِّ وَاِقْبَالُ الْوَجْهِ بِالْوَجْهِ فَاَخْذُ الْاَصَابِعِ لَيْسَ بِمُصَافَحَةٍ خِلَافًا لِلرَّوَافِضِ. (شامی)

مصافحہ کہتے ہیں ہتھیلی کو ہتھیلی سے ملانا اور چہرے کو چہرے کے سامنے کرنا اس سے معلوم ہوا کہ صرف انگلیوں کا پکڑنا مصافحہ نہیں ہے۔

مصافحہ کا مسنون طریقہ

جب ملاقات ہو تو اول سلام کرنا چاہئے اس کے بعد دونوں ہاتھوں

سے مصافحہ کرے، اگر ایک ہاتھ خالی نہ ہو تو ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی شخص محض انگلیوں کے سرے سے مصافحہ کریگا تو یہ مصافحہ نہ ہوگا، بلکہ اس طرح مصافحہ کرنے کو صلوٰۃ مسعودی میں بدعت لکھا ہے، حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ نے اپنی کتاب آداب السلام میں لکھا ہے کہ مصافحہ کرتے وقت انگوٹھے کو پکڑنا چاہئے اس میں ایک رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے، ہاتھوں کے درمیان کپڑا وغیرہ بھی نہ ہونا چاہئے اور ہاتھ کو ذرا حرکت دینی چاہئے۔ (ردالمحتار)

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ عَلَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ وَكَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ. (رواہ بخاری ج:۲)

حضرت ابن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے تشہد اس حال میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، اور ظاہر یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا ہوگا، یہ بات بعید ہے کہ حضور ﷺ تو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کریں اور عبداللہ ایک ہاتھ سے، اور اگر کیا بھی ہے تو ہم کو حضور ﷺ کا اتباع کرنا چاہئے، کیونکہ فقہاء کرام نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا سنت لکھا ہے۔

امام بخاریؒ نے مزید بیان کیا: "وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ بْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ" حماد بن زید نے عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

Scanned by CamScanner

مصافحہ کی مثال

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی صحیح صورت یہ ہے کہ شاکر اور ذاکر دونوں نے اپنے داہنے ہاتھ سے مصافحہ کیا تو اب شاکر اور ذاکر دونوں کے کف مل گئے اب شاکر کو چاہئے کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی ذاکر کے دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دے اور ذاکر بھی اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی شاکر کے دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دے، بس اب یہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق مصافحہ ہوگیا۔

درمیان مصافحہ ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا چاہئے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! مصافحہ یہ سلام کا ایک حصہ ہے، حضورؐ نے فرمایا: "تَمَامَ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَة" تمہاری آپس میں مبارکبادی اور سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے، یعنی مکمل سلام مصافحہ کے بعد ہوتا ہے، اس لیے مصافحہ کے کچھ اصول وآداب ہیں، مصافحہ کرنیوالا وقت کی نزاکت کو دیکھ کر مصافحہ کرے، بعض دفعہ لمبا مصافحہ کرنے سے دوسرے صاحب کو تکلیف ہوسکتی ہے، ہاں اگر وہ آدمی جس سے مصافحہ کیا جارہا ہے وہ خود ہی مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ پکڑے رکھے یہ اس کی غایت درجہ محبت کی علامت ہے، بہت سے علماء، اولیاء، صلحاء بوقت مصافحہ اپنے خاص شاگردوں، مریدوں کا کچھ دیر کے لیے ہاتھ پکڑے رکھتے ہیں اس میں بھی کوئی حرج نہیں، ایسی صورت میں مصافحہ کرنیوالا از خود ہاتھ کھینچنے کی کوشش نہ کرے، اس لیے کہ مصافحہ شگفتگی اور دل جمعی کیساتھ ہوتا ہے، مصافحہ سے تسلی اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔

مشغولیت کے وقت مصافحہ کا حکم

جب آدمی ذکرو اذکار، درس وتدریس، تلاوت قرآن پاک، کھانے پینے مین، یا کسی سے گفتگو کرنے میں منہمک ہوتو ایسے اوقات میں مصافحہ نہ کرنا چاہئے، ہاں اگر کوئی ان مواقع میں بھی ہاتھ بڑھا ہی دے تو اس سے مصافحہ کرلینا چاہئے، تاکہ اس شخص کو تکلیف نہ ہو، کیونکہ کسی مسلمان کو دکھ پہنچانا حرام ہے، دوستو! یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اگر مصافحہ کرنے والے کثیر لوگ ہوں تو ایک دو آدمی مصافحہ کرلیں، سب کی طرف سے کفایت ہوجائے گی۔

آنحضرت ﷺ کا معمول

آپ کا معمول مصافحہ کے اندر یہ تھا حضرت انسؓ راوی ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی آدمی آکر مصافحہ کرتا تو آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے اسوقت تک نہیں کھینچتے تھے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے، اور اپنا رخ ملاقات کرنے والے کی طرف سے اس وقت تک نہیں پھیرتے تھے جب تک وہ خود نہ پھیر لے۔ (ترمذی)

مصافحہ کی فضیلت

دوستو..........

مصافحہ کے کثیر ترین فضائل احادیث میں وارد ہیں، ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ حضرت براء ابن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Scanned by CamScanner

إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَاللّٰهَ وَاسْتَغْفِرَاهُ وَغُفِرَ لَهُمَا. (رواہ ابوداوٗد)

جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو مصافحہ کرتے ہیں اور دونوں اللہ کی تعریف کرتے ہیں، اور دونوں گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں تو اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

حضرت براء ابن عازب ؓ نے ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا: کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کی بخشش فرمادیتے ہیں۔

مصافحہ کینہ کی صفائی کا ذریعہ ہے

وَعَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَافَحُوْا يَذْهَبُ الْغِلُّ وَتَهَادُوْا تَحَابُّوْا وَتَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ. (رواہ مالک مرسلا)

حضرت عطا خراسانی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، اس سے بغض وکینہ جاتا رہیگا اور آپس میں ایک دوسرے کو تحفہ وہدیہ دیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے اور دشمنی جاتی رہتی ہے۔

امام بیہقیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہتا بلکہ جھڑ جاتا ہے، علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ گناہ سے مراد بغض، کینہ اور دشمنی ہے، گویا کہ مصافحہ کرنے کی خاصیت یہ ہے کہ حسد، بغض، کینہ جیسے امراض خبیثہ کا

صفایا ہوجاتا ہے، اس لیے دوستو مصافحہ کرتے وقت محض ہاتھ ملاتے پر اکتفاء نہ کرنا چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے: "یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ" ذرا جہراً دعا کرنی چاہئے تاکہ دوسرا بھی سن کر جواب میں دعا دے، یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اللہ کے نزدیک کون مقبول بندہ ہے، اس لیے ہر مسلمان کو ایک دوسرے مسلمان سے دعا لینی چاہئے۔

معانقہ

میرے پیارے دوستو اور نوجوانو! ملاقات کے وقت معانقہ بھی آداب ملاقات میں سے ہے، مگر یہ بات یاد رہے کہ معانقہ ہر عام آدمی سے نہیں ہوتا جیسے سلام ہے، سلام تو عام مؤمنین کے لیے ہے، مصافحہ خاص مؤمنین کے لیے، اور معانقہ اخص الخواص کے لیے ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ سلام میں عمومیت ہے، مصافحہ میں محض معرفت ہے، معانقہ میں غایت معرفت یا اس طرح سمجھ لیجئے کہ سلام تو ہر مسلمان کو کیا جائے گا خواہ اس سے تعلق ہو یا نہ ہو، اور مصافحہ اس شخص سے کیا جائے گا جس سے کچھ تعلق ہو اور معانقہ اس شخص سے کیا جائے گا جس سے انتہائی درجہ کا تعلق ہو۔

معانقہ کے معنی اور اس کا طریقہ

معانقہ یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے، عُنُق سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالنا اس طرح کہ دونوں کی داہنی گردن ملے، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری استاد حدیث دارالعلوم دیوبند کی تحقیق یہ ہے کہ ایک طرف گردن سے گردن ملنا یہ معانقہ ہے، اور دونوں طرف گردن کا ملنا یہ کامل معانقہ ہے، اور جو لوگ تیسری بار گردن ملاتے ہیں

یہ امر سنت سے زائد ہے (اس کی کوئی اصل نہیں ہے)، اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سینہ سے سینہ ملانا اور دل سے دل ملانا چاہئے یہ بھی بے اصل چیز ہے۔

بیشتر علمائے حق کی تحقیق یہ ہے کہ معانقہ میں تکرار نہیں ہے دونوں کو داہنی طرف کی گردن ملانی چاہئے، رہی یہ بات کہ معانقہ کس سے کرنا چاہئے۔

معانقہ کس سے کیا جائے

حضرات علماء کرام نے کہا کہ سفر سے آنے والے کے ساتھ معانقہ مسنون ہے، اور مسلمانوں کی تعظیم کے لیے بھی جائز ہے، اپنے بیٹے، بیٹی، بہن وغیرہ سے بھی معانقہ کرنا درست ہے، ہاں جو معانقہ اور بوسہ برے خیال اور جنسی جذبات کے تحت ہو وہ مکروہ ہے۔

معانقہ کا ثبوت

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

☆ حضرت ابوذر ﷜ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ اسوقت ایک تخت پر تشریف فرما تھے، آپ نے مجھے گلے لگایا، اور یہ گلے لگانا حصول لطف و سرور اور برکت کے اعتبار سے مصافحہ کی بہ نسبت بہتر تھا، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ بہتر۔

(ابوداؤد)

☆ حضرت عمر فاروقؓ جب مسلمان ہونے کے لیے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے چند قدم اپنی جگہ سے چل کر معانقہ کیا، اور ان کے سینے پر تین مرتبہ ہاتھ پھیر کر دعا دی۔

☆ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے عکرمہ ابن ابوجہل کو اپنے پاس آتے دیکھا تو کھڑے

ہو گئے اور چل کر ان کے پاس پہنچے اور پھر ان کو گلے سے لگایا۔

☆ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ زید بن حارثہؓ جو مشہور صحابی ہیں، ان کو آنحضرت ﷺ نے اپنا بیٹا بھی بنا لیا، کسی غزوہ یا سفر سے لوٹ کر مدینہ پہنچے، تو آپؐ نے ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔

☆ حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حبشہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے ملاقات کی تو آپؐ نے مجھ کو گلے لگایا، ایک روایت میں ہے کہ مجھکو گلے لگایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

مصافحہ و معانقہ کی دعا

دوستو.......... مصافحہ اور معانقہ کی دعا ایک ہی ہے، "یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ" اس کے علاوہ مرحبا، اہلاً وسہلاً، خوش آمدید وغیرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ مصافحہ اور معانقہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، اگر کسی نے مصافحہ کر لیا تو معانقہ کی ضرورت نہیں، اور معانقہ کر لیا تو مصافحہ کی ضرورت نہیں، چونکہ معانقہ مصافحہ سے بڑھ کر ہے، بعض لوگ معانقہ کے بعد بھی ہاتھ ملاتے ہیں اس سے پرہیز کریں، یہ بدعت ہے، اور یہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔

خطیب کی گذارش

میرے دوستو!

ماشاء اللہ آج کی اس نورانی مجلس میں بچے بھی ہیں، اور جوان بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، علماء بھی ہیں، طلباء بھی ہیں، دانشور بھی ہیں

Scanned by CamScanner

اور ہمارے عام بھائیوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے، بس میری گذارش یہ ہے کہ آپ حضرات سلام، مصافحہ اور معانقہ کی عادت ڈالیں، ان میں سب سے افضل سلام ہے، اس لیے کہ سلام میں کوئی تکلیف نہیں، اللہ نے یہ چند باتیں دل میں ڈالیں تھیں آپ حضرات کے سامنے پیش کردی گئیں، اللہ جل شانہٗ مجھے بھی آپ کو بھی عمل کی توفیق بخشے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

وما علینا الا البلاغ

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر

مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کے افتتاحی، تعلیمی، پروگراموں میں محبین، مخلصین اور ذمہ دار حضرات کی دعوت پر آپ تشریف لے جاتے ہیں، آپ کے مؤثر بیان سے طلباء واساتذہ محظوظ ہوتے ہیں، اسی طرح کاشف العلوم کے دینی، تعلیمی، تربیتی پروگراموں میں آپ کے بیانات سے استفادہ کیا جاتا ہے، ہر خاص و عام کے استفادہ کے پیش نظر بیان کردہ خطبات کے منتخب مضامین کو اشاعت میں شامل کیا جارہا ہے۔

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلبائے مدارس سے خطاب

طلب علم کے لیے راہ نما اصول

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم اَمَّا بَعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ ط (الزمر)

علم سیکھو علم کی دیکھو بہار
تم سے خوش ہوجائے گا پروردگار
وہ پھول سرچڑھا جو چمن سے نکل گیا
عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

گرامی قدر!

حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلباء!

رب کائنات کا ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بار احسان ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو اُس دین کے حاصل کرنے کے لیے منتخب کیا جو اُسے پسند ہے، "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَام" ۔(آل عمران)

رب کعبہ کی قسم ان لوگوں پر اللہ کا بے پناہ کرم ہے جنھیں اللہ تعالیٰ علم قرآن، علم حدیث سے وابستگی عطا فرمادے۔

بخاری شریف کی روایت ہے: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ.

پروردگار عالم جن کو دو جہاں میں نوازنا چاہتے ہیں انھیں دین کا صحیح ذوق اور فہم سلیم عطا فرمادیتے ہیں۔

میرے عزیز طلباء!

جس شاہ راہ پر آپ نے چلنا شروع کیا ہے، یہی شاہ راہ جنت کا راستہ ہے، مشکوٰۃ شریف میں کثیر ابن قیس سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں صحابیٔ رسول ﷺ حضرت ابودرداءؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص مدینۃ الرسول ﷺ سے سفر کر کے حضرت ابودرداءؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے صحابیٔ رسول ﷺ میں مدینہ طیبہ سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے وہ حدیث مبارک سماعت کروں، جو آپ نے حضور پرنور ﷺ سے سنی ہے، حضرت ابودرداءؓ نے ان سے کہا "مَا جِئْتَ لِحَاجَةٍ" کسی دوسری غرض سے تو نہیں آئے، آپ نے اتنا لمبا سفر صرف حدیث کی سماعت کے لیے کیا، کیونکہ عرب لوگ ملک شام میں تجارت کی غرض سے سفر کرتے رہتے ہیں، اس لیے

Scanned by CamScanner

آپ تجارت کی غرض سے آئے ہوں، پھر سوچ لیا ہو کہ چلو حدیث بھی سنتے چلیں، اس آنے والے عاشق حدیث نے کہا کہ میں نے یہ سفر صرف اور صرف حدیث کی طلب میں کیا ہے، نہ میں ملک شام کی سیر کرنے آیا ہوں نہ یہاں کے سبزہ زار ومرغزار مجھے کھینچ کر لائے ہیں، نہ یہاں کے دلکش، حسین مناظر میرے لیے باعث کشش ہیں، مجھے تو میرے آقا ﷺ کا فرمان کھینچ کر لایا ہے، یہ سنکر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْماً سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقاً مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ"

جو شخص علم دین کی طلب میں راستہ طے کرتا ہے کوئی کاشف العلوم کی طرف آیا، کوئی مظاہر کی طرف گیا، کسی نے دار العلوم کی طرف رخ کیا، اور کسی نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کو پسند کیا، غرضیکہ کسی بھی ادارے میں داخلہ لیا اُسے یقین کرنا چاہیے کہ وہ جنت کا راستہ طے کر رہا ہے۔

علوم اصلیہ

عزیز طلباء.......... جن علوم کے بارے میں قرآن وحدیث میں فضیلتیں وارد ہوئی ہیں ان سے وہ علوم مراد ہیں جو مخلوق کو خالق سے ملا دیں، مملوک کا تعلق مالک سے جوڑ دیں، امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ.......... آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ".

یعنی علوم تو صرف تین ہی ہیں، قرآن، حدیث اور وہ مسائل جن کو ائمہ کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ترتیب دیا ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ زائد ہے۔

دوستو.......... یہ کائنات اس لیے آراستہ کی گئی ہے تاکہ انسان اللہ کی معرفت حاصل کرے، بہر حال یہ علم تو ایک بے مثل دولت ہے جو انسان کو بلندیوں تک پہنچانے والا ہے، اس کے حاصل کرنے کے لیے امام غزالی نے احیاء العلوم میں دس باب ذکر کئے ہیں اگر طالب علم ان کو سامنے رکھ کر محبت اور دلچسپی سے ان پر عمل کریگا تو علم کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے، میں اس مختصر وقت میں صرف تین باب اور کچھ ضروری چیزوں کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

پہلا باب حسن نیت

پہلا باب حسن نیت ہے، طالب علم کو چاہئے کہ علم حاصل کرنے میں رضائے الٰہی کی نیت کرے، کوئی دنیوی غرض نہ ہو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر عمل کا بدلہ نیت پر موقوف ہے، اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو، اگر اچھی نیت سے خالص اللہ کے لیے وہ کام کیا ہے تب تو ثواب ہے اور اگر کوئی فاسد غرض شامل ہے، تو اس کے واسطے اللہ پاک کے یہاں کچھ اجر نہیں ہے، بہر حال اچھی نیت بمنزلہ بنیاد کے ہے اگر بنیاد مضبوط ہے تو عمارت بھی عمدہ اور مضبوط ہوگی، اگر بنیاد ٹیڑھی ہوگی تو عمارت بھی ٹیڑھی چلے گی۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

خوش نصیب اساتذہ وطلباء

تعلیم وتعلم اور درس وتدریس سے تعلق رکھنے والے خوش نصیبوں کو یہ بھی خیال رکھنا چاہئے اور صراحت کے ساتھ اس کو بھی اپنی نیتوں میں شامل کرلینا چاہئے کہ ہماری حیثیت داعی کی ہے، اور ہم وارثین انبیاء ہیں، اس

لیے "بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً" کے تحت صدائے حق اور احیائے سنت کی دعوت کو اپنا فرضِ منصبی سمجھیں۔

تصحیحِ نیت

عزیز طلباء............ اِن علوم کو حاصل کرنے کا مقصد مکان، دوکان بنانا، کاروبار چمکانا، دنیا سمیٹنا نہ ہو، بلکہ اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا ہو......ہم اللہ کا کام کرنے والے ہیں اسی لیے اللہ نے ہمارا انتخاب اِن مبارک راستہ کے لیے فرمایا ہے، ضروری ہے کہ ہم اپنی نیتوں کو درست کرلیں۔

نیت کی برکت

نیت ہی کی بدولت باری تعالیٰ دُنیوی کاموں پر بھی ثواب مرحمت فرماتے ہیں، ویسے تو مسلمان کا کوئی بھی کام دُنیوی نہیں مگر ظاہراً کھانا، پینا، کمانا دیگر دُنیوی اسباب مہیا کرنا اور عصری علوم حاصل کرنا، دُنیا معلوم ہوتے ہیں۔

دوستو یاد رکھو!

اگر ہماری یہ تجارتیں، صنعتیں، کاروبار، دنیوی وعصری علوم کی تحصیل اس لیے ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کی صحیح تادیب وتربیت کریں گے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق اپنے مال کو خرچ کریں گے، شرعی اصول کے مطابق زندگی گذاریں گے، تو یہ ہمارا سب کھانا، کمانا، خرچ کرنا دین اور عبادت بن جائے گا، اسی طرح شادی کرنا، اپنی بیوی سے صحبت کرنا، اس نیت سے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے، اسی طرح اس کے منہ میں لقمہ دینا اس خیال سے کہ یہ سنت ہے، گھر کے کاموں میں بیوی کا ہاتھ بٹانا سنت سمجھ کر، اسی طرح رات میں سونا کہ صبح سویرے اٹھ کر

اللہ کی عبادت کروں گا، اسی طرح اچھا کھانا، پینا، ورزش کرنا، اس نیت سے کہ صحت مند رہکر اللہ کی عبادت کروں گا، غرضیکہ دنیا کا ہر جائز کام اخلاصِ نیت کے ساتھ کیا جائے تو دین میں شمار ہوگا۔

دو بزرگوں کا واقعہ

ایک بزرگ نے اپنی رفیقۂ حیات (بیوی) سے کہا کہ کھانا تیار کرو، اور فلاں جگہ ایک بزرگ ہیں ان کے پاس پہنچا دو فرمانبردار بیوی نے شوہر کے حکم کے مطابق کھانا تیار کیا، اور چلتے وقت یہ خیال آیا کہ راستہ میں ایک بہت بڑا دریا ہے، وہاں کشتی وغیرہ کا بھی نظم نہیں ہے، اُسے کیسے پار کروں گی، اس کا ذکر اپنے شوہر سے کیا شوہر نے جواب دیا کہ جب تم دریا پر پہونچو تو دریا کو میری طرف سے کہنا کہ اس کے طفیل اور واسطہ سے مجھے راستہ دے دے، جس نے کبھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کی، بہر حال یہ بیوی دریا سے جاکر ایسے ہی کہتی ہے، دریا بھی یہ سنکر فوراً راستہ دیدیتا ہے، دریا کے پار جاکر اس شخص کو کھانا پہنچا دیتی ہے وہ کھانا کھا کر برتن واپس کردیتا ہے، اب یہ واپس آنے کا ارادہ کرتی ہے، تو پھر وہی پریشانی آ کھڑی ہوتی ہے، اور سوچتی ہے کہ آتے ہوئے تو دریا نے راستہ دیدیا تھا، مگر اب کیسے جاؤں گی، اس کشمکش اور شش وپنج کے عالم میں یہ عورت حیران کھڑی ہوئی تھی، اب یہ بزرگ کہتے ہیں کہ جا ...... دریا سے جاکر میری طرف سے کہدینا کہ اس کے طفیل میں مجھے راستہ دیدے جس نے اپنی زندگی میں کبھی کھانا نہیں کھایا، اس عورت نے یہ جملہ دریا کے پاس آکر نقل کیا، تو دریا نے فوراً راستہ دیدیا، اس عورت نے دونوں بزرگوں کی باتوں پر بہت تعجب کیا، تعجب کے عالم میں

Scanned by CamScanner

سوچتے سوچتے وہ اپنے گھر واپس آ گئی، اور آ کر اپنے شوہر سے کہا کہ میں یہ ہرگز نہیں کہوں گی کہ تم دونوں بزرگوں نے جھوٹ بولا ہے، مگر حضور میں آپ دونوں بزرگوں کے فرمان کا مطلب نہ سمجھ سکی، آپ نے کہا میں نے زندگی میں کبھی صحبت نہیں کی، حالانکہ آپ نے مجھ سے بارہا صحبت کی، جس کا ثبوت یہ سب بچے ہیں، اور اسی طرح وہ بزرگ صاحب ہیں جنھوں نے میرا پکایا ہوا کھانا میرے سامنے کھایا پھر بھی کہدیا کہ زندگی بھر کبھی کھانا نہیں کھایا میرے لیے یہ تعجب کی بات ہے، اور اس پر کمال تعجب یہ کہ آپ دونوں کے کہنے سے دریا نے بھی خاموشی سے راستہ دیدیا، اب بزرگ صاحب جواب دیتے ہیں کہ اے میری بیوی بے شک میں نے صحبت کی اور اُن بزرگ صاحب نے بھی کھانا کھایا، مگر ہم دونوں کا یہ کھانا، پینا، صحبت کرنا خواہشات نفسانی اور دُنیوی لذتوں کے لیے نہیں تھا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے حکم کو بجالانے کے لیے تھا، اس لیے ہم دونوں نے ایسا کہا بیوی نے کہا کہ حق ہے، سچ ہے۔ (ماخوذ تفہیم بخاری)

اس لیے عزیز طلبا ہمارا یہاں کاشف العلوم میں پڑھنا، لکھنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، سیر وتفریح اور ورزش کرنا، وغیرہ وغیرہ سب دین اور عبادت ہیں۔

باب دوم، اجتناب عن المعصیة

طالب علم کو چاہئے کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بری صفات سے پاک کرے، ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ، فضول گفتگو اور بری صحبت سے اپنے کو بچاتا رہے اس لیے کہ علم دل کی عبادت ہے، جو ایک باطنی شی ہے، پس جس طرح نماز جو ظاہری اعضاء کی عبادت ہے، بغیر طہارت کے

درست نہیں ہوتی، اسی طرح علم جو باطنی عبادت ہے بغیر طہارت باطنی کے حاصل نہیں ہوتا، "لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" یہ قرآن کریم کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے، جس میں اللہ نے قرآن کریم کو چھونے کا حکم اس طرح فرمایا کہ تم اس وقت تک قرآن کریم کو نہیں چھو سکتے جب تک تمہارا ظاہری جسم اور اعضاء وجوارح یہاں تک کہ تمہارا لباس پاک صاف نہ ہو، بغیر طہارت ظاہری کے قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ یہ حکم صرف کاغذوں اور روشنائی سے بنے حروف کو چھونے کا ہے، تو پھر اب آپ کا کیا خیال ہے، اُن کاغذوں اور روشنائی میں چھپی اس حقیقت کے بارے میں اس روحانی لطافت وپاکیزگی اور اس چھپی ہوئی ہدایت عامہ کے بارے میں اور اُس کلام کی حلاوت وچاشنی کے بارے میں جسے سن کر پتھر دل موم ہو گئے، فاسق وفاجر اور بڑے بڑے گنہگار ہدایت یافتہ ہو گئے، اور اُن اغراض ومقاصد کے بارے میں جو اس کلام سے مقصود ہیں۔

بھلا وہ علم باطنی، گندگی اور روحانی کثافت کے باوجود دلوں کی زینت کیسے بن سکتا ہے، دلوں کو صاف کیجئے روحانی پاکیزگی ظاہری طہارت سے زیادہ اہم ہے، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ظاہری نہ ہو بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ ظاہری سے باطنی، طہارت وپاکیزگی زیادہ ضروری ہے، "لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" ظاہر کا حکم ہے، اس طرز بیان سے باطنی طہارت کے کیا مطلب ہیں، آپ خود اہل علم ہیں سمجھ سکتے ہیں۔

میرے پیارے بچو!

جس طرح ہم لوگ دودھ کے لیے صاف اور عمدہ برتن استعمال کرتے ہیں گندے برتن میں دودھ خراب ہو جاتا ہے، اسی طرح علم

Scanned by CamScanner

بھی تقویٰ وطہارت کو چاہتا ہے، اسی طرح جس برتن میں مٹی کا تیل ہو اس کو دودھ اور عطر کے قابل نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح علم کے لیے بھی صاف اور کھرا دل چاہئے، جس میں کینہ نہ ہو، بغض نہ ہو، گناہوں کی رغبت نہ ہو، تب جا کر وہ دل علم کا ظرف بنےگا۔

حصول علم کے لیے گناہوں سے بچنا

بہر حال علم حاصل کرنے کے لیے گناہوں سے بچنا ضروری ہے، تعلیم المتعلم میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص زمانہ طالب علمی میں گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا خداوند تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا کر دیتے ہیں: (۱) یا تو عین جوانی میں مرجاتا ہے، (۲) یا پھر باوجود وہ فضل وکمال کے ایسی جگہوں میں مارا مارا پھرتا ہے جہاں اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے، اور علم کی اشاعت نہیں کر پاتا، (۳) یا کسی بادشاہ یا رئیس کی خدمت میں ذلتیں برداشت کرتا ہے۔

پیارے بچو.............. طالب علم اگر پرہیزگار رہوگا تو اس کے علم سے لوگوں کو بھی نفع ہوگا، اور خود اس پر علم کی راہیں کھلیں گی۔

گناہوں سے قوتِ حافظہ میں کمزوری آتی ہے

اس لئے ہر طالب علم کو فکر ہونی چاہئے کہ وہ گناہِ صغیرہ وکبیرہ سے اجتناب کرے، عدم اجتناب کی صورت میں ذہن وحافظہ کمزور ہوتا ہے، حفظِ قرآن، حفظِ حدیث ودیگر علوم کے حصول میں مشقت ومصیبت درپیش ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت امام شافعیؒ نے اپنے استاذ امام وکیعؒ سے قوتِ حافظہ

میں کمی کی شکایت کی، تو انھوں نے معصیت سے بچنے کی تلقین ونصیحت کی:

کہ اے طالب علم گناہوں سے بچ جاؤ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے اور اس کا فضل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نور اور اس کے فضل کا مستحق کبھی کوئی گنہگار انسان نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام شافعیؒ نے اپنے استاذ کی وصیت ونصیحت کو اپنے اشعار میں اس طرح جمع فرمایا ہے:

شَكَوْتُ اِلیٰ وَكِيْعٍ سُوْءِ حِفْظِيْ
فَاَوْصَانِيْ اِلیٰ تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهٍ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَايُعْطٰى لِعَاصِيْ

عزیز طلباء!

تقویٰ اور پاکیزگی علم حاصل کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے، اپنے اسلاف کے حالات پڑھو، انھوں نے کیسے کیسے زبردست مجاہدے کئے۔

ایک طالب علم کا عبرت آموز قصہ

ایک بزرگ نے ایک طالب علم کا قصہ سنایا جو دہلی میں پڑھتے تھے، اور ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، اُس محلہ میں ایک دوشیزہ اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں ملنے کے لیے آرہی تھی اتفاق سے وہاں فرقہ وارانہ فساد ہوگیا، اس کو پناہ کی جگہ وہ مسجد ملی رات کا وقت تھا، طالب علم اس کو دیکھ کر گھبرا گیا، اور اس سے معذرت کی کہ آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں لوگ دیکھیں گے تو میری ذلت ہوگی اور مجھے مسجد سے نکال دیں گے، جس سے میری تعلیم کا

Scanned by CamScanner

اُس دوشیزہ نے اپنا حال بیان کیا، اور کہا آپ بتایئے کہ ایسی نقصان ہوگا، اُس دوشیزہ نے اپنا حال بیان کیا، اور کہا آپ بتایئے کہ ایسی حالت میں واپس گھر جانے میں میری بے عزتی کا خطرہ ہے، طالب علم خاموش ہوگیا اور اس سے کہا کہ کونہ میں بیٹھ جاؤ، اور خود مطالعہ میں مشغول ہوگیا رات بھر مطالعہ میں مشغول رہا، مطالعہ کرتے وقت بار بار جلتے ہوئے چراغ کی لَو پر اپنی انگلی رکھ دیتا، تمام رات اسی طرح گذاری، وہ دوشیزہ یہ ماجرا دیکھتی رہی، جب صبح قریب ہوئی تو طالب علم نے کہا فسادی اپنے اپنے گھر چلے گئے اس وقت راستہ صاف ہے تم جلدی یہاں سے چلی جاؤ، تھوڑی دیر میں محلہ کے لوگ آنے شروع ہوجائیں گے، اس دوشیزہ لڑکی نے کہا جب تک آپ یہ راز نہ بتلاؤ گے کہ آپ جلتے ہوئے چراغ کی لَو پر بار بار انگلی کیوں رکھتے تھے، طالب علم نے کہا آپ کو اس سے کیا غرض آپ اس کے پیچھے نہ پڑیں، یہ میرا اپنا ذاتی معاملہ ہے، لیکن اس لڑکی نے اس قدر اصرار کیا کہ وہ طالب علم بتانے پر مجبور ہوگیا اور اس طالب علم نے کہا کہ آپ بھی جوان اور حسین ہو اور میں بھی جوان و توانا ہوں .... سُن ....

شیطان بار بار میرے دل میں وسوسہ ڈال رہا تھا اور بدکاری کی ترغیب دلا رہا تھا، اس لیے جب بھی مجھے غلط کاری کا خیال آتا تو میں چراغ کی لَو پر انگلی رکھ دیتا جب سوزش اور جلن ہوتی تو میں اپنے نفس کو خطاب کرتا، اے نفس جب تو اس معمولی آگ کو برداشت نہیں کرسکتا تو جہنم کی اس آگ کو کیسے برداشت کریگا جس کے بارے میں آتا ہے کہ "اگر جہنمی کو جہنم کی آگ سے نکال کر دنیا کی آگ میں ڈال دیں تو اس کو نیند آجائے" جب معمولی آگ کو برداشت نہیں کرسکتا تو جہنم کی آگ پر کیوں دلیری کر رہا ہے، اللہ پاک کا شکر ہے اس نے میری حفاظت فرمائی، وہ لڑکی یہ سن کر گھر چلی گئی وہ مالدار کی لڑکی تھی

ایک مالدار سے اسکا رشتہ ہونے والا تھا، لڑکی نے اس رشتہ سے انکار کردیا اور والدین سے کہا کہ فلاں طالب علم سے اپنا نکاح کروں گی، والدین اور رشتہ دار سب سمجھاتے تھے کہ وہ پردیسی طالب علم ہے، جو مفلس اور غریب ہے، نہ اس کے پاس اپنا مکان ہے، نہ کوئی روزگا ہے،

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب لوگ بدگمانی کرنے لگے تو اس نے سارا ماجرا سنا دیا، کہ اس کے دل میں خوف خدا ہے، اگر نکاح کروں گی تو اس کے ساتھ ہی کروں گی، آخر کار اسی کے ساتھ نکاح ہوا، اور وہ اس گھر کا مالک ہوگیا، سچ ہے جو حرام سے بچتا ہے اللہ پاک حلال طریقہ سے اس کا انتظام فرمادیتے ہیں، آج کل کے طلباء میں بدعملی بڑھتی جارہی ہے، تقویٰ، دیانت، امانت، تواضع، انکساری نام کو نہیں، ظاہری اعمال کی پابندی ندارد، نماز باجماعت کا اہتمام باقی نہیں رہا، اس لیے علم کی برکات سے محروم ہیں، اللہ حفاظت فرمائے۔(آمین)

باب سوم اساتذہ کا ادب

عزیز طلباء...... آپ نے سنا ہوگا...... باادب بانصیب، بے ادب بےنصیب۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

اس لیے ہر طالب علم کو چاہئے کہ اپنے ہر استاذ کا ادب واحترام اپنے اوپر لازم وضروری سمجھے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ: ....

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ علم حاصل کرو اور علم کے لیے متانت اور وقار پیدا کرو، جس سے تعلیم حاصل کرو اس سے خاکساری برتو۔

☆ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ بوڑھے مسلمان اور عالم حافظ قرآن، بادشاہ عادل، اور استاذ کی عزت کرنا تعظیم خداوندی میں داخل ہے۔

☆ امام بخاریؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے دل میں کوئی خواہش ہے، فرمایا خواہش یہ ہے کہ میرے استاذ علی بن مدینیؒ حیات ہوتے اور میں جا کر ان کی صحبت اختیار کرتا اور مقام ادب بجالاتا۔

میرے پیارے بچو! ادب ہی سے آدمی کو مقام ملتا ہے، ادب ہی سے آدمیت اور انسانیت پیدا ہوتی ہے۔

آدمیت دادیٔ بازم مسلمان کردیٔ
اے خدا قرباں شوم احساں بر احساں کردیٔ

ادب سے اونچا مقام ملا

بشر حافیؒ کا مشہور واقعہ ہے، کہ یہ شراب وکباب میں مست رہتے تھے، پولیس مین تھے، چلے جارہے تھے اچانک ایک کاغذ پر اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھا تو فوراً اٹھالیا، اسی وقت اللہ نے الہام فرمایا اے میرے پیارے تو نے میرے نام کو اپنے پاؤں سے اٹھا کر سر تک پہونچایا میں تمہارے نام کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہونچاؤں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فقط اپنے نام کے ادب کی وجہ سے اپنی محبت عطاء فرمائی، جسے اللہ کی محبت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا۔ (مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ)

☆ مظاہر علوم کے صدر المدرسین

آداب المتعلمین میں حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحبؒ باندوی نے لکھا ہے کہ حضرت استاذی مولانا شاہ عبدالرحمان صاحبؒ کامل پوری محدث وصدر المدرسین مظاہر علوم نے اپنا ایک واقعہ سنایا تھا، کہ میں اپنے وطن سے جب سہارنپور پڑھنے کے لیے آیا تو ہر ایک استاذ سے ملکر آیا تھا، ایک استاذ جن سے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ان سے ملاقات نہ ہوسکی، جب سہارنپور آکر پڑھنا شروع کیا تو کتابیں بالکل سمجھ میں نہ آئیں، حالانکہ میں اپنی جماعت میں بہت سمجھدار سمجھا جاتا تھا، اس کے اسباب پر غور کیا، اللہ پاک نے رہنمائی فرمائی اور اُن استاذ کی خدمت میں خط لکھکر معافی مانگی، اور ملاقات نہ ہوسکنے کی وجہ لکھی، انہوں نے جواب میں فرمایا، میرے دل میں یہ خیال ہوا تھا کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر شاید تم نہیں ملے، لیکن تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی اس کے بعد دعائیہ الفاظ لکھے، حضرت مولانا نے فرمایا کہ اساتذہ کے احترام ہی کا نتیجہ ہے کہ تمہارے سامنے ترمذی پڑھا رہا ہوں، درس کا یہ عالم تھا اور سب کا اس پر اتفاق تھا کہ ان سے بہتر اس وقت ترمذی پڑھانے والا پورے ملک میں کوئی نہیں تھا۔

بہرحال ادب واحترام سے یہ راستہ طے ہوتا ہے انسان منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے اگر کسی وجہ سے استاذ ناراض ہوجائے تو عاجزی کے ساتھ معافی مانگ کر انسان کے دل کو خوش کرو، ورنہ بابِ فیض بند ہوجائے گا اور علم جیسی سرمدی دولت سے ہاتھ اٹھانا پڑیگا۔

حضرت مولانا محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے ایک اپنی مجلس میں فرمایا

Scanned by CamScanner

کہ حضرت شیخ الہندؒ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا تو روانگی سے قبل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دہلیز کے پاس کھڑے ہو گئے عرض کیا کہ اماں جی اپنی جوتیاں مجھے عنایت فرما دیں، چنانچہ ان کی جوتیاں لیکر سر پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور فرمایا کہ میں اپنے استاذ کا حق ادا نہ کر سکا شاید میرا یہ عمل اُس کوتاہی کی تلافی کر سکے۔

استاد کا حق

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھایا، اگر وہ چاہے مجھے بیچ دے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے یا غلام رکھے، اس سے اندازہ لگاؤ کہ استاذ کا کتنا بڑا حق ہے، کسی نے سچ کہا:

إِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّبِيبَ كِلَاهُمَا
لَا يَنْصَحَانِ إِذَا هُمَا لَمْ يُكْرِمَا
فَاصْبِرْ لِدَائِكَ إِنْ جَفَوْتَ طَبِيبَهُ
وَاقْنَعْ بِجَهْلِكَ إِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّماً

معلم اور طبیب کی جب تک توقیر و تعظیم نہ کی جائے وہ خیر خواہی نہیں کرتے، بیمار نے اگر اپنے طبیب کے ساتھ بدعنوانی کی ہے تو اس کو ہمیشہ بیماری پر ہی قائم رہنا پڑے گا، اسی طرح اگر شاگرد نے اپنے استاد کے ساتھ بدتمیزی کی ہے، تو ہمیشہ جاہل رہے گا۔

علم میں برکت کا ایک سبب یہ بھی

جو طلباء اپنے اساتذہ کا ادب سامنے بھی اور غائبانہ بھی کرتے ہیں چاہے وہ زیادہ ذکی نہ ہوں پھر بھی ان کا فیض برابر جاری رہتا ہے، ایسے طلباء

کے ساتھ اساتذہ کی دعائیں شامل حال رہتی ہیں، ان کا علم عند اللہ مقبول ہوتا ہے، علم میں برکت ہوتی ہے، اس لیے بغیر کسی غرض کے حضرات اساتذہ کی خدمت کرنی چاہئے، عقیدت اور محبت کے ساتھ کرنی چاہئے، نیز اپنے اساتذہ کے اہل وعیال، کنبہ، خاندان اور ان کے متعلقین کا بھی ادب واحترام کرنا چاہئے ہمارے بزرگوں کی روایات بھی یہی رہی ہیں۔

سچی محبت وعقیدت کے اثرات

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل صاحبؒ سے حاصل کی تھی، حضرت مرزا مظہر صاحب فرماتے ہیں، کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی ٹوپی جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی میں نے گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگو کر رکھ دی، صبح کے وقت وہ پانی املتاس کے شربت سے زیادہ سیاہ ہو گیا تھا، میں عقیدت ومحبت کے ساتھ اس کو پی گیا، اس پانی کی برکت سے میرا دل ودماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا تیز ہو گیا کہ کوئی مشکل کتاب بھی مشکل نہ رہی۔

قابل توجہ امور

عزیز طلباء.......... اس وقت ذہن میں بہت سی باتیں آرہی ہیں اس لیے کہ تحصیل علم کا باب بڑا وسیع ہے اور اس کے حصول کی شرائط کثیر ترین ہیں، طلب علم کے لیے علماء نے لکھا کہ شیخ کامل سے اصلاحی تعلق بھی ضروری ہے، اور طالب علم کے لیے حریص اور لالچی ہونا، دور دراز سفر کا کرنا بھی ضروری ہے۔

☆ علم اور اس کے اسباب کا ادب کرنا ☆ طلب علم میں ثابت قدمی اور

Scanned by CamScanner

ہر قسم کی تکالیف کا برداشت کرنا ☆ اپنے آپ کو مجاہدات اور محنتوں کا خوگر بنالینا، تکرار و مطالعہ کو تعلیمی ترقی کا جزو لاینفک سمجھنا ☆ بلا ضرورت استاذ کو نہ بدلنا، کبھی کسی کے درجہ میں بیٹھ گئے، کبھی کسی کے درجہ میں، اس سے علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور اسی طرح مدارس کو نہ بدلیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو ایک ہی مدرسہ میں اپنی تعلیم پوری کرنیکی فکر کریں۔

☆ صرف تمنا سے علم حاصل نہیں ہوتا

عزیز طلباء............ آپ مجھے یہ بتاؤ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میرا گھر غلہ سے بھر جائے نہ کھیت جائے نہ کھیت میں ہل چلائے نہ بیج بوئے نہ پانی اور کھاد ڈالے...... تو کیا اسے غلہ دستیاب ہو جائیگا، ہر گز نہیں محض آرزو اور تمنا سے کام نہیں بنے گا، اگر بغیر مجاہدہ کے صرف تمنا سے علم حاصل ہو جاتا تو دنیا میں کوئی جاہل نہ رہتا، علم کے لیے سخت محنت درکار ہے............

مولانا رومؒ فرماتے ہیں ۔

قرنہا باید تا یک پنبہ دانہ بعد کشت
جامہ گردد شاہدے را یا شہیدے را کفن

دیکھو ایک بنولہ ہے اُسے کاشتکار نے زمین میں کاشت کیا، اس کا پیڑ بنا اس پر پھول، پھل آئے اُن سے روئی برآمد ہوئی پھر اس کا سوت بنایا اس کو کارخانے میں لیجا کر بہت سے مراحل سے گذارنا پڑا تب جا کر اس بنولہ کو یہ مقام ملا۔

کہ جامہ گردد شاہدے را یا شہیدے را کفن

یہ بنولہ............ کسی دولہن کے زیب تن ہوتا ہے، کسی شہید کے لیے کفن بنتا ہے، میرے اور آپ کے سروں پر رومال کی شکل میں، کلاہ اور ٹوپی

کی شکل میں بنولہ بیٹھا ہوا ہے............ مولانا رومؒ آگے فرماتے ہیں ۔

سالہا باید تا یک کودکے از درسِ علم
عالمِ گردد نکو یا شاعرِ شیریں سخن

ایک زمانہ چاہیئے جس میں شب و روز کی محنت ہو تب کہیں جا کر اچھا عالم اور اچھا شاعر بنتا ہے۔

مجاہدات اور محنتوں کا ثمرہ اونچا رہتا ہے
اور ناز و نعم کا ثمرہ نیچا رہتا ہے

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ ایک بزرگ درویش تھے جو پورے عالم تو نہ تھے مگر باعمل تھے اپنے وعظ میں سیدھی سادی باتیں فرماتے تھے تو لوگ تڑپ جاتے تھے، اور دھاڑیں مار مار کر روتے تھے، اس مجلس میں ایک علامہ (بڑے عالم) بھی حاضر تھے ان کے دل میں خیال پیدا ہوا، کہ عجیب بات ہے ہم اتنے بڑے عالم ہیں لیکن ہمارے وعظ میں کوئی اثر نہیں اور اس کم علم درویش کی باتوں میں اتنی جاذبیت، کشش، آخر کہاں سے آگئی............ بزرگ درویش پر اللہ نے اُس علامہ (بڑے عالم) کی قلبی حالت منکشف فرمادی۔

درویش نے فرمایا علامہ صاحب (بڑے عالم) اس راز کو ایک مثال کے ذریعہ سنو اور سمجھو۔

مثال

ایک گلاس میں تیل اور پانی تھا پانی نے تیل سے شکایت کی اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں نیچے رہتا ہوں اور تو اوپر حالانکہ میں پانی ہوں، وزنی

ہوں، اور میری یہ صفت ہے کہ صاف، شفاف، طاہر، مطہر، روشن، خوبصورت، خوب سیرت غرضیکہ ساری صفتیں میرے اندر موجود ہیں اور تو (تیل) خود بھی میلا، کچیلا اور جس پر گرے اسے بھی میلا اور گندہ کردے، کوئی چیز تجھ سے دھوئی نہیں جاسکتی، چاہئے تو یہ تھا کہ تو نیچے ہوتا اور میں اوپر، مگر معاملہ برعکس ہے، کہ میں نیچے ہوں اور تو اوپر، تیل نے جواب دیا کہ ہاں یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن اے پانی تو نے کوئی مجاہدہ اور محنت نہیں کی ہمیشہ ناز ونعم ہی میں رہا، بچپن سے اب تک .... بچپن میں فرشتے آسمان سے اتار کر بڑے اکرام سے تجھ کو لائے، پھر جس نے دیکھا عزت کے ساتھ برتنوں میں لیا، بڑی رغبت سے نوش کیا، دھوپ سے تیری حفاظت کی جاتی ہے، میل کچیل گردوغبار سے بچایا جاتا ہے، گواپنے مطلب ہی کو سہی .... غرضیکہ تو نے ہمیشہ عزت ہی عزت اور ناز ہی ناز دیکھا۔

تیل نے کہا...... جب سے میری ابتداء ہوئی ہے ہمیشہ مصیبتیں ہی جھیلی ہیں...... سب سے اول میں تخم تھا سرسوں یا تل کا سب سے پہلے تو مصیبت کا یہ سامنا ہوا کہ سیکڑوں من مٹی ہمارے اوپر ڈالی گئی سینہ پر پتھر رکھا، پھر جگر شق ہوا یہ دوسری مصیبت پڑی، تیسری مصیبت یہ پڑی کہ زمین کو تو ڑکر باہر نکلے، چوتھی مصیبت یہ کہ جب باہر نکل گئے تو آفتاب کی تمازت نے جگر بھون دیا، پانچویں مصیبت یہ جھیلنی پڑی کہ جب کچھ بڑے ہوگئے تو درانتی سے کاٹا گیا، چھٹی مصیبت یہ کہ زیر وزبر کیا گیا، اور بیلوں کے کھروں میں روندا گیا، آخر میں ساتویں مصیبت تو غضب کی تھی کولہو میں ڈالکر جو کچلا گیا تو جگر پاش پاش کردیا، مجاہدوں اور محنتوں کے اتنے مراحل طے کرنے کے بعد

میں اس درجہ پر پہنچا جس پر آپ مجھے دیکھ رہے ہیں تو میرا اوپر رہنا میرے مجاہدوں کا ثمرہ ہے، اور تیرا نیچے رہنا، تیرے ناز ونعم کا نتیجہ ہے۔

عزتیں علم وعمل کیوجہ سے ملتی ہیں

عزیزانِ ملت اور طلبائے عزیز!

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا انعام واحسان ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا اس لیے کہ ایمان سب سے بڑی نعمت ہے، اس کے بعد دنیا میں مؤمنین کے لیے سب سے بڑا سرمایہ اور سب سے بڑی دولت علم ہے، (علم نبویؐ) علم ہی سے عزتیں ملتی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن وجمال کی خاطر ۹ رسال قید کی مشقت اٹھائی، نہ بھائی پاس تھے اور نہ ماں باپ اور نہ رشتہ دار، تن تنہا اکیلے رہے، بالآخر جب باہر نکلے تو اپنے حسن وجمال کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے علم کیوجہ سے نکلے، چنانچہ جب بادشاہ وقت نے معلوم کیا کہ آپ کیسے ملک کی حفاظت کریں گے فرمانے لگے: "اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ" مجھے خزانوں کا نگراں بنادیجئے میں حفاظت کرنے والا ہوں، جاننے والا ہوں، یہ نہیں کہا مجھے خزانوں کا والی بنادیجئے، "اِنِّیْ حَسِیْنٌ جَمِیْلٌ" میں بڑا خوبصورت ہوں، پتہ یہ چلا کہ خوبصورتی سے عزتیں نہیں ملیں، بلکہ علم کے صدقہ سے ملیں، چنانچہ ہمیشہ دنیا میں عزتیں علم کیوجہ سے ملتی ہیں۔

انسان کی ظاہری شکل وصورت کی اللہ کے یہاں کوئی قدر نہیں ہوتی، حدیث پاک میں ہے: "لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ".

حضرت تھانویؒ کا انمول پیغام

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ طالب علم پڑھنے کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی کوشش کرے، اور حضرات اساتذہ عملی تربیت پر خاص توجہ دیں، چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے جس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

پس اے حضرات اساتذۂ کرام آپ اپنے متعلمین اور طلباء کے نگہبان ہیں اور وہ آپ کی رعیت ہیں، پس ان کی عملی حالت سے اگر آپ بے توجہی برتیں گے تو کیا آپ سے مواخذہ نہ ہوگا؟ اس لیے ہمیں طالب علم کی ہر حالت پر نظر رکھنی چاہئے، بہت زیادہ جاسوسی کی تو ضرورت نہیں، مگر اُس کی کوئی بات انداز وقرائن یا کسی اور ذریعہ سے معلوم ہو جائے تو اس پر ضرور تنبیہ کرنی چاہئے، بالخصوص اخلاقی کمزوری کی ضرور اصلاح کرنی چاہئے، اور واجبات وفرائض کے علاوہ سنن ومستحبات کا بھی اس کو پابند بنانا چاہئے، اگر چاشت اور اشراق کے وقت وہ کم سے کم دو رکعتیں پڑھ لیا کرے اور رات کو اٹھ کر تہجد کی دو رکعت پڑھ کر مطالعۂ کتب میں مشغول ہو جایا کرے اور حدیث پڑھنے والے بجائے فضول باتوں کے چلتے پھرتے زبان سے درود شریف پڑھتے رہا کریں تو ان شاء اللہ بہت جلد عبادت وحلاوت کا نور ہمارے طلباء میں پیدا ہو جائے گا، اور ان شاء اللہ تعلیم میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی۔

تعلیم وتعلم کا مقصد آخرت سنوارنا

عزیز طلباء اور حضرات اساتذۂ کرام!

بندۂ ضعیف کی آخری گذارش یہ ہے کہ ہمارے پڑھنے اور پڑھانے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہونا چاہئے کہ ہمارا مستقبل تابناک ہو جائے، اور صحیح معنی میں آخرت کا خوف ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت پیدا ہو جائے، اللہ کی معرفت نصیب ہو جائے، اور بھٹکی ہوئی انسانیت راہِ راست پر آ جائے۔

حضرت معروف کرخیؒ کا ایک واقعہ

حضرت معروف کرخیؒ ایک مرتبہ دریائے دجلہ کے کنارے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلے جا رہے تھے، اسی دوران دریائے دجلہ میں ایک کشتی گذری جس میں کچھ آزاد قسم کے نوجوان سوار تھے، جو گانے بجانے میں مشغول تھے، شوخیوں اور رنگ رلیوں میں مست تھے، کشتی جب معروف کرخیؒ کے پاس سے گذری تو اُن مدہوش اور مست نوجوانوں نے موقع غنیمت سمجھا اور معروف کرخیؒ کی شان میں کوئی کڑوا کسیلا جملہ کس دیا، اور مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے، حضرت معروف کرخیؒ کے برابر میں ایک صاحب تھے انھوں نے عرض کیا حضرت یہ اوباش نوجوان خود تو فسق وفجور میں مبتلا ہیں ہی مگر یہ اللہ والوں کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے ہیں، آپ ان کے لیے بددعا فرما دیجئے۔

Scanned by CamScanner

حضرت معروف کرخیؒ نے فوراً ہی ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ آپ نے ان نوجوانوں کو دنیاوی مسرتیں عطا فرمائیں ہیں یا اللہ ان کو آخرت کی بھی مسرتیں عطا فرما، آپ کا ساتھی کہنے لگا، حضرت آپ نے تو ان کے لیے بجائے بددعاء کے دعا کر دی، حضرت معروف کرخیؒ نے جواب دیا کہ میرا کیا نقصان ہوا میں نے تو ان کے لیے آخرت کی مسرتوں کی دعا کی ہے، اور آخرت میں مسرتیں تب ہی حاصل ہو سکتی ہیں جب یہ صحیح معنی میں مسلمان اور نیک بنیں؟

دوستو............ **حضرت معروف کرخیؒ کی فکر اور سوچ** یہ ہے کہ جس طرح میرے مسلمان بھائیوں کی دنیا بہتر ہے اسی طرح اللہ ان کی آخرت بھی بہتر کر دے، معروف کرخیؒ کی یہ فکر اور سوچ ہم اہل مدارس (طلباء واساتذہ) کو مہمیز لگاتی ہے کہ جس طرح ہم طلباء واساتذہ مدارس میں آکر اپنی آخرت بنانے کی فکر کرتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی آخرت سنوارنے کی فکر موجزن ہونی چاہئے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنانا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے ایمان پر قائم رکھے، بڑوں اور بزرگوں، اساتذہ اور والدین کے حقوق اور دین کے تقاضوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

طالب علم ہے تو، طلب علم کی کچھ شان دکھاتا چل
فضا میں دھجیاں دامانِ باطل کی اڑاتا چل

وما علینا الا البلاغ

دورِ حاضر میں عورتوں کی تعلیم وتربیت کیلئے آئے دن دینی، تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آرہا ہے، حضرت والا کو اصلاحی بیانات کیلئے مدعو کیا جاتا ہے۔

ماشاء اللہ کچھ دن پہلے ادارۃ الصدیق عائشہ للبنات، بیہٹ ضلع سہارنپور میں ایک عظیم اجتماعِ نسواں کو پردے کے معقول انتظام کے ساتھ دیا گیا مفید ترین خطاب۔

Scanned by CamScanner

عورتوں سے خطاب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

میری محترمہ ماؤں، بہنوں اور پیاری بچیوں!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہمارے اوپر بڑا فضل اور کروڑوں بار احسان ہے کہ اللہ نے ہم سب کو دین کی نسبت پر جمع ہونے کا موقع عطا فرمایا ہے، ہمارے محترم مولانا عزیز اللہ صاحب ندوی اور

ہمارے بھائی ماسٹر محبوب حسن صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ ان کی یہ تمنائیں اور آرزوئیں ہیں کہ عورتوں کو جمع کر کے ان کے کانوں میں دین کی باتیں ڈالی جائیں، کیونکہ مرد تو اکثر وبیشتر اجتماعات میں، مساجد میں دین کے پیغامات سنتے رہتے ہیں مگر عورتوں کو ایسا موقع بہت کم ملتا ہے، اس لیے اللہ نے یہ موقع دیا ہے، تو دل کے کانوں سے سنو۔

میری پیاری بچیوں! تمہارے اوپر اللہ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کو بیان بھی نہیں کیا جا سکتا دیکھو یہ دنیا کہ جس کے پیچھے ہم رات دن مارے مارے پھرتے ہیں یہ دنیا تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی دیتے ہیں، اور کافروں کو بھی دیتے ہیں، مگر دین کی محبت اور دین کا تعلق اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں اور محبین ہی کو دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نمرود کو دعوتِ ایمان

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: ”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاجَّ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ رَبِّهٖ اَنْ آتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ “ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود ابن کنعان کو جب ایمان کی دعوت پیش کی تو اس کمبخت مردود نے اپنے پروردگار کے وجود کے بارے میں مباحثہ اور مجادلہ شروع کیا، اس کا یہ مباحثہ اور مجادلہ اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سب سے پہلے دنیا میں سلطنت اور بادشاہت عطا کی تھی، چاہئے تو یہ تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرتا اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار کرتا، مگر اس نے اس کے برعکس اس منعم حقیقی کے وجود ہی کا انکار کر دیا، شکر تو رہا درکنار.......... جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا خدائے پروردگار پر ایمان لاؤ تو نمرود نے یوں کہا اے ابراہیم جس رب کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس رب کی صفات کیا

Scanned by CamScanner

ہیں، تو آپ نے فرمایا: ''رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیِ وَیُمِیْتُ'' میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، ''قَالَ اَنَا اُحْیِ وَ اُمِیْتُ'' نمرود کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، میں بھی خدا ہوں، اور جیل میں سے دو قیدی کو بلائے ایک کا سر قلم کر دیا اور ایک کو آزاد کر دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ کی ذات تو بڑی بے نیاز ہے۔

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر
غیر کو اپنا کرے اپنوں کو غیر
لاوے بت خانہ سے وہ صدیق کو
کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

میری ماؤں اور بہنوں!

اللہ نے پوری روئے زمین کی سلطنت اور بادشاہت ایسے احمق کو دیدی ہے کہ جو موت وحیات کے معنی بھی نہیں جانتا، پھر آپ نے فرمایا: ''فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ'' میرا رب تو وہ ہے جو سورج کو روزانہ مشرق (پورب) سے نکالتا ہے، ''فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ'' تو مغرب سے نکال کر دکھا اگر تو خدا ہے، وہ ہکا بکا رہ گیا، اور کوئی جواب اس سے نہیں بنا۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتے ہیں

میری پیاری بہنوں!

غور سے سنو، اللہ تعالیٰ دنیا تو ایسے (بادشاہوں) کو بھی دیتا ہے، مگر دین کی دولت اور دین کا صحیح ذوق اور دین کی صحیح تڑپ اللہ تعالیٰ انھیں

کو دیتا ہے کہ جن سے اس کو پیار ہوتا ہے، اور جنھیں اللہ تعالیٰ نوازنا چاہتے ہیں، بخاری شریف کی صحیح حدیث ہے: ''مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ'' اللہ رب العزت جن کے ساتھ خیر کا معاملہ چاہتے ہیں اور جسے دنیا وآخرت میں کامیاب بنانا چاہتے ہیں، انھیں دین کی صحیح سمجھ اور دین کی صحیح محبت عطا فرما دیتے ہیں، اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے کہ آپ اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنے کام کاج کو خیر آباد کر کے یہاں ادارۃ الصدیق عائشہ للبنات بیٹ میں دین کے نام پر آئی ہو اور دین کی باتیں سننے کے لیے آئی ہو، اس سے اندازہ ہوا کہ آپ پر اللہ کا کرم ہے، اللہ کو آپ سے پیار ہے، اور اللہ نے آپ کو کھینچ کر یہاں بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پروگرام کو بے حد قبول فرمائے، اور ہم سب کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

نیک عورت دنیا کی سب سے بہترین دولت

میری پیاری بہنوں! آپ کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے: ''خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ'' دنیا کی سب سے بہترین دولت اور دنیا کا سب سے بہترین سرمایہ نیک عورت ہے، اس لیے عورت کو اپنے اندر نیکی کی صفات پیدا کرنی چاہئیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''خَیْرُ النِّسَاءِ اِمْرَاَۃٌ اِذَا نَظَرْتَ اِلَیْھَا سَرَّتْکَ وَاِذَا اَمَرْتَھَا اَطَاعَتْکَ وَاِذَا غِبْتَ عَنْھَا حَفِظَتْکَ فِیْ مَالِھَا وَنَفْسِھَا''. (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے اچھی بیوی وہ ہے کہ اگر تو اسکی طرف دیکھے تو وہ تجھکو خوش کردے اور اسے کسی کام کا حکم دے تو وہ تیری اطاعت کرے، اور اگر تو اس سے غائب ہو تو وہ

اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

علماء نے لکھا ہے کہ بیوی میں چار صفتیں ضروری ہونی چاہئیں، پہلی صفت یہ ہے کہ اس کے چہرہ پر حیاء ہو، یہ بات بنیادی حیثیت کی حامل ہے، جس عورت کے چہرہ پر حیاء ہوگی اس کا دل بھی حیاء سے لبریز ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا قول ہے کہ مردوں میں بھی حیاء بہتر ہے، مگر عورتوں میں اور بہتر ہے، دوسری صفت فرمائی کہ جس کی زبان میں شیرینی ہو یعنی جو بولے تو سن کر طبیعت خوش ہو جائے، یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے یا بچوں کو بات بات پر جھڑکتی رہے، تیسری صفت یہ ہے کہ اسکے دل میں نیکی ہو، چوتھی صفت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کام کاج میں مشغول رہیں، یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں یقیناً وہ بہترین زندگی گذار سکتی ہے، اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتی ہے، دیکھو اس دنیا میں اور آخرت میں عورت بھی چاہتی ہے کہ میں کامیاب ہو جاؤں، اور مرد بھی چاہتے ہیں کہ ہم کامیاب ہو جائیں، اور دنیا کا ہر انسان چاہتا ہے وہ عالم ہو یا جاہل، امیر ہو یا غریب، سب یہی یہ چاہتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی کامیاب ہوں، ہماری زندگی مزے کی گذرے، اور مرنے کے بعد بھی عالم آخرت میں کامیاب ہوں۔

کامیابی کا اصل راز

قرآن کریم کی جو میں نے ایک چھوٹی سی سورت (سورۂ عصر) پڑھی ہے یہ پارۂ عم کی سورت ہے، جو عام طور سے عورتوں کو بھی یاد ہوتی ہے، اس سورۂ پاک میں اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے فرمایا کہ کون لوگ کامیاب ہیں اور کون لوگ ناکام ہیں دنیا کے انسان تو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی

قصبہ یا شہر کا چیئرمین ہو، کسی بڑے عہدے پر فائز ہو اور بڑی بڑی بلڈنگیں اس کے پاس ہوں وہ کافی جائداد کا مالک ہو اس کے پاس دولت ہو۔ تو دنیا کے انسان یہ کہتے ہیں کہ یہ آدمی کامیاب ہے اور اگر کوئی بے چارہ ٹوٹے ہوئے چھپر کے مکان میں رہتا ہو، پھٹا پرانا لباس اس کے زیب تن ہو، سواری بھی اچھی نہ ہو اور وہ خستہ حال میں ہو۔ تو دنیا والے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ آدمی ناکام ہے نقصان میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ" قسم ہے زمانے کی سارے کے سارے انسان خسارے اور ٹوٹے میں ہیں، میری پیاری بہنوں یہاں پروردگار عالم نے کسی خاص علاقے کے لوگوں کو نہیں کہا۔ وہ عرب کے ہوں، عجم کے ہوں، ایران کے ہوں، جاپان کے ہوں، پوری روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو کہا کہ سارے کے سارے انسان امیر ہوں یا غریب، بادشاہ ہوں یا گدا، وہ کسی بھی مذہب اور خاندان سے تعلق رکھنے والے ہوں سارے سن لیں کہ سب کے سب انسان نقصان اور خسارہ میں ہیں "اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" مگر جو لوگ ایمان لائے یعنی سچے دل سے اللہ کو ایک مانا اسے کہتے ہیں توحید، کہ آدمی اللہ کو ایک مانے ذات کے اعتبار سے بھی اور صفات کے اعتبار سے بھی اور اس کے دل کا یہ یقین بھی ہو کہ اللہ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی شئی نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔

اللہ پر بھروسہ کیجئے

ہر انسان کا یہ اعتقاد اور بھروسہ ہونا چاہئے کہ ساری چیزیں اسی کے حکم سے چل رہی ہیں، یہ پوری دنیا کا نظام اسی کے اشارہ پر چل رہا ہے، کسی

Scanned by CamScanner

کا اس میں کوئی دخل نہیں وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے اور نہ کوئی اولاد سے محروم کر سکتا ہے، صرف اللہ ہی کی ذات ایسی ہے کہ جس کو چاہے لڑکا عطا فرمائے اور جس کو چاہے لڑکی عطا فرمائے، قرآن کہتا ہے: "يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ" اللہ جسے چاہتے ہیں لڑکیاں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں لڑکے عطا فرماتے ہیں۔

"أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا" اور اللہ جسے چاہتے ہیں لڑکے بھی عطا فرماتے ہیں اور لڑکیاں بھی دیتے ہیں، "ويجعل من يشاء عقيما" اور اللہ جسے چاہتے ہیں بانجھ بنا دیتے ہیں نہ لڑکا عطا فرماتے ہیں اور نہ لڑکی عطا فرماتے ہیں، اس لئے ہر مسلمان کا یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ کے سوا نہ کوئی پیر و مرشد دے سکتا ہے اور نہ کوئی نبی و پیغمبر دے سکتا ہے، نہ کوئی ولی و عالم دے سکتا ہے، نہ کوئی غنی و سخی دے سکتا ہے، سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہو سکتا (یہ ہے توحید) کہ سب کچھ اللہ کی ذات سے سمجھیں جو کچھ بھی بننے والا ہے وہ اللہ کی ذات سے بنے گا اور کوئی چیز بگڑنے والی ہے تو اللہ ہی اس کو بگاڑتے ہیں اور اللہ ہی اس کو سنوارتے ہیں نفع و نقصان، سنوارنا اور بگاڑنا، اولاد کا دینا نہ دینا، تندرست کرنا اور بیمار کرنا یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے، اگر اس یقین میں فرق آ گیا تو پھر توحید ہی خراب ہو گئی۔

توحید اصل چیز ہے

ایک بات غور سے سنو اور سمجھو میری پیاری بہنوں! بہت ہی خاص بات عرض کر رہا ہوں چاہے تم ہر سال کتنے ہی قرآن پڑھتی رہو، تم ہر سال حج کرتی رہو، اور چلہ میں جتنا وقت چاہے لگاتی رہو، اگر دل میں توحید نہیں ہے

تو نجات نہیں ہوگی، اگر اللہ کے غیر کو نفع نقصان پہنچانے والا سمجھا یا اور دل میں یہ یقین آ گیا کہ میں نے فلاں پیر صاحب کے نام پر بکرا ذبح کر دیا یا فلاں پیر پر چادر چڑھا دی، کلیر جا کر میں نے سجدہ کرایا، خواجہ اجمیری کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا تو میرے کام بن جائیں گے، یہی تو شرک ہے اور شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں صاف فیصلہ فرما دیا: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" اللہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے، مگر مشرک اور کافر کی کبھی نجات نہیں ہوگی، اس لئے کامیابی کا دار و مدار اس پر ہے، "إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا" کہ دل میں توحید ہو اور رسالت کا اقرار ہو، پھر ایمان لانے کے بعد آدمی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتا رہے، نمازوں کا اہتمام کرتا رہے، قرآن کی تلاوت کرتا رہے، حرام کاموں سے بچتا رہے، چھوٹے بڑے گناہوں سے پرہیز کرے اور پاکدامنی کی زندگی گذارے، اور غیر محرم کی طرف نظر نہ اٹھنے پائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی کامیاب کریں گے اور آخرت میں بھی کامیاب کریں گے۔

زندگی میں ایمان کامیابی کی دلیل

ایک بات عرض کر دوں آج دنیا والے جنہیں کامیاب سمجھتے ہیں کہ یہ انسان پورے ہندوستان کا بادشاہ ہے، یہ تو وزیر اعظم ہے، یہ تو بہت بڑی کامیابی پر ہے، قرآن کہتا ہے وہ کتنا ہی بڑا بادشاہ کیوں نہ ہو اور وہ کیسا ہی انسان کیوں نہ ہو، اگر اس کی زندگی میں ایمان نہیں، قرآن پر اس کا اعتقاد نہیں تو اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ میں نہیں، اس سے زیادہ کوئی نقصان میں نہیں، ایک وقت آتا ہے کہ جب ساری دنیا کے کافر، بڑے سے بڑے بادشاہ

Scanned by CamScanner

یہ درخواست کرتے ہیں اور تڑپتے ہیں، پچھتاتے ہیں، کہ اب ہمیں موقع مل جائے، ہم ایمان لے آئیں، ایک بات یاد رکھو میری پیاری بہنوں! دو وقت ایسے ہیں کہ جن میں توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور ایمان بھی قبول نہیں ہوتا، ایک وقت تو وہ کہ جب ملک الموت سامنے آجائے، اور نزع کا عالم طاری ہو جائے، ابھی تم دنیا کی چیزیں دیکھ رہی ہو، ابھی زندگی باقی ہے مگر جب غیب کے پردے ہٹ گئے اور فرشتے سامنے آگئے اب کافر بھی چاہتا ہیکہ میں ایمان لے آؤں، "حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحاً فِیْمَا تَرَکْتُ کَلاَّ اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ" (سورۂ مؤمنون) جب ملک الموت سامنے آگیا تو اب ہندوستان کا بادشاہ بھی کہہ رہا ہے اور بڑے سے بڑا بادشاہ بھی کہتا ہے: "رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحاً فِیْمَا تَرَکْتُ کَلاَّ" اے میرے رب اب مجھے موقع دیدے کہ میں ایمان لے آؤں اور نیک عمل کرلوں، "کلا" ہرگز نہیں، مسلمان بھی چاہتا ہے کہ میں اب توبہ کروں مگر جب ملک الموت سامنے آجائے تو پھر توبہ کا دروازہ اور ایمان کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، دوسرا موقع اور دوسرا وقت وہ ہے کہ جب سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے گا تو اس وقت بھی توبہ اور ایمان کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس سے پہلے پہلے آدمی کے لیے چوبیس گھنٹے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، کوئی کیسا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اگر سچی توبہ کرلے تو وہ اللہ کی مقبول بندی بن سکتی ہے، اللہ کا مقبول بندہ بن سکتا ہے، تو اللہ نے جو کامیابی رکھی ہے وہ ایمان میں اور عمل صالح میں رکھی ہے۔

عورتوں کے لیے دینی تعلیم بے حد ضروری

میری پیاری بہنوں! ایمان کا سب سے پہلا تقاضہ یہ ہے کہ ہم دینی تعلیم حاصل کریں، ہم قرآن کو سیکھیں، جس سے ہمارا ایمان بنے، ہمارا یقین بنے، آخرت ہماری نگاہوں کے سامنے ہو، اس لیے عورتیں ہوں یا مرد ہوں دونوں کے لیے علم کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ" علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، کیونکہ جب تک علم حاصل نہ کیا جائیگا اس وقت تک اسلام اور اسلامی تعلیمات سے متعلق واقفیت حاصل نہ ہوگی، علم کے ذریعہ ہی کوئی مسلمان صحیح معنی میں مسلمان ہو سکتا ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان مثلاً ایمان کا علم، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کا علم بہت ضروری ہے، اسی طرح اسلامی زندگی سے متعلق معاملات کا علم سیکھنا بھی ضروری ہے، اگر ایک مسلمان کو اسلام کی ان بنیادی چیزوں کا علم نہیں تو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ ہر مسلمان کو بقدر ضرورت علم حاصل کرنا ضروری ہے، اور اس میں مرد، عورت دونوں کو خطاب ہے، بہت سے لوگ تعلیم کے میدان میں عورتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور خانہ داری کے امور پر لگا دیتے ہیں، اور بس، اس طریقے سے وہ بیچاری علم سے بے بہرہ رہتی ہیں حالانکہ شریعت میں ایسا نہیں، بخاری شریف میں عورتوں کی تعلیم کا ایک مستقل باب رکھا گیا ہے جس میں امت مسلمہ کی عورتوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، اور قرآن کریم کو اپنا شعار بنانے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

Scanned by CamScanner

چنانچہ حضرات علماء نے لکھا کہ اگر کسی کے یہاں دو بچے ہوں، ایک لڑکا ہو اور ایک لڑکی.......... اور ان میں صرف اتنی گنجائش ہے کہ وہ ایک بچہ کو تعلیم دلا سکتے ہیں تو پہلے لڑکی کو تعلیم دلانی چاہئے، اس لیے کہ اگر لڑکے کو پڑھایا تو ایک فرد کو پڑھایا، اور اگر ایک لڑکی کو پڑھایا تو ایک خاندان کو پڑھایا، ایک گھرانہ سنور گیا، ایک نسل کامیاب ہوگئی، اس لیے لڑکیوں کی تعلیم بہت ضروری ہے۔

عورت پر اسلام کا بھاری احسان

میری پیاری بہنوں!

میں تمہیں بتاؤں کہ اسلام کا احسان پوری انسانیت پر ہے، اسلام ہی نے عدل ومساوات کا درس دیا ہے، عدل وانصاف قائم کیا ہے، آج دنیا میں جتنے بھی اخلاق کے شعبے ہیں وہ سب اسلام کی دین ہیں، مگر عورتوں پر اسلام کا بہت بڑا احسان ہے، تم تاریخ پڑھو تو معلوم ہوگا کہ اسلام سے پہلے کسی مذہب میں بھی اور دنیا کے کسی ملک میں بھی عورت کے لیے کوئی عزت کا مقام نہیں تھا، اسے جانور کی طرح استعمال کیا جاتا تھا، اس پر ظلم وزیادتی جائز سمجھی جاتی تھی، اس کے حقوق پامال کیے جاتے تھے، اسے میراث سے محروم رکھا جاتا تھا، شوہر کے انتقال یا طلاق کے بعد وہ اپنی پسند کا نکاح نہیں کر سکتی تھی، بلکہ وہ بدترین زندگی گذارتی، سوتیلے بیٹے اس کے ساتھ ناروا سلوک کرتے، اس کی زندگی اجیرن کردی جاتی، اس کے حقوق وجذبات کا کسی طرح بھی خیال نہ رکھا جاتا، عورت کو جائداد اور سامان کی طرح وراثت میں منتقل کردیا جاتا، اور اسی پر بس نہیں تھا، اگر کسی کے یہاں بچی پیدا ہوجاتی تو اسے زندہ درگور کردیا جاتا، اس طرح کے بے جا سلوک عورت کے ساتھ

کیے جاتے، لیکن جب اسلام آیا تو اسلام نے اپنی تعلیم کے ذریعہ دنیا پر واضح کردیا کہ دنیا کا سب سے بہترین سرمایہ اور دنیا کی سب سے اچھی دولت نیک عورت ہے، دیکھو عورت نبی تو نہیں ہوئی مگر نبی کی ماں تو ہوئی ہے، اولیاء اللہ کی مائیں تو یہ عورتیں ہی ہیں۔

بات سمجھو! اگر عورت کی زندگی میں دین ہے، تو وہ گھرانہ دنیا ہی میں جنت کے مزے لوٹتا ہے، اور اگر گھر میں دینداری نہیں وہاں دولت کتنی بھی آجائے چین وسکون نصیب نہیں ہوسکتا، سکون تو اللہ نے دین پر عمل کرنے میں رکھا ہے، اور جب لڑکی کی زندگی میں دین ہوگا، وہ قرآن پاک کی تعلیم سے آراستہ ہوگی، تب جاکر وہ کامیاب ہوگی۔

تعلیم کے میدان میں عورت کی قربانی کا ایک بے مثال نمونہ

میری پیاری بہنوں!

میں تمہیں بتاؤں کہ عورتوں نے تعلیم کے اوپر کیسی بڑی بڑی قربانیاں پیش کی ہیں، عورتیں بھی مردوں سے پیچھے نہیں ہیں، تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ عورتوں نے تعلیم کے میدان میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، تاریخ میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ کا دور دورہ ہے، آپ چار اماموں میں سے ایک بڑے امام ہیں، آپ کا بڑا اونچا مقام ہے، پوری دنیا میں ان کو مانا جاتا تھا، ایک شخص عبدالرحمان ابن قاسم نے سنا کہ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ حدیث کے بہت بڑے عالم ہیں تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ امام مالکؒ کے پاس جاکر علم حدیث پڑھوں، اور حال یہ تھا کہ شادی ہوگئی تھی، بیوی حاملہ تھی اور شوہر کے بعد نہ کوئی بیوی کا غم گسار تھا

اور نہ کوئی جا گیرداری کرنے والا تھا، انھوں نے بیوی سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت امام مالکؒ کے درس میں شریک ہو جاؤں اور آپ کے سامنے بیٹھ کر علم حدیث پڑھوں، میرا بہت شوق بڑھ رہا ہے، اگر آپ اجازت دیں، کیونکہ آپ کے حقوق میرے اوپر ہیں، (شوہر کے حقوق بیوی پر ہیں، اور بیوی کے حقوق شوہر پر ہیں)، میں جب چلا جاؤں گا تو تمہارے حقوق پامال ہوں گے، میں مدینہ منورہ جا کر تمہاری دیکھ بھال بھی نہیں کر سکتا، اگر تمہاری اجازت ہو تو میں چلا جاؤں، بیوی دیندار تھی اس نے کہا کہ اگر تمھیں حدیث کا شوق ہے تو تم جا کر حدیث پڑھو، ہمارا اللہ محافظ ہے، اب عبدالرحمان ابن قاسم مدینہ منورہ آ گئے، اور حدیث کی تعلیم میں مشغول ہو گئے، اب جوں جوں حدیث پڑھتے تھے علم کی پیاس بڑھتی جاتی تھی، ایک سال ہوا دو سال ہوئے تین سال ہو گئے مگر ان کی علم حدیث کی پیاس بڑھتی ہی رہی، انھوں نے سوچا کہ بیوی کے بھی حقوق ہیں اور تجھے یہاں پڑھتے ہوئے تین سال ہو گئے، تو نے اس کی بڑی بے قدری کی ہے، اس کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔

پیاری بہنوں!

غور کے ساتھ سنو! عبدالرحمان بن قاسم نے اپنی بیوی کے لیے خط لکھا تو خط میں یہ مضمون تحریر کیا کہ میں تھوڑے دن کے لیے مدینہ منورہ آیا تھا مگر مجھے تین سال یہاں ہو گئے اور میری علم کی پیاس بڑھتی ہی جا رہی ہے، میرا جی چاہتا ہے میں سوچتا ہوں کہ ایک سال اور پڑھ لوں، پھر اور پیاس بڑھتی ہے سوچتا ہوں ایک سال اور پڑھ لوں اب بہت دن ہو گئے تمھیں میرا انتظار کرتے ہوئے، میری راہ دیکھتے ہوئے ایک عرصہ گذر

گیا، اب میں تمھیں خط لکھ رہا ہوں، اگر تم چاہو تو میرے نکاح میں اسی حال میں رہو، اور اگر چاہو تو کہیں اور نکاح کر سکتی ہو، تمھیں میری طرف سے اجازت ہے، جب قاصد یہ خط لیکر پہونچا اور اس کی بیوی نے پڑھا تو جواب لکھا.......... میں نے خوشی سے اجازت دی تھی کہ آپ جا کر علم حدیث پڑھیں میں نے اپنی زندگی آپ کے ساتھ وابستہ کی ہے، میں آپ کے نکاح میں آ گئی ہوں اب دوسرا دروازہ نہیں دیکھوں گی، آپ تین سال نہیں اگر تیس سال بھی پڑھیں گے تو میں آپ کا انتظار کرتی رہوں گی، اور اگر علم حدیث پڑھتے پڑھتے آپ کا انتقال ہو جاتا ہے تو میں اپنے دل کو تسلی دے لوں گی کہ قیامت کے میدان میں مجھ کو ایک حدیث پڑھنے والے شہید کی بیوہ کہکر پکارا جائیگا تم میری فکر نہ کرو، پھر جب یہ قاصد خط کا جواب لیکر عبدالرحمان ابن قاسم کے پاس پہونچا اور انھوں نے اپنی بیوی کا یہ گرامی نامہ پڑھا تو اس کو اپنے خیال سے بھی اونچا پایا، اب ان کو اندازہ ہو گیا کہ میری بیوی تو مجھ سے بھی زیادہ دین پر مر مٹنے والی ہے، اس لیے بے فکر ہو گئے اور علم حدیث کے حصول میں لگ گئے، دس سال ہوئے، پندرہ سال ہوئے، یہاں تک کہ سولہ سال ہو گئے، یہ سبق پڑھ رہے تھے حضرت امام مالکؒ پڑھا رہے تھے ایک نوجوان نے مسجد میں آ کر پوچھا کہ تمہارے درمیان عبدالرحمان ابن قاسم کون ہے؟ حضرت نے اشارہ کر دیا یہ عبدالرحمان ہے، اب یہ نوجوان گیا اور ان کے دونوں بازو پکڑ کر کھڑا کر دیا اس کے بعد پیشانی کو بوسہ دیا اور معانقہ کیا اور ان کے کان میں کچھ کہا، بس یہ کہنا تھا کہ عبدالرحمان ابن قاسم تو زار و قطار رونے لگے، مسجد بھری ہوئی تھی طلبہ کا ایک جم غفیر تھا، سب حیران...... کہ یہ

عبدالرحمان ابن قاسم جو بلبل کی طرح چہک رہا تھا اور گل کی طرح مہک رہا تھا اس نوجوان نے کان میں کیا کہہ دیا کسی موت کی خبر آ گئی یا کسی بڑے حادثہ کا علم ہو گیا کہ ابھی یہ کچھ دیر پہلے خوش وخرم تھا، ہنس رہا تھا اور اب زار وقطار رو رہا ہے، اس لیے سب حیران وپریشان، حضرت نے پوچھا عبدالرحمان اس نوجوان نے تمہارے کان میں کیا بات کہہ دی کہ تم زار زار رونے لگے، جب حضرت نے بہت اصرار کیا پھر کہا حضرت کیا بتاؤں سولہ سال کا عرصہ ہو گیا جب میں گھر سے چلا تھا، اس وقت میری بیوی حمل سے تھی میرے بعد لڑکا پیدا ہوا اور ہوشیار ہوا، پھر پڑھ لکھ کر جوان ہوا اور کاروبار کیا اللہ نے اس کو مال دیا اور مالدار ہونے سے اس پر حج فرض ہوا وہ حج کرنے کے لیے آیا تو اس کی ماں نے کہا کہ بیٹا تمہارے باپ مدینہ منورہ میں امام مالک کی مجلس میں پڑھتے ہیں، جب تم مدینہ منورہ پہونچو تو ان کا نام عبدالرحمان ابن قاسم ہے، اپنے باپ سے ملنا، ہمارا اسلام عرض کرنا اور ہمارے لیے دعا کی درخواست کرنا، تو حضرت یہ میرا بیٹا ہے، جس کو میں پیٹ میں چھوڑ کر آیا تھا آج سولہ سال کے بعد ملا ہے، تو میرے دل میں نہ معلوم کیا خیال آ گیا کہ میری آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔

تو دیکھا آپ نے میری پیاری بہنوں! اس عورت نے علم کے لیے اور علم حدیث کے لیے اپنے جذبات کی کیسی قربانی پیش کی، ارے وہ بھی عورتیں تھیں کہ جنھوں نے جان کی قربانی دی، مال کی قربانی دی، اور اولاد کی بھی قربانی دی، اور دین کے لیے سب کچھ نچھاور کر دیا۔

جان دی جو دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ماں کی تلاوت کے اثرات بچے پر

جب ماں نیک اعمال کرتی ہے، قرآن کی تلاوت کرتی ہے تو اس کے اثرات بچے پر پڑتے ہیں، چنانچہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ جن کا مزار دھلی میں ہے یہ اپنے بچپن کے زمانے میں یتیم ہو گئے تھے، ماں کی کفالت میں پلے، پرورش پائی گویا کہ ہر طرح سے ماں ہی ذمہ دار تھی جب یہ چار سال کے ہو گئے، تو ماں امام صاحب کے پاس مسجد میں لے کر گئی امام صاحب سے کہا کہ میرے اس بچہ کو قاعدہ پڑھا دو، اسکی بسم اللہ شروع کرا دو، استاذ صاحب نے کہا پڑھو بیٹا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بس اب قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بسم اللہ پڑھی اور "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" سے پڑھنا شروع کیا، استاذ نے کہا کہ چودہ پارے کون پڑھے گا، قطب الدین بختیار کاکیؒ کہتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ روزانہ بعد نماز فجر چودہ پاروں کی تلاوت کرتی تھیں، اس کے بعد گھر کے کام کاج کو ہاتھ لگاتی تھیں، اس وقت میں پیٹ میں تھا، ماں کی تلاوت سنتا تھا، تو مجھے وہ چودہ پارے یاد ہو گئے، اس لیے اب میں سبحان الذی سے پڑھنا چاہتا ہوں اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ماں کے ایک ایک عمل کا اثر ماں کے پیٹ میں بچے پر پڑتا ہے۔

مشہور واقعہ

اسی طرح کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ والدہ نے اپنے لخت جگر کو کسی مدرسہ یا مکتب میں داخل کرایا کچھ دنوں کے بعد بچے کا باپ مدرسہ گیا قاری صاحب سے بچے کی کارکردگی کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ

Scanned by CamScanner

اس بچے نے تین پارے تو اتنی جلدی حفظ کر لئے جیسے یہاں پاروں کا پہلے ہی سے حافظ ہو، ان تین پاروں کے بعد پھر اس نے معمول کے مطابق عام رفتار سے سبق لینا شروع کر دیا، خاوند نے یہ بات آ کر اپنی بیوی کو بتائی تو بیوی مسکرائی، شوہر نے پوچھا اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے، وہ کہنے لگی اصل بات یہ ہے کہ میں تین پاروں کی حافظہ ہوں جب بھی میں قرآن کی تلاوت کرتی تو بچے کو گود میں لے کر بیٹھتی تھی، اور بار بار تین پاروں کی تلاوت کرتی تھی، اس لیے ان تین پاروں کا نور میرے بچے کے سینہ میں اتر گیا اس کی برکت سے یہ تین پاروں کا جلدی حافظ بن گیا۔

خلاصہ یہ کہ ماں کی تلاوت کے اثرات بچے کے اوپر پڑا کرتے ہیں، اس لیے جب بھی دعا مانگنے بیٹھیں، قرآن پڑھنے بیٹھیں یا تسبیحات وغیرہ میں مشغول ہوں تو بچہ کو اپنی گود میں لے کر بیٹھنا چاہئے تا کہ ماں کی نیکیوں کا اثر بچے پر پڑے۔

ماں کی عظیم ذمہ داری

میری ماؤں اور بہنوں! تمہاری بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ تم اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو، اس لیے کہ تیرے پیٹ میں جو بچہ پل رہا ہے وہ اللہ کا ولی ہے یا کوئی بھی بچہ ہے تو وہ اللہ کی امانت ہے، اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، اگر تو بچہ کو لئے بازار میں گھوم رہی ہے یا سینما دیکھ رہی ہے، ٹیلی ویژن دیکھ رہی ہے یا کنجریوں کے ناچ دیکھ رہی ہے تو خدائے پاک کی قسم تیرے پیٹ میں پلنے والے بچے پر ان برے اعمال کا ضرور اثر پڑے گا۔ اور اگر تو نماز پڑھ رہی ہے، قرآن کی تلاوت کر رہی ہے اور اللہ اللہ کر رہی ہے، نیک اعمال انجام دے رہی ہے تو اس کا اثر بھی بچے پر پڑیگا۔

تقویٰ وطہارت اور حلال روزی کا اثر

علماء نے لکھا ہے کہ افغانستان کے ایک بادشاہ تھے، دوست محمد، ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ دشمن نے ان کے علاقے پر حملہ کر دیا، بادشاہ کو معلوم ہو گیا، کہ دشمن آ گیا ہے، تو شہزادے کو فوج دے کر بھیج دیا، کہ جاؤ دشمن سے مقابلہ کرو، جب مقابلہ ہو رہا تھا شہزادہ لڑ رہا تھا تو خفیہ پولیس (سی، آئی، ڈی) نے آ کر اطلاع دی کہ شہزادہ ہار گیا، اور پشت پھیر کر بھاگ آیا، تو بادشاہ نے بیگم (رانی) سے جا کر کہا، بڑے افسوس کی بات ہے کہ شہزادہ میدان جنگ میں ہار گیا، اور بھاگ آیا، بیگم نے کہا یہ خبر غلط ہے، ایسا نہیں ہو سکتا، بادشاہ نے کہا یہ خبر تو سی، آئی، ڈی کی ہے، یہ تو سرکاری پولیس کی خبر ہے، بیگم نے کہا یہ خبر صحیح نہیں، دھوکہ لگ گیا ہے، ایسا نہیں ہو سکتا، بادشاہ چلا آیا پھر کچھ روز کے بعد خبر آئی کہ شہزادہ واقعی محاذ میں کامیاب ہو گیا اور دشمن بھاگ گیا ہے، اور بہت شاندار فتح کے ساتھ واپس آ رہا ہے، جب شہزادہ شہر میں داخل ہوا تو پورے شہر میں استقبال ہوا، جھنڈے لگائے گئے، چراغاں کیا گیا، تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور بیگم کے پاس گیا اور یہ کہا کہ سچ بتاؤ تمہاری خفیہ پولیس کونسی ہے، تمہاری بات تو صحیح نکلی، اور میری بات غلط نکل گئی تمہارا خیال صحیح تھا، تم نے یہ بات کیسے کہی تھی، بیگم نے کہا میری کوئی پولیس نہیں ہے، یہ تو ایک راز ہے جو میں نے کہہ دیا تھا، اب تم اپنا کام کرو، بادشاہ نے کہا کہ تمہیں بتلانا پڑیگا جب بادشاہ کا اصرار بڑھا تو بیگم نے کہا اچھا سنو...... جب یہ بچہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے تمہارے سرکاری خزانہ سے کچھ نہیں کھایا میں نے کوشش کی کہ جب تک بچہ نو مہینے کی مدت میں میرے پیٹ

میں رہے گا تو کوئی حرام لقمہ میرے پیٹ میں جانے نہ پائے اور جب یہ بچہ پیدا ہو گیا تو اس وقت بھی میں نے اس کی حفاظت کی ہے، جب یہ دودھ کے لیے روتا تھا تو میں وضو کر کے اس کو دودھ پلاتی تھی،...... تو مجھے یقین تھا کہ جس بچے کی رگوں میں ایسا پاک خون ہو اور اتنے تقوی وطہارت کے ساتھ میں نے بچہ کو پالا ہو تو ایسا بچہ سینہ پر گولی کھا کر شہید تو ہو سکتا ہے، مگر میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتا۔

تو دیکھو وہ بھی ہماری مائیں تھیں، کہ اپنے بچوں کی کیسی تربیت کرتی تھیں، اور آج کا ماحول یہ ہے کہ ہماری مائیں بہنیں وضو تو کیا کرتی بچہ کو دودھ اس حال میں پلاتی ہیں کہ سامنے ٹی وی، وی سی آر ہوتا ہے، ننگی تصویروں پر نظر ہوتی ہے، گانوں کی آواز کانوں میں ہوتی ہے، اے میری بہن تو خود ہی فیصلہ کر لے جب تو اپنے لخت جگر اور نور نظر کو اس طرح دودھ پلا رہی ہے، تو تیرا بیٹا کیسے اپنے وقت کا مجاہد اور ولی بنے گا، عبد القادر جیلانی کیسے بنے گا، اس میں اولیاء اللہ کی صفات کیسے پیدا ہونگی، تو نے تو بچپن ہی میں اس کی روحانیت کو ختم کر دیا، ایسی حالت میں دودھ پلایا، اب یہ دودھ اندر جا کر فساد ہی مچا سکتا ہے روحانیت نہیں پیدا کر سکتا، اس لیے ماں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے ماں اگر تربیت کرنے پر آ جائے تو بہت کچھ کر سکتی ہے۔

ہر بڑی ہستی کے پیچھے ماں کا ہاتھ

آپ تاریخ پڑھو، تو آپ کو معلوم ہوگا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور خواجہ صابر علاء الدین کلیریؒ، حضرت شیخ احمد سرہندیؒ یہ ہمارے بڑے بڑے مشائخ اور بزرگان دین گذرے ہیں، ان کو جو یہ مقام

ملا یہ بھی ماں کی دین تھی، ہر بڑی ہستی کے پیچھے اس کی ماں کا ہاتھ ہوتا ہے، دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے انسان گذرے ہیں وہ سب عورتوں کی دین ہیں، کہ ان کی ماں اس قابل تھی، مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا محمد شوکت علیؒ جنہوں نے ہندوستان کی جنگ آزادی میں بہت بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں وہ بھی ان کی ماں کی تربیت کا ثمرہ تھا، اس لیے میری پیاری بہنوں تمہاری بہت بڑی ذمہ داری ہے، اب یہاں سے طے کر کے جاؤ کہ آج سے ہم اپنی زندگی ایمان والی زندگی بنائیں گے، ہم اعمال صالحہ اختیار کریں گے، آج تک جو گناہ ہو گئے تم گانے سنتی رہی، ناچ دیکھتی رہی، تمہارے گھر کے اندر ریڈیو رکھی ہوئی ہے، ٹیلی ویژن رکھے ہوئے ہیں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں یہ ٹیلی ویژن نہیں بلکہ یہ سانپ اور بچھو ہیں، اگر تم نے انکو گھروں سے نہ نکالا اور اللہ سے توبہ نہ کی تو مرتے ہی تمہاری قبروں میں تمہیں چاروں طرف سے سانپ گھیریں گے، اللہ کا عذاب اپنی آغوش میں لے لیگا، اس لیے اپنے گھروں کو ان تمام ناپاک چیزوں سے جو اللہ کے غصہ کو بھڑکانے والی ہیں پاک صاف کرو، اپنے گھروں میں رات کو مغرب کی نماز کے بعد یا سونے سے پہلے سورۂ واقعہ پڑھو، صبح ہوتے ہی سورۂ یٰسین شریف پڑھو، پھر دیکھو کیسی برکات کا نزول ہوتا ہے، حدیث پاک میں آتا ہے، کہ جس گھر میں رات کو سورۂ واقعہ پڑھی جائے اس گھر میں فاقے نہیں آ سکتے، اور خدا کی طرف سے بے شمار خیرات وبرکات آتی ہیں، کاروبار میں ترقی ہوتی ہے۔

اس لیے میری پیاری بہنوں دیندار بنو، اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرو، اگر تم دیندار ہوگی، نماز پڑھنے والی، حلال رزق کھانے والی، اور گناہوں سے بچنے والی تو تمہاری اولاد بھی متقی اور پرہیزگار ہوگی۔

Scanned by CamScanner

حیاء اور پاکدامنی عنداللہ مقبول ہے

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دہلی میں سخت قحط پڑا، بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیتوں میں فصل بھی نہ ہوئی، اور نہ درختوں پر پھل آئے، لوگ کھانے پینے کی چیزوں کو ترسنے لگے، ہر کس و ناکس بارش کی دعائیں کرتا مگر آسمان پر بادل ہی نظر نہ آتے، شہر کے سبھی عالموں نے مشورہ کیا کہ اس شہر اور علاقہ کے سب لوگ ایک دن کھلے میدان میں جمع ہو جائیں، عورتوں، بچوں، اور جانوروں کو بھی اپنے ساتھ لائیں، میدان میں نماز استسقاء ادا کرنے کے بعد اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور بارش کی دعاء کریں، حسب پروگرام لوگ شہر سے باہر جمع ہو گئے۔

گرمی کی شدت اور تیز دھوپ نے سب کے چہروں کو جھلس کر رکھ دیا، اسی حال میں نماز ادا کی گئی، مردوں، عورتوں نے رو رو کر بارش کی دعا مانگی مگر آسمان پر دُور دُور تک کہیں بھی بادل کا نام و نشان نظر نہ آیا، معصوم بچے تڑپنے لگے، جانور بھی پانی سے ترسنے لگے لوگوں کا رو رو کے برا حال ہو گیا، صبح سے عصر تک یہ عمل جاری رہا مگر امید کی کرن نظر نہ آئی، جس وقت دعا مانگتے ہوئے مخلوق خدا خوب رو رہی تھی اس وقت ایک مسافر نوجوان اس میدان کے قریب سے گذرا، اونٹ کی نکیل اس کے ہاتھ میں تھی اور خود پیدل چل رہا تھا جب کہ اونٹ پر پردہ نشین عورت سوار تھی، اس نے اتنے کثیر مجمع کو آہ و زاری کرتے دیکھا تو اونٹ کو ایک [illegible] روکا، اور قریب کے لوگوں سے حال معلوم کیا، کہ کیا بات ہے جب حقیقت حال اس پر آشکارا ہو گئی تو وہ اپنے اونٹ کے قریب گیا اور دعا میں مشغول ہو گیا، دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے ابھی ہاتھ نیچے نہیں آئے تھے

کہ موسلا دھار بارش برسنے لگی، ایک عالم نے اس نوجوان سے پوچھا کہ آپ کتنے خوش نصیب اور مستجاب الدعوات انسان ہیں آپ کے ہاتھ اٹھاتے ہی بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس نے جواب دیا کہ درحقیقت اونٹ پر میری والدہ سوار ہے یہ ان کی حیاء اور پاکدامنی کا اثر ہے، میں نے اپنی والدہ کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر بارگاہ رب ذوالجلال میں دعاء مانگی کہ اے پروردگار عالم یہ میری نیک، باحیاء اور پاکدامن والدہ ہیں، آپ کو ان کی حیاء، اور پاکدامنی کا واسطہ دیتا ہوں، اے اللہ اپنی مخلوق پر رحم فرما اور باران رحمت عطا فرما، ابھی میرے ہاتھ نیچے نہیں آئے تھے کہ بارش برسنے لگی، معلوم ہوا کہ حیاء اور پاکدامنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ عمل ہے۔

پیاری بہنوں .... ابھی آپ نے سنا کہ حیاء اور پاکدامنی اللہ کے نزدیک مقبول و محبوب عمل ہے، قرآن کریم میں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا .	اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت میں کتنی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ پاکدامنی کے ساتھ یاد الٰہی میں زندگی گذارنے والے لوگوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اجر کے ساتھ عظیم کا لفظ اس بات کی طرف نشاندہی کر رہا ہے کہ پاکدامنی پر ملنے والا انعام عام معمول سے زیادہ ہوتا ہے، ویسے بھی دستور

یہی ہے کہ بڑے لوگ جس چیز کو بڑا کہدیں وہ واقعی بہت بڑی ہوتی ہے اور یہاں تو احکم الحاکمین بڑا اجر کہہ رہے ہیں جو پاکدامنی پر مل رہا ہے، تو واقعی وہ تو بہت بڑا انعام ہوگا، اس لیے خوش نصیب ہیں وہ عورتیں جو پاکدامنی کی زندگی گذار کر اجر عظیم کی مستحق بن جاتی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بیوہ ماؤں اور بہنوں کے نام

پیاری بہنوں!

یہاں خواتین کے اجتماع میں بعض عورتیں بیوہ بھی ہوں گی اس لیے ذہن میں بات آئی کہ کچھ گفتگو بیوہ عورتوں سے متعلق بھی ہو جائے کیونکہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو ایک طرح کا بوجھ محسوس کرتی ہیں، اور احساس کمتری کا شکار رہتی ہیں، حالانکہ ایسا نہیں اللہ نے ان کو بڑا مقام دیا ہے، شریعت نے ان کو اعزاز بخشا ہے، آپؐ نے ان کو تسلی دی ہے، آپؐ فرماتے ہیں: کہ جو عورت شوہر کے مرجانے یا اس کے طلاق دینے کی وجہ سے بیوہ ہوگئی اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو ابھی ہوشیار نہیں ہوئے تو اس عورت نے محض اپنے یتیم بچوں کی خاطر کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کیا، بلکہ اپنے حسن وجمال اور عزت ومرتبہ کے باوجود اپنے جذبات کو کچل ڈالا، اور ازدواجی زندگی کی خوشیوں اور مسرتوں سے دور رہی، اپنے عیش وآرام کی پرواہ نہ کی، اور اپنے یتیم بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال میں لگی رہی، ان کی اچھی تربیت کرتی رہی، ادب سکھاتی رہی، اور ان پر اپنا جان ومال قربان کرتی رہی، حتی کہ اسی پرورش کے سلسلے میں اس کے جوانی کے ایام گذر گئے اس کا حسن وجمال ختم ہوگیا، بچوں کی دیکھ بھال اور محنت ومشقت کے سبب وہ

ضعیف ہوگئی، رخساروں پر سیاہی آگئی، چہرہ سکڑ گیا، لیکن بچوں کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی تو ایسی حوصلہ مند اور خواہشات پر قابو پانیوالی عورت کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ میدان محشر یعنی قیامت کے دن میرے اس قدر قریب ہوگی جیسے یہ شہادت اور بیچ کی انگلی ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، سبابہ اور وسطیٰ کو ملانے اور ان سے اشارہ کرنے سے آپ کا مقصد انتہائی قرب کو بتلانا ہے۔

تو میری ماؤں اور بہنوں! ذرا آپ خود ہی سوچ کر بتاؤ جسے قیامت کے دن جہاں کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا آپ کا قرب نصیب ہو جائے تو اس کا کیا ٹھکانہ، اس کا مقام تو بہت اونچا ہے، اس لیے جو بیوہ عورتیں ہیں اگر حدیث کے فرمان کے مطابق وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی صحیح پرورش کریں، ان کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ کریں، ان کے بہتر اور تابناک مستقبل بنانے کی خاطر دوسرا نکاح نہ کریں اور صبر واستقامت کے ساتھ پاکدامنی کی زندگی گذارتی رہیں تو وہ اس فضیلت کو حاصل کر سکتی ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اپنا ٹھکانہ بنا سکتی ہیں۔

خطیب کا آخری پیغام

میری ماں اور بہنوں! اب آخر میں میری گذارش ہے کہ آپ اپنے بچوں اور بچیوں کی صحیح تادیب وتربیت کرو، اور صحیح تربیت یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اسلامی اخلاق اور شرعی آداب وقواعد کی تعلیم دیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی باپ اپنے بیٹے کو نیک

Scanned by CamScanner

ادب اور صحیح تربیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔

(ترمذی)

ماں باپ کی طرف سے اپنی اولاد کے لیے جو چیز سب سے زیادہ قیمتی اور سب سے زیادہ مفید ہو سکتی ہے وہ صحیح تعلیم و تربیت اور نیک تادیب ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وماتوفیقی الابالله

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

Derived from the works of Mehmed Ozcu (1)

معلومات عامہ

سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون

☆ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پاکباز خاتون تھیں، اپنے سرتاج محمد مصطفیٰ کی زبان صدق سے اقراء کا واقعہ سنا، تو حق شناس خاتون نے آفتاب نبوت کی پہلی کرن دیکھتے ہی بے اختیار کلمہ پڑھا، اور مسلمان ہو گئی۔

☆ آپ ﷺ کی دیانت داری، راست بازی سے متاثر ہو کر اپنا کاروبار، تجارت، آپ کے سپرد کر دیا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ آپ ﷺ کو شریک حیات منتخب کر لیا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلانیہ تبلیغِ اسلام شروع کی اور کفار نے سخت مشکلات میں ڈال دیا، تو ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ تن، من، دھن، سے آپ کی عدیم المثال خدمت اور مدد کی۔

☆ حضرت خدیجہؓ تمام مردوں اور عورتوں سے پہلے اسلام میں داخل ہوئیں۔

☆ حضرت خدیجہ کی زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔

☆ آپؐ کے یہاں سب اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئیں، علاوہ حضرت ابراہیمؑ کے، جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔

مفکر ملت حضرت اقدس مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی کے مفید ترین خطبات کا مجموعہ

خطباتِ اسلم

۷ جلدیں جو اپنی عجیب و غریب اور مندرجہ ذیل خصوصیات کے ساتھ اہل علم میں مقبول ہو چکی ہیں۔

- سادہ و عام فہم، سہل و سلیس، پُرکشش اور جامع خطبات کا حسین مرقع۔
- مناسب آیات، برمحل احادیث، عبرت آموز واقعات اور خطیب محترم کے طویل تجربات کا انوکھا سنگم۔
- خلوص و دردمندی، جذب و شوق، عشق و محبت اور قلبی سوز و گداز جیسے تمام معنوی کمالات سے بھرپور۔
- دلکش عناوین، پُرمغز مضامین اور پُرسوز انداز بیان۔
- طالبین حق کیلئے ہادی و رہنما اور روحانی بیماریوں کیلئے ایک مخلص معالج۔
- ایک ایسی کتاب کہ جس کے مطالعہ سے زندگی کے بے آب و گیاہ میدان میں علم و عمل اور رشد و ہدایت کے پھول اُگنے لگتے ہیں۔

Computer 9411457187

SHAREEF BOOK DEPOT
JAMIA ISLAMIA KASHIF-UL-ULOOM
Chhutmalpur Pin. 247662
Distt. Saharanpur (U.P.) INDIA

Scanned by CamScanner